

نشر نگاروں کا تذکرہ

[illegible]

ساقی آرٹسٹس

PDF BOOK COMPANY

مدد، مشاورت، تجاویز اور شکایات:



Muhammad Husnain Siyalvi

0305-6406067

Sidrah Tahir

0334-0120123

Muhammad Saqib Riyaz

0344-7227224

شریک گفتنی دوم کار خیر میں مصروف ڈاکٹر سہیل مسعود



یہ ڈاکٹر سہیل مسعود ہیں۔ امریکہ اور پاکستان کے مابین ہمارے
سہوت۔ انسانی بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش
رہنے والے۔ 1998ء میں انہیں اس انجیلز امریکہ
کے انگریزی ماہنامہ ”دی پاکستان فرنٹ لائن“ کی جانب
سے ان کی سماجی بھلائی کی خدمات کے اعتراف کے طور پر

”مین آف دی ایئر (Man of the Year)“ کا ایوارڈ دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر سہیل مسعود 28 اگست 1963ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ کالج
سول لائسنز سے ایف ایس سی کیا۔ ڈاکٹری کی ڈگری فارمیسی میں لی۔ 1981ء تک لاہور میں
رہے۔ ستمبر 81ء میں امریکہ آئے اور 1992ء میں کریسٹ ہیلتھ کیئر (Crescent
Health Care) کے نام سے اپنا ذاتی کاروباری ادارہ قائم کیا۔ ان کی شریک حیات موتا
مسعود بھی ڈاکٹر ہیں اور ڈاکٹر سہیل کے ہمراہ کاروبار میں شریک ہیں۔

ڈاکٹر سہیل کے والد مسعود حسین کا تعلق مراد آباد سے تھا۔ انہوں نے علی گڑھ مسلم
یونیورسٹی سے ایل ایل بی اور انگریزی میں ایم اے کیا۔ قائد اعظم کے والہانہ شیدائی تھے۔ ڈاکٹر
سہیل کی والدہ محترمہ سلطان جہاں بیگم کا تعلق رام پور سے ہے۔ والدین خود لکھنے پڑھنے کے
شوقین تھے۔ مطالعہ کا شوق ڈاکٹر سہیل کو ورثہ میں ملا۔ انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں ہی
منٹو، کرشن چندر، بیدی، عصمت چغتائی اور احمد ندیم قاسمی کو پڑھ لیا تھا۔ مشتاق احمد یوسفی ان کے
پسندیدہ ترین ادیب ہیں۔ ڈاکٹر سہیل کے محبوب موضوعات تاریخ اور سوانح ہیں۔ ابتداء میں انہیں
شاعری سے بھی شوق تھا مگر مصروفیت کے باعث شعر گوئی کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ 1978ء کی
بات ہے جب انہوں نے غزلیں اور نظمیں کہیں۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

دشت کی آندھیوں میں گھرتا رہا ہمیشہ اونچائیوں سے اوپر اڑتا رہا ہمیشہ

ڈاکٹر سہیل مسعود کو معاشرتی فلاح و بہبود کے کاموں سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔
اورینج کاؤنٹی کی مسجد میں توسیع کے لیے انہوں نے عملی طور پر معاونت کی۔ دیگر فلاحی اداروں کی
معاونت بھی کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ”کیئر (Cair)“ کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد ڈالی
ہے۔ ڈاکٹر سہیل مسعود نے بتایا کہ مسلمان چالیس پچاس سال سے امریکہ میں ہیں۔ مگر کسی نے
اس طرف توجہ نہیں دی کہ امریکن سیاسی پالیسیوں میں حصہ لے کر انہیں احساس دلایا جائے کہ جو
مسلمان امریکہ میں موجود ہیں وہ امریکی معیشت کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں ایک اہم
کردار ادا کر رہے ہیں۔ جب ہمیں امریکہ میں رہنا ہے تو انہیں باور بھی کرانا ہے کہ ہم مسلمانوں

کی اہمیت کیا ہے اور ان کی کون سی پالیسیاں ہمارے لیے بہتر ہیں

ڈاکٹر سہیل مسعود نے اسی مقصد کے حصول کے لیے 2001ء میں لاس اینجلس کے سٹی انارنی جیمز ہارن (James Harn) کو لاس اینجلس کے میئر کے الیکشن میں سپورٹ کیا۔ ان کا کہنا ہے۔ ابتدا میں ہمیں ریاستی سطح پر امریکی سیاست میں داخل ہو کر پالیسی سازوں کے ہمراہ کام کرنا ہے اور اپنے لیے سر اٹھا کر چلنے کی جگہ پیدا کرنا ہے۔ تاکہ امریکی پالیسی ساز جو یکطرفہ فیصلے کرتے چلے آ رہے ہیں وہ اس پر غور کریں۔

ڈاکٹر سہیل مسعود نے ”پاکستان امریکن چیمبر آف کامرس“ کی بنیاد بھی ڈالی ہے تاکہ مقامی بزنس مین اور پاکستانی بزنس میں ہم آہنگی پیدا ہو۔ انہوں نے نومبر 2001ء میں ”ٹی وی پاکستان“ قائم کرنے میں مدد کی جس کے تحت لاس اینجلس میں آدھے گھنٹے کے پروگرام میں مسلم موقف بھی پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سہیل مسعود نے کہا ہم ہمارے پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق برابری کی سطح پر سب سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ کی تعلیمات کو امریکیوں تک پہنچانے کے لیے انہوں نے ”پروفیٹ محمد“ (Prophet Mohammad) کے نام سے ایک ڈاکو میٹری فلم کی تیاری میں بھی معاونت کی۔ اس تمام جدوجہد کا مقصد ہے کہ مسلمانوں کی سماجی زندگی ایک نمونہ بنے۔ ان کا یقین ہے کہ

”دوستی برابری کی سطح پر ہو سکتی ہے، سر جھکا کر نہیں۔“

انہوں نے صدر پاکستان پرویز مشرف کی کوششوں کو سراہا اور کہا ہمیں بحیثیت پاکستانی ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ کیوں کہ کسی بھی ملک کی پالیسیوں میں تبدیلی راتوں رات نہیں آتی ہمیں ان تبدیلیوں کے لیے مستقل جدوجہد کرتے رہنا ہے۔

ڈاکٹر سہیل مسعود نے کہا کہ ہماری جدوجہد کے مقاصد یہ ہیں

- ہمیں امن چاہیے اور امن حاصل کرنے کے لیے ہمیں کچھ سمجھوتے کرنے پڑیں گے۔ ہم اسی کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔
- ہم مسلمانوں کو تعلیم کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ دوسری اقوام ہم سے تعلیم میں بہت آگے ہیں۔ تعلیم کی کمی نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے بچے یہاں آ کر محنت کر کے اپنی روزی بھی کماتے ہیں اور تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔
- ہمیں صحت کی جانب بھی توجہ دینی ہے۔ کمزور دماغ اور کمزور جسم مقابلے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ ہمیں صحت کی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر مسابقت کی دوڑ جیتی ہے۔
- ہمیں ”اتحاد“ کے جذبے سے کام کرنا ہے۔ ہم متحد نہ ہوں گے تو کبھی بھی کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ وقتی اختلافات دوسری بات ہے مگر جب ہمارے مسائل کی بات ہوگی یا اسلام کا مسئلہ سامنے آئے گا تو ہمیں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔

● جس طرح ہم نے ہندوستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر ایک جہتی کا جذبہ پیدا کیا ہے اس اسپرٹ کو برقرار رکھنا ہے۔ ہندوستان میں بھی تقریباً دو سو ملین مسلمان ہیں۔ دشمنی برقرار رکھ کر کبھی بھی مسائل حل نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر سہیل مسعود انہی مقاصد کے پیش نظر مضامین بھی لکھ رہے ہیں۔ ان کے انگریزی مضامین مقامی اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ وہ مغربی میڈیا کے اس تصور میں تبدیلی چاہتے ہیں جو مسلمانوں کو دہشت گرد بنا کر پیش کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے ہمیں میڈیا کے ذریعے چاہیے وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرونک۔ امریکہ کو باور کرانا ہے کہ اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمان امن پسند ہیں۔ قرآنی تعلیمات کو ہمیں عام کرنا ہے۔ اسلام وہ نہیں جو مغربی میڈیا پیش کرتا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ایک طویل جدوجہد کرنا ہے اور صبر آزما مقامات سے گزرنا ہے۔

ڈاکٹر سہیل مسعود کے عزائم بلند اور پختہ ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

ڈاکٹر سہیل مسعود اب خود شعر نہیں کہتے مگر شاعری کا مطالعہ ضرور کرتے ہیں۔ غالب ان کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ ان کے چند پسندیدہ اشعار یہ ہیں۔

اور کتنی دور ہیں ساغر عدم کی منزلیں
زندگی سے پوچھ لوں گا راستے میں گر ملی
(ساغر صدیقی)

غم ہستی کا آئندہ کس سے ہو جز مرگِ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہوتے تک
(غالب)

دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہرے ہونے تک
(غالب)

گفتنی

حصہ دوم

نثر نگاروں کا تذکرہ

تصنیف و تالیف

سلطانہ مہر

مہر بک فاؤنڈیشن

لاس اینجلس، ریاست ہائے متحدہ امریکہ

MEHER BOOK FOUNDATION

20873 East Walnut, Canyon Road,

Walnut, CA 91789 USA

E-mail: sultanameher38@hotmail.com

جملہ حقوق بحق مصنف و مؤلف محفوظ

نام کتاب: گفتنی حصہ دوم (نثر نگاروں کا تذکرہ)
مصنفہ و مؤلفہ: سلطانہ مہر
سن اشاعت: بار اول 2004ء
ناشر: مہربک فاؤنڈیشن،
لاہور ایجنس، ریاست ہائے متحدہ امریکہ
طباعت: اے بی پی پرنٹرز، کراچی
قیمت: 400 روپے (پاکستان میں)
25 امریکی ڈالر، 15 پاؤنڈ

اشاعت:
ویلم بک پورٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ
مین اردو بازار، کراچی۔ پاکستان
فون: 021-2639581/2633151
فیکس: 021-2638086
ای میل: wbp@welbooks.com
ویب سائٹ: www.welbooks.com

انتساب

یہ میری ادبی کاوش "گفتنی دوم"
اس کے نام ہے۔ جو ایک معتبر
افسانہ نگار، شاعر، میرا شریک سفر
اور شریک حیات بھی ہے۔ نام ہے اس کا
جاوید اختر چودھری

اظہار تشکر

میرے اس طویل ادبی سفر میں مجھے بہت پیارے، مہربان اور کرم فرم احباب ملے۔ جن کے تعاون اور حوصلہ افزائی نے مجھے سکون کی بہت سی ساعتیں فراہم کیں۔ ان میں سے چند نام خن ورنجتم کے انتساب کے صفحے پر درج ہیں۔ چند جو اس وقت یاد آ رہے ہیں وہ ہیں:

حسن چشتی، مجتبیٰ حسین، حمایت علی شاعر، غوثیہ سلطانہ، سید جعفر امیر، جاوید زیدی، ناصر خان ناصر، سید یونس اعجاز، خالد خواجہ، انور خواجہ، فرحت خواجہ، عرفان مرتضیٰ، یحییٰ اختر، ریحانہ قمر، تنویر کرمانی، نیلوفر کرمانی، ڈاکٹر فیروز عالم، قاضی اسد، آصف الرحمن طارق، نازنین محمود، شاہد ہاشمی، سیما ہاشمی، پرویز چوہدری، پروین پرویز، نواز صاحب، کنیز نواز، کلثوم اختر، مرزا علی اصغر، طیبہ اصغر، اماں، حمیرا، سمیرا، صائمہ، حلیمہ، خرم، قمر، عامر، نرگس، آصف ملک، ارشد ملک، فرزاتہ، زاہد حسین، شمین زاہد، قدیر خان صاحب، عائشہ قدیر خان، جاوید قدیر، پیاری بشری (چوچو) اور سلمان رب کریم فضل

فہرست مشمولات گفتنی حصہ دوم

- ۱۔ دور حاضر کے شعرا کا تذکرہ ڈاکٹر محمد علی صدیقی، کراچی پاکستان 9
- ۲۔ پڑھو! انانیت اور تکریم ابتدائی سے دور۔ ایک ناگزیر تذکرہ قیصر حسین، برٹنگھم برطانیہ 12
- ۳۔ جو میں نے دیکھا جاوید اختر چوہدری، برٹنگھم برطانیہ 15
- ۴۔ تذکرہ سلطانہ مہر۔ بحوالہ گفتنی اول مجتبیٰ حسین، دہلی ہندوستان 21
- ۵۔ ہمہ جود و ہمہ جہت شخصیت اکرام بریلوی، مسی ساگا کینیڈا 25
- ۶۔ سلطانہ مہر اور ان کی دو تازہ تخلیقات مختار زمن مرحوم، کراچی پاکستان 27
- ۷۔ گفتنی اول۔ ایک دلچسپ دستاویز بشری رحمن، لاہور پاکستان 31
- ۸۔ سلطانہ مہر ایک پورا ادارہ انور خواجہ، لاس اینجلس امریکہ 33
- ۹۔ گفتنی۔ ایک یادگار ادبی کارنامہ تاج سعید مرحوم، پشاور پاکستان 35
- ۱۰۔ منظوم خراج محبت ضیاء خان، لاس اینجلس امریکہ 39
- ۱۱۔ جو گزری۔ گزرنی سلطانہ مہر، برٹنگھم برطانیہ اور لاس اینجلس امریکہ 40

شمار	نام	صفحہ	شمار	نام	صفحہ
۱	ڈاکٹر ابن گنول۔ دہلی ہندوستان	44	۹۔	اقبال شہین۔ نظام آباد ہندوستان	103
۲۔	احمد بشیر۔ لاہور پاکستان	53	۱۰۔	محمد الیاس۔ میرپور آزاد کشمیر پاکستان	110
۳۔	احمد زین الدین۔ کراچی پاکستان	61	۱۱۔	ڈاکٹر الہی بخش اٹوان۔ لندن برطانیہ	116
۴۔	ادیب سہیل۔ کراچی پاکستان	66	۱۲۔	امجد علی مرزا۔ لندن برطانیہ	121
۵۔	اشفاق احمد۔ لاہور پاکستان	71	۱۳۔	انور خان مرحوم۔ ممبئی ہندوستان	129
۶۔	طہر رضوی۔ نورتنو کینیڈا	81	۱۴۔	ڈاکٹر انور سعید۔ لاہور پاکستان	142
۷۔	انصار اثر۔ دہلی ہندوستان	91	۱۵۔	سید انور سعید۔ ملی گڑھ ہندوستان	152
۸۔	ڈاکٹر افتخار نسیم شکارگو۔ امریکہ	97	۱۶۔	امیر اقصاء۔ ملویشرم۔	157
				جامل جاوید۔ ہندوستان	

صفحہ	شمار	نام	صفحہ	شمار	نام
		ب			ب
161	۱۷۱	ناصر سلطان کاظمی۔ جیسٹر برطانیہ	256	۳۲۲	حمید قیصر۔ پریذ فورڈ برطانیہ
166	۱۸۱	بانو قدسیہ۔ لاہور پاکستان			خ
183	۱۹۱	سید شمس الدین۔ سندھ	262	۳۲۳	خالد خواجہ۔ ایس ایچس امریکہ
		پاکستان	265	۳۲۴	ڈاکٹر خالد جمیل۔ ٹورانٹو کینیڈا
188	۲۰۱	مفتی صاحب۔ صوبہ سندھ			د
191	۲۰۲	ڈاکٹر پیدار بخت۔ ٹورانٹو کینیڈا	271	۳۲۵	ایبہ پدی۔ ہندوستان
		پ			ذ
200	۲۰۱	پروین عارف۔ لاہور پاکستان	276	۳۲۶	ڈاکٹر ذبیحہ بیگم۔ لندن برطانیہ
207	۲۰۲	پروین لاشاری۔ لندن برطانیہ			ڈ
		ت	282	۳۲۷	ڈاکٹر راحت سلطان۔ حیدرآباد دکن ہندوستان
211	۲۰۳	تنہم حسن طوی۔ جدہ سعودی عرب	285	۳۲۸	راشد آذر۔ حیدرآباد ہندوستان
216	۲۰۴	ترنم ریاض۔ دہلی ہندوستان	290	۳۲۹	رضا علی عابدی۔ لندن برطانیہ
220	۲۰۵	تسلیم الہی زلفی۔ ٹورانٹو کینیڈا	301	۳۳۰	ڈاکٹر رضیہ حامد۔ بھوپال ہندوستان
225	۲۰۶	محمد توفیق خان۔ سرحد ہندوستان			س
		ث	305	۳۳۱	محمد سالم۔ ندو جری امریکہ
229	۲۰۷	ثریا انعام۔ سان فرانسسکو امریکہ	311	۳۳۲	سیدہ سیٹھی۔ ٹونگم برطانیہ
		ج	320	۳۳۳	سلطان جمیل نسیم۔ کراچی پاکستان
235	۲۰۸	جاوید اختر پاشا۔ نیویارک امریکہ	324	۳۳۴	سلطان محمود۔ برٹن برطانیہ
239	۲۰۹	سید جعفر امیر۔ ٹیکساس امریکہ	330	۳۳۵	پروفیسر سلیمان اطہر جاوید۔ حیدرآباد ہندوستان
246	۳۰۰	ڈاکٹر جمال الدین جمال۔ تاشقند یوکرین	335	۳۳۶	بچے گوڑو لے۔ پونے ہندوستان
250	۳۰۱	جمشید مرزا۔ لندن برطانیہ			

شماره	نام	شماره	نام
419	سید عارف حسین خاں - نور پور - دہلی	342	سید عارف حسین خاں - نور پور - دہلی
422	سید عارف حسین خاں - نور پور - دہلی	346	سید عارف حسین خاں - نور پور - دہلی
428	سید علی احمد خاں - الہ آباد - ہندوستان	350	سید علی احمد خاں - الہ آباد - ہندوستان
432	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	356	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
437	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	364	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
441	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	369	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
447	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	373	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
454	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	378	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
458	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	382	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
463	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	386	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
470	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	391	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
477	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	397	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
485	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	400	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
493	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	408	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
502	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان	414	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان
507	سید علی امام نقوی - ممبئی - ہندوستان		

صفحہ	شمار نام	صفحہ	شمار نام
513	۸۰۔ پروفیسر منیر احمد پتوانی۔ مجھے چہ آزاد کشمیر پاکستان	513	۸۰۔ پروفیسر منیر احمد پتوانی۔ مجھے چہ آزاد کشمیر پاکستان
543	۸۱۔ واجد ندیم۔ شکاگو امریکہ	517	۸۱۔ سرتا۔ سر سرتا۔
549	۸۱۔ یوسف احمد۔ ممبئی بھارت	521	۸۱۔ نور محمد۔ ممبئی بھارت
554	محبتوں کا سفیر محمد شفیق موزک حق ہے کہ ہر بھارتی ممبئی	527	۸۱۔ عزیز علی۔ پٹنہ بھارت
556	۸۱۔ ستی پائیس۔ ممبئی	531	۸۲۔ ایم۔ جاسم۔ ممبئی بھارت
557	۸۱۔ ست پات۔ ممبئی	535	۸۳۔ نور شہزادی عالم۔ پٹنہ بھارت۔ انجینئر
		538	۸۴۔ نیام احمد بشیر۔ لاہور پاکستان

اس کے علاوہ ان کے منتخب کلام میں شاعرانہ رنگ و بو بھی نمایاں ہے۔ ان کے کلام میں
 ان کے اپنے آپ کے رویے کی وضاحت بھی مل سکتی ہے۔ چنانچہ ان کے یہ شعر ہیں۔
 جس بات نے سنا تھا میں وہاں سے کہ وہ پتہ نہ پتہ ہے۔ وہاں یہ وہی ان کی
 دماغ کا رنگ ہے۔ ۱۹۵۲ء میں بنی بانی اور ان کے انتخاب میں بھی ان کی تاریخ و ادب کے
 تہہ نہ ٹھیک کی گئی۔ ان کی پیش کردہ تاریخ و ادب کے بارے میں ان کے وقت کے رائج خیالات کی ان کی
 رائے اب سے بدلتی رہی ہے۔

ان کا پہلا کلام ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ان کے کلام کی تعداد بڑھ کر
 آگے۔ ان کے دور کے کلام یہ ہیں: "تاجور" (۱۹۶۹ء)، "سب سے پہلے" (۱۹۶۹ء) اور "سب
 سنت رت آئی" (۱۹۷۲ء)۔ ان کے افسانوں کے مجموعے میں "بہر سپہ" (۱۹۷۲ء)، "ان کی
 کہو پری" (۱۹۷۸ء)۔ ساتھ ساتھ ایک مستحکم نظریاتی بنیاد کی تلاش میں ان کے کلام میں ترقی پسند
 ادب کی علامتیں بھی ہیں۔ یعنی ان کے افسانوں میں "معلوم" اور "غیر معلوم" کی دو جہتیں ہیں۔ ان کے افسانوں
 ان دونوں جہتوں پر پیش قدمی میں رہتے ہیں اور ان کی زندگی سے بھی ان کی وسطی خدائی سے
 خلاف رواست ہے۔ اس طبقے کے پسند فرماؤں پر یہ دیریت سے نہ صرف تحریک رہا کرتے ہیں بلکہ
 روایتی طریقہ زندگی کے خلاف بھی قیام رکھتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ان کے ذہن کا تعلق ان کے متوسط طبقے سے
 رہا ہے۔ ان کے کلام کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی بنیادیں تحریری ہیں۔ ان کے افسانوں
 روایتی طریقہ کے خلاف علامت خدات ہیں۔ ان سے ہمیشہ ہمہ گیر کی برتری رہی ہے۔ چوں کہ وہ خواہ
 بہت آزاد خیال اور موافق طبیعت رکھتی ہیں اس سے ان کی کہانیاں اور ماہوں میں ترقی پسند فسانہ
 نگاری کا یہ قیام نظر آتا ہے۔

ان کی شاعری شاعرات کے بارے میں ان کی تائید کے لیے ان کی شاعرات کے
 کلام سے تاجور کی ہے۔ اس کتاب میں ایک سو پندرہ شاعرات کا تذکرہ ہے۔ ان کی پڑائی سے
 دوسرے ان کے تذکرہ نگار شاعرات کی ضمن میں "سجورا" سلسلے کی کتابوں میں پہلی کتاب میں پاکستان
 کے اردو شاعروں کے بارے میں مکمل تفصیلات انھیں کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

یہ کتاب جس میں سلطان مہر کی جانب سے کیے جانے والے سوالات کے جواب مختلف
 شاعروں کے ہیں، تصدیق پر مبنی مواد فراہم کرتی ہے۔ اس سلسلے کے تحت پہلی کتاب
 ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی تھی جس میں پاکستان کے بہتر (۷۲) شاعر کا ان کا یہ تھا۔ دوسری جلد میں
 نئی (۶۸) شاعر کا تذکرہ تھا۔ یہ کتاب ۱۹۹۶ء میں چھپی تھی۔ تیسری اور چوتھی جلدوں میں جو
 باقی ۹۹۹ء اور ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی تھیں۔ یہ سو بیانی (۸۲) اور نئی (۸۸) شاعر اور پیش
 کیا گیا۔ ان کے کلاموں میں برصغیر ہند کے دور ۱۹۴۷ء کے عہد کے شاعر جو بھی جہادی گئی
 ہے۔ ان کے یہ بات پر کے وثاق سے رہا کرتی ہے۔ سلطان مہر نے ہمہ گیر ادب و شاعری کی تاریخ مرتب

رہنے کے محلات میں اپنے سب سے زیادہ سبوں پسند ورتو بل بھر رہے ہوتے تھے۔

انہوں نے یہ کہ چار سو اسی (۶۴۱) سال میں کے بارے میں غیاثی تفسیر سے ایک جہاں ہے۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال کچھلی صدی کی ایک مہرکتہ اکثر تذکرے سے ہی ملتی جاسکتی ہے وہ ہے مولانا عبدالحی کی کتاب ”گل رعنا“۔

سلاطین مہر کے سے اب یہ مرحلہ درجہ صغیریت بخش ہے کہ ان کی ہاڈیس کسی بھی ریسرچ کار کے خلاف رکام آئیں گی جسے پاکستان کی روایتی اور لٹری کے بارے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔ حق مونی۔ انہوں نے اپنی زرین معلومات جن چار جلدوں کے لئے اکٹھا کی ہیں انہیں اس کام کے لئے خالصتہً ۱۹۶۹ء سے ساپ رواں (۱۹۷۰ء) تک یعنی کچھ بیس (۳۲) برس اراحد محنت کرنی پڑی ہے۔ اس طرہ سے ان کی زندگی بھر کا پھول جاسکتی ہے۔

امریکہ میں اس انجمن میں مہر کے سب تک اپنی تخلیقی ادبی سرگرمیوں میں ادبی ہونی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سلاطین مہر اپنے غیر معمولی کارناموں کے سے ہی طور پر زحد حریف و حسنین کی مستحق ہیں۔ انہوں نے ہر اس وٹاس پر خطا بردار ہے کہ جیسے جوش و ارغون اور چورہ کے ذریعے اشوار سے وٹو رکاموں کو بھی آسان بنایا جاسکتا ہے۔

ان کے دور حاضر کے شعرا کے تذکرے ”سنگھور“ حصہ اول سے لے کر حصہ چہارم تک اور شکاروں کا تذکرہ ”گفتی“ حصہ اول کی اردو دنیا میں جس طرہ پر برائی ہوئی ہے وہ اس میدان کے دیگر ایوں کے لئے بہت افزائی کا موجب ہونا چاہیے۔

سلاطین مہر نے جس ذمہ داری و عرق ریزی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا ہے وہ انہیں ناقابل فراموش تذکرہ نویس اور ادیب کی حیثیت دینے کے سے کافی ہے۔ میں ایک عرصے سے سلاطین مہر کی ریاضت اور خلوص کا قائل ہوں اور اب کہنے کو جی چاہتا ہے کہ چھریوں ہوں کہ ”سلاطین مہر یہ کام تم ہی کر سکتی ہو“

جاوید اختر چودھری پر منکھم، برطانیہ

جو میں نے دیکھا

یہ ۱۹۹۹ء کی بات ہے جب مجھے "نکستی" کے نام سے شری شری کے مال نامہ مل گیا تھا۔ اس مال نامہ اتنا دل چسپ تھا کہ میں نے میرے فوجی وپری طرن پن طرف توجہ دیا۔ کتاب کی خریداری کے لئے یو ایس ہنگامہ دہی، کر میں تھا۔

مجھے یہ بات تھی کہ یہ فیہ پاپ، سند کے اور سات سند پارا امرید میں ٹیٹھی ایک ناکس و پاپ کی جو ہم بھیجے ایکوں ۱۰۰ کے اب میں متعارف آتی پھر کے۔ میں نے سٹڈیہ نامہ کی سے قوت تھا میں ان کی کوئی کتاب نہیں دیکھی تھی۔ چنانچہ مال نامے کے وہ بات اب پہلے شہری نمونے "سار ذات" کے ساتھ اس خدمت میں روانہ کیا۔

اگرچہ اس نے میری کتاب کی نامہ را اب دیکھا کے پیش لفظ تقریظ و غایب سے مراد تھی اس نے میرے خیال میں یہ توقع ثابت تھی کہ سٹڈیہ میرے بارے میں پتہ چلیں گی۔ اگروہ دن طرف سے بھی جیسے کہ وہ بات سننے کی کوئی۔ یہ مٹی۔ وقت سے پہلے کے اس کے واسطے وقت کے جس پائے میں بن جائیت نظر آئی۔ وہ ۱۹۹۹ء میں معلوم ہوا اس کی کتاب "نکستی" کے مال نامہ پر آئی ہے۔ میں نے کتاب خریدی۔ اور اس کتاب کے سامنے سے مدد ملی، اس سے

بدلتے ہیں۔ یہ تیزی سے بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے

یہ کتابیں ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے
جو بدلتے ہیں۔ یہ وہی وہی ہے جو کہ ان کے سوال نامے کے

نہیں میں نے باتیں کیا۔ نئی دکانوں سے۔ شے باتیں میں وہ۔ ان کی دکانوں سے۔
 میں نے بدیع ان سے وہ میں بدیع ان میں باتیں میں وہ۔ ان سے بدیع ان سے تو ان سے
 وہ باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 عام پر نہیں آیا گیا ہے۔

میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے

میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے
 میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے

میں نے میں نے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے باتیں میں وہ۔ ان سے

Mr. Javed Akhtar Choudhry,

2 Birchtree Croft Birmingham B26 111 UK

مجتبیٰ حسین

ادبی، مندرجات

تذکرہ سلطانہ مہر کا بحوالہ گفتنی حصہ اول

سلطانہ مہر کا وقت افسانہ نگار، ناول نگار، شاعر، صحافی بننے سے پہلے ایک محقق اور مستند تذکرہ نگار بھی ہیں، ادویاتی زبانوں (Five in One) کہیں جڑتیں۔ باغیہ (۶۲) میں پٹ مندرجات سے شرمیلی میں پیدا ہوئیں۔ شادی سے بعد پاکستان میں، جہاں ان کا تعلق ادبی، گفتنی اور ادبی میونسپلٹیوں، خدمات انجام دینے کے بعد مزید منتقل ہوئیں۔ پچھلے دنوں بارہ برس کے اندر مزید شہر اس سبب میں آتی ہیں۔ وہ اب یہ ہیں، قومی شہر میں بھی ہیں۔

اسے اندوہناں اور پائتالو کا نام دینے سے پہلے وہ یہ کہہ چکی تھیں کہ "میں نے اپنے تمام حقیقی اور خیالی قارئین کو اپنے گھر میں بلایا ہے۔" اس نے بھی مکتبی میں بین بنی قہر "تذکرہ نگار" کے نام سے اس کے ایک (۱۶) تصانیف کیسپ چلی ہیں، ان میں سے چھ (۶) تصانیف تذکرہ نگاری کے ہیں۔

سلطانہ مہر ایک عرصہ روزنامہ "آواز" اپنی میں "تذکرہ نگار" کے یہ وہ قلم کار تھے۔ مرتبہ یا قلمی تھیں۔ بعد میں وہ (۱۶) برس تک پٹتالو کے نام سے "آواز" کے نام سے قلم کار تھیں۔

وہ قلم کار "تذکرہ نگار" کے ہیں۔ یہ مہر سے تک اپنے ادبی، شاعری، ادبی اور ادبی ادبی رہتی ہیں۔ ان سے آپ "انداز" و "جگہ" کا مطالعہ کر سکتے ہیں، "فول" کا "انداز" ہیں۔

— 100 —

[illegible]

اس کی سزاں میں وہ ایک (۱۰۰) سال کا قید خانہ میں رہا ہے۔
 دنیا بھر میں پیسے دے دیے۔ ان کے بیٹے نے اس کا نام "پاپی" رکھا ہے۔
 کچھ حالتوں میں وہ بوس کا مرنے والا یا قتل کے حالات میں بھی جہاں تک اس کا
 بار ہے اس میں وہ بھی مصروف رہا ہے۔ پاپی میں اس کے سر پر ایک ٹاپا بھی لگا ہوا ہے۔ یہ
 ایک عجیب و غریب رہنے والا ہے جو کچھ سچ بھی (۱۰۰) سال تک پائے ہوئے ہے۔ اس کے سر پر ایک ٹاپا بھی
 لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس ایک بڑی سیڑھی ہے جس پر وہ ایک بار سے اس کے پاس
 پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی خوشی ہے کہ اس کا نام "پاپی" ہے۔ اس کا نام "پاپی" ہے۔
 اس کا نام "پاپی" ہے۔ اس کا نام "پاپی" ہے۔ اس کا نام "پاپی" ہے۔
 اس کا نام "پاپی" ہے۔ اس کا نام "پاپی" ہے۔ اس کا نام "پاپی" ہے۔

تو تا همین میر ، در تخیل چو ، در شان حق حق ، در اندریان در کربل ، طلب بدش ۱۸
فارس آتی پری ، در یون چند صین ، در مذهب صدیقی ، در طبع و شعر ، در مذهب ، در حقوق
مذهب ، در نایه مسعودی ، در نیکوئی در نایه و -

دیدار میں تیرہ ماہ کا زمانہ اس کتاب میں شامل ہے۔ ان کے کام یہ ہیں۔
 دین کی بات، رفیعہ منظر، امین، سیدہ منظر، منظر، میں۔ ان کے ممتاز اور جدید نثر افسانہ نگار اقبال مسیحین
 کی کئی بری طرح نکلتی ہے (۱)۔

تکڑ میں سچا نہم کے بارے میں یہ بات اربتہ ایس کہ ان کی مادری زبان چرائی تے
 یں س نامی اور بیوا کی رہا رہا ہے۔۔۔ سچا نہم قابل مبارک پا چیں کہ انہوں نے یہ کارنامہ
 کیا ہے۔۔۔ سینورین محترمہ زکاتی اور اپنی شخصیت سید محمد حسن بھی، جن کیسین میں منہوں نے اس
 کہ تہی سہی جسے اس کی شاعت میں عملی قوس یا۔۔۔ سچا نہم کا پتہ لڑیل ہے (۲)۔

Mrs. Sultana Meher.

20873 East Walnut Cannon Road Walnut CA 91789 USA

• شوقِ حیات میں تمہیں یہاں تاثر رہا ہوگا۔

۲۔ اب یہ اقامہ برصغیر کے شہر بمبئی میں بھی ہے اور یہ قریب ہے

2 Birchtrees Croft, South Yardley Birmingham B26 1UU UK

(Sultana Meher)

اکرام بریلوی

مسی ساگا، انٹاریو، کنیڈا

’بمہ جو وہمہ بہت شخصیت

میں آپ حضرات کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا مگر چند نکات پر ضرور بحث کا مجھ پر
امکان رہتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ بڑا جواز رکھتی ہے کہ وہ مومن کی سنہری سیر کا مہم ہے۔
پہنچنے والے مہم کے ہر ناموں اور دلی کاموں کا ذکر کرتے ہوئے میں اختصار سے کام لے گا۔

سب سے پہلے اس طرح سے ہے کہ سائنس میں جو نیوکلیئر توانی (nuclear energy) کی
توانائی (اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسے وہ ترقی کی اور مثبت مشاغل میں صرفہ دہری میں۔
خدا نخواستہ اگر آپ مجھ سے اتفاق نہ کریں تو ”مختنی حصہ“ کے آخر میں تامل رہے ہیں مگر وہ
موقوفہ تحریف پہنچنے کی زحمت گوارا کر کے خواہ فیصد برائیں۔ اس سے قطع نظر، پتہ میرے جواب کے
ایک دو باتیں سماعت فرمائیں۔

سلطانہ مہم و خاندان کے بڑوں کا دیا ہوا نام ”قلم“ ہے۔ ان کی ماری کی ”میں جراتی“
ہے۔ درپہنچنے لکھنے کی زبان اردو۔ ان کا خلق مسکن فرقے سے اور وہ ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے۔
ان کی پیدائش کا سال میں جڑ نہیں جھال سکتا۔ یہ میرے ”دلی غم“ کا سال ہے۔ ۱۹۳۳ء میں
ان کا پہلا قصہ ”زمانہ“ انتخاب، مسمیٰ میں شائع ہوا جس کے پانچ سال بعد یہ ۱۹۴۱ء میں

وقت کا یہ دور یہ ہے کہ اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔

اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔

یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔

یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔

یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔

یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔
 یہاں یہاں سے آتے ہیں اور اس کے لئے یہاں یہاں سے آتے ہیں۔

تاج محمد

پشاور، پاکستان

گفتنی... ایک یادگار ادبی کارنامہ

ساتھانہ شاعر ہے، افسانہ نگار ہے، مصنفیت کے بھی اس کا تعلق روپ کی آواز
 دنیا سے خوشی کے شعلات کی مدد سے بھی رہ چکی ہے۔ ایک بہت سی عویس کی میزین روپ کی
 ایک بیانیہ سے اس کے بچنے کا ہے بھی اس کی ادارت میں شاعر کے لیے اس پر سنا ہے کہ
 صدائے دل کی چھاپہ دیاں تھی۔ آج کل وہ امریکہ کے شہر اس انیس میں رہا ہے۔ یہ ہے۔ تھی ص
 پاکستان کا چہرہ تھی ہائی ہے۔ اپنی سے ساتھ میں بہت باریکیاں ہیں۔ تھیں۔ تھی دوست اور
 واقعہ بدی رہا ہے تھی نہیں ہے۔ امریکہ میں رہتے، ہے تھی وہی شاعر تھی کچھ نہ کچھ کرتی رہتی
 ہے۔ وہاں سے ہی اپنی رہا ہے بھی شاعر، تھیں۔ شاعر کے لیے اس کی رہا ہے شاعر کے
 نہیں یہ، بعد اب وہ وہاں کی نے وہ شاعر ہے یہ کتاب مرتب ہے شاعر کے لیے ہے۔ وہاں
 اپنے آپ کو مصروف بھی رہتی ہے اور اپنی شاعری کے ساتھ ساتھ پیشہ کی شاعر ہے۔ وہاں
 جہاں اس نے اپنے شاعر کا کام کیا ہے۔ اس کے چار (۴) کمالیہ شاعری کے چار (۴) کمالیہ
 اور سات (۷) شاعریات اور ایک مجموعہ شاعر کی (۱۶) شاعر کی شاعریوں کی فہرست ہے۔ اس کی
 ہے۔ ان کے شاعر کے تھے ان میں سے اس کے شاعر کی شاعر کے شاعر کے شاعر کے شاعر کے

ہیں۔ یہ ایک ایسی ذہن پرست کتاب ہے جس میں ادیبوں کے بارے میں ایسی زندہ اور متحرک تحریریں
 ہیں جن سے نہ صرف ان کے فن کے بارے میں آشنائی ہوئے گا بلکہ ان کے حالات کے
 پیش روں میں بھی نئے نئے گوشے کھلے گا۔ کتاب کی یہ خوبی ہے کہ
 ہر کتاب کی ایک بابت پر مبنی ہوئے کام کو قارئین کو اپنی زندگی میں
 روئے کے حوالے سے سمجھنے میں مدد دے گا۔ اس کتاب کی نگینہ نگینہ
 پرچارشہیہ اور آئینہ کے دور میں کے ادیبوں کے ساتھ بھی رہیں گے۔ یہ ایک سرسبز
 نغمہ ہے (reference book) اور ہر کتاب کے بارے میں وہ سچائیوں اور حقائق
 کے مجموعہ ہے جو ان کی کتابوں سے ملتا ہے۔ (۹۹)۔ یہ کتاب ہر کتاب کے اندر بھی
 کتاب کے ساتھ ملتی ہے۔ ان کی کتابوں سے تیار کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اپنے ہینڈ
 (handwritten) اساتذہ ہیں۔ یہ سندیدہ تحریر یا شگوفی طور پر لکھی گئی ہے جو یادگار اور درمست ہے۔
 ان کی نگینہ نگینہ ہے۔ ان کے بارے میں پوری دنیا کے تذکرہ نگاروں کو ایک جہد میں تو نہیں
 تھا۔ ان کی اور بھی جہد میں جو ادیب ان کے بارے میں متعارف ہوئے ہیں۔ ان کی
 انتظار کا ہے (۱)۔ یہ کتاب یادگار اور جہد میں ہے۔ اسے ہر ادیب کی کتاب چاہیے۔

تاج محمد

یادگار

یہ جہد میں ہے۔ یہ ادیبوں کی زندگیوں کے بارے میں ایک ایسی کتاب ہے
 جس سے ہمیں سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس کتاب کی نگینہ نگینہ
 ہے۔ اس کے بارے میں ہر ادیب کی کتاب چاہیے۔ اس کتاب کے
 ہر جہد میں ہے۔ یہ ادیبوں کی زندگیوں کے بارے میں ایک ایسی کتاب ہے

بنام سلطانہ مہر

ضیاء خان

فروغ شعر و ادب کا پیام سلطانہ
دیار غیر میں اردو کا نام سلطانہ

نگاہ اہل ادب میں، تمام دنیا میں
بہت بلند ہے تیرا مقام سلطانہ

کسی حوالے سے دیکھوں، کمال لگتا ہے
کہ کارنامہ ہے تیرا یہ کام سلطانہ

یہ نظم، شائستہ و قریب رشتہ
مخمس کا قلم ہے یا اہل قلم سلطانہ

ضیاء خان سے ملتی ہے یہ دین کے
خدا کے نام سے بارے ہمارے سلطانہ

[illegible]

ان طرح وارو سینہ کے تختِ فخر شاہدِ باہمی کا ذرا آواز بیٹا — شاعرانہ حاشا چین سے
 قوافی میں ہوا غزلیہ کی جاہلی گستاخ — قوافی میں جواب دہا غزلیہ کی جاہلی
 کے لئے جتنا کہتا رہتا ہے میں یہ جانتا ہوں۔

[illegible]

میں نے پتہ نام سے ہمیشہ زیادت ہوتی تھی پر کبھی نہیں ماری اور یہاں وہاں سے سارے
مردم کے اپنے پڑھنے والوں کے سامنے نہیں رکھ دیا جیسا کہ ماضی میں تھا۔ ان کا دل نے یہ
سب سمجھ لیا ہے۔ میں نے تمام دل کی باتیں ماضی میں جو شائع ہوئی ہیں اور مجھے خوشی ہے۔
میرے دل کی باتیں سننے والوں کے لیے حوالے کے طور پر ہمارے قریبی ہیں اور ان کی یہ باتوں سے استفادہ کیا
جائے گا۔ ہمارے پڑھنے والوں اور ماضی کا نام بھی، یا اب جبکہ ایک ماضی کے ساتھ ہے میں انہیں
نے میرے ہفتہ تعارف میں معمولی سی ترمیم کر کے وہ تعارف کی تصویر کے ہمراہ جو میری کتاب میں
شائع ہوئی ہے اپنے نام سے شائع بھی کرادیا اور اس میں میرے علم میں آیا کہ میں نے یہ باتوں
نے ماضی کا دل کی۔ قلم۔ نظم۔ ایلین آرمینوں کے ساتھ میں نے اپنے دل والوں کے ہاتھوں کے
دکھائے اور ان کے مدد تعاون کا شکر بھی ہوئی۔

ایسے ہی ایسے ایسے ہی وجہ سے برصغیر میں متعقد ہونے والی اردو کانفرنس میں شریک ہونے
 والے علماء نے عید کے تعارف کو میں "اشغتی" نام میں شامل نہ کر لی۔ بات تھی صرف اس سے کہ
 متا سے دو چیز ارفا یعنی۔ جو انہوں نے قرآن میں اردو کے موضوع پر کانفرنس میں پڑھا تھا،
 میں اس کے یہ وہی ارفا کا حوالہ ان کے تعارف میں دینا چاہتی تھی مگر انہیں یہ حق نہ ملے، یہ کہ
 منع کر دیا۔ یہ بات جب میرے علم میں آئی تو میں اس رویے کو ناقص کا نام دے کر اسے سنی تھی یہ وہ

وہی پانی۔ اور بے خن و رنجہ کے ساتھ اس کی توفیق نہ ملنے کے باعث چند دنوں میں
 نہ نہ کر سکا اور نہ امید کی تا - کار رہی۔ یہ تادمہ رات سے جی جناب صف زیدی اور قبیل
 صاحب تے ہی نجات دلائی۔
 بدقوائی سے سب کو جزا ہے۔ یہ وہاں ہوئیوں کا صلہ بھی ہے۔ میں تادمہ فہمیا کی
 دے سکتی ہوں۔

سلطانہ مہر

۱۴ مارچ ۲۰۰۴ء

2, Birchtrees croft

Birmingham B26-1EF UK

Email: sultanameher38@hotmail.com



”میں تین سو تیرہ سے زیادہ چوکیاں تین سو تیرہ کی فتح کا
بار عید بھیا چکا۔ وہ سب ملے چار سو دس گنا“
(مذہبیرا دیوانہ ہو گئی)

سید
سید

ڈاکٹر ابن کنول

ملی، ہندوستان

میں دیوانہ کے نام سے مشہور ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر
نہ دیکھا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔
میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔
میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔

”دیوانہ“ میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔
میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔
میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔
میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔

میں نے اپنے آپ کو ایک دیوانہ کے طور پر نہ دیکھا تھا۔

سے قلہ میں نہیں آئے تو ایسے بڑے بڑے مقلد بھی بن گئے۔ ان کی ہر ساری بات کو خوشی پر ستار دی گئی۔ ان سے نہیں کہا جاتا کہ یہ سب تو اس زمانہ کی بات ہے، یہ وقت گزرتا ہے، یہ وقت بدلتا ہے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو انسانی سائنس ہے، یہ تو انسانی نفسیات ہے، یہ تو انسانی معاشرہ ہے۔

[illegible]

”میرے لفظوں سے، مجھ سے، تمہیں کیا پتا ہے؟“

[illegible]

میں نے ڈاکٹر ۲۵ برس میں سوتے راہ افسانے لکھے، پانچ برس قبل میری

4. $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

’آپ کی کتاب“ کتابوں سے ہمارے ہمارے تئیں پہنچا رہی ہے۔ آپ کے
انسانوں پر ہمارے اثرات بھی ہیں اور ایک مسلمان ہمارے تئیں پہنچ رہی ہے۔
میدان میں بھی قدم رکھ رہی ہے“ بنی بنی سے اس سوسائٹی کی جو بنی بنی ہیں۔

[illegible]

میتے ہیں۔ مٹی، دروں کی محنت انھیں ”عصا حسب کتاب“ بنا گئی ہے۔ وہ اپنے نام کے ساتھ مرتب کنندہ سر تان بگتے میں اور کتاب سے کسی ایک جوہر قرار دے گا یہ اب ادیب کے لئے جانتے ہیں۔ اند میں نے ہی جو کہ سے تنقید و تحقیق کی ہے۔ میرا یہ خیال یہ خواہرست ادیب کی موضوع پر ہے جو سن ۲۰۰۲ء سے کتاب نمائش میں شائع ہوئے۔

ابن کس نے کچھ دیگر خسر، سلسلہ نقد کے موضوعات کو کہا ”آپ نے میری کتاب“ استانی سے ہواں تھا کا جو کیا ہے۔ اس شخص میں عشقِ قربان ہے۔ دراصل داستانیں قی ہمارے فلسفوی لب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ یہ ہماری تہذیب کی عکاس ہیں اور ان کے اندر حافظہ کا پیر، زانیہ و موجود ہے۔ زبان کے استعمال کا سلیقہ بھی ہمیں یہی، ستائیں سلجھا تی ہیں۔ میں سے خواہ ستائیں پڑ کر رکھنا سیکھا ہے۔ ”روستان خیال“ جیسی ضخیم داستان میں سے غلط بہ غلط پڑھ لی ہے۔ اردو کی کچی معرفت، ستافوں کا متوجہ یا ہے۔ ستافوں کے ذریعے میں کہانی بیان کرنے کا انداز سیکھا ہے، ستافوں کی طرح کہانی میں کہانی پیدا کرنے میں افسانے کا پیمانہ تیار کرتا ہوں۔

شاہد کہتے ہیں۔ میں نے اتنی کہیں سے متاثر نہ رہا یہ اندر نقیہ پایا ہے ایسا نہیں ہے۔ میں نے درست ستافوں کا شعور پایا ہے۔ داستانوں میں جس وقت کہ نہیں ہے۔ آئن کا لٹنے، سافیسڈ اس انداز انھیں اپنا کام بدلہ معاوضہ جدت کے ہم آئنگ ہے۔ اس کے مشمولات اور مسائل آنے ہیں۔ اس کی تخلیق عصری تقاضوں کے حامل ہے۔ داستانوں کا یہ ادیب میں ملتا تھا کہ سن نہیں ہے۔ آئن کے وقت سے لٹرن کار داستانوں کی اندازیوں اختیار کیے ہوئے ہیں۔“

اب انصار کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

[illegible]

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840.

1

یہ سب باتیں دیکھ کر میں سمجھا تا تھا کہ یہ سب خلیق کا ہے۔
 شام کو جب یہ خلیق میں آتا تو یہ فساد کا پرچم بلند کرتی پھر صحت مندی کا
 دیر میں صحت میں رہتی ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک مقام پر پہنچ کر وہاں سے
 شام کو آتا ہے۔ وہاں سے ان کی سب باتیں وہاں سے ہی رہتی ہیں۔ ان کی باتیں
 ہیں اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔
 اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔ اب یہ ہے۔

۱۰۰ کے رسم الخط میں تبدیلی کے حوالے سے انہوں نے کہا

[illegible]

”ترقی نہیں۔ مگر ترقی قدم قدم پر (۲-۳) جی نہیں۔“

”ترتین ساتیوت ریو، یہاں قاتل ساتیوتیوں فتح کے بارے میں نہیں جانتے۔“
 سب بھی بے پارودہ گار تھے۔“

یہاں کوئی قیامت سے استثناء نہیں کیا ہے۔ افسانہ نگار کا مدعا یہ ہے کہ دینوں نے
ہمیں دلوں کی مانیوں کی خاص شہادتیں دکھائی ہیں۔ آئینہ ہے۔ دلوں کی جو چو
قصہ نویسی کے طرز کی ہے۔“

متن پر غور کیا تو قریباً یہ ثابت ہو گیا کہ جو کہیں نہیں۔ جس نے وہاں محبوب
ملاقات کشیدہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

”آٹھویں دہائی نے اردو کو اس کی محبوب متاع گمشدہ یعنی افسانہ دیا۔ اس سربہ شدہ نام نہاد جدیدیت نے افسانے کو چیتاں بنا کر ان ہزاروں قارئین سے اسے نچھین لیا تھا۔ افسانے میں انسانی مسائل کے تحقیقی افسانوی اظہار سے مانوس تھے۔ مرنے والے افسانے پانچ سوں جاتے تھے۔ اردو میں افسانے کی ساری ساری محنتیں ان کے ہاتھوں میں آگئیں۔ دہائی کے آخری دو عشرے اور

وجو ان سبوں کا نمایاں حصہ رہا ہے ان میں، اکثر ان ناول کا نام سمیت رہتا ہے۔ انھوں نے
 وہ دن، ستاروں کے تہذیبی کردار پر فطرت کی سند ہے۔ ان سے وہ میں افسانہ کی روایت
 کا شعور رہا۔ اپنے ہم سنوں سے پتھر دیا وہ ہی رہتے ہیں۔ انھوں نے متعدد کہانیوں میں تکنیک کے
 جو تجربات کیے ہیں ان میں، سرائی شریستی کی سند آسانی سے کی جاسکتی ہے۔

دوسرے نوجوان ادیبوں کی طرح ابن کنول کا مسئلہ بھی آج کی ان سے اپنے مہدی وہ
 تہذیب و زندگی ہے جو مریک محرمیوں، بچہ پیشوں، جبر و تشدد اور عدم تشدد کے آئینے احساس سے
 ندر اندر نکلتی ہے۔ جو بے پشت کی آرزو میں ٹک دوڑتی جہنم کے دہانے پر آجاتی ہوئی ہے
 لیکن ان میں اس صورت حال سے ہر سانس اور ہڈی نہیں ہیں۔ پس آئی بے درد و پرچہ
 جاتا ہے اور وہ بھیڑ میں لوگوں کو اپنی ہی طرح بے زور اور برآمد دیکھتا ہے تو اس کے ہونٹوں پر
 وحشت مسکراہٹ ابھر آتی ہے۔ قیہ کی دنیا کے دس بھی مایوسیوں کے سبب اس سمندر میں خود
 غرق کرنے کے بجائے آخر میں اپنی ٹھیکنی ہوئی زمین، ٹھیکنی ہوئی خوشیوں کو وہ پس پٹنے کا حزم
 سے میں لیکن یہ رہائی اندر کسی فرمولے کی مدد سے اس دنیا میں نہیں جاتا۔ "خواب"
 اور "شام ہونے سے پہلے" میں وہ جن مسائل و مسائل سے چلتے ہیں ان کی شدت، شدت اور
 معنویت وہ بڑے موثر انداز سے قدرتی کے دل میں بکھرتے ہیں اور ان کا بولی گل بتانے پر
 سے ہمیں رہتا ہے۔

سب آپ اس ناول کا ایک مختصر مگر پُر اثر اور گہرا اثر "نیا عہد" نیا درندہ پڑھ لیں
 آپ کی چاہے گا کہ ان کی درکبازی بھی نہ ہو پڑھی جائے گی۔

نیا عہد... نیا درندہ

اپنے ساتھی بچوں کو ناراتے کرتے اس کی حالت کی بنی تھی، وہ ہزار ہنگاموں سے
 گاؤں کی طرف یہ کہتا ہوا دوڑا چلا آتا تھا۔
 "شیر آیا، شیر آیا"

او گندریہ کا گھر تھا اور اس نے گندریہ سے زکریا کی کہانی سن رکھی تھی، وہ سبوں سے
 سینہ بہ سینہ پہلی آرہی تھی۔ وہ اپنی بکریوں کے ساتھ ان ہنگاموں میں رہتا تھا۔ ڈنگلی جانوروں کا
 خوف ان کے دل سے محو ہو چکا تھا۔ سے معلوم تھا کہ اب شیر ابھی نہیں آئے گا۔ سارے شیر
 دڑتے، چلتے ہیں یہ چڑیا گھروں میں قید ہیں۔ لیکن چرمی وہ سب کو آنا ہی بتاتا تھا۔ اس کی آواز
 ان شوق اس کا مذاق بناتے تھے وہ چرمی پر امید تھا کہ ایک دن یہ منہ نہ دے گا۔
 کہ یہ مہربان اس کی آواز سن کر ہمدردی سے اپنے بچوں سے ہوا۔

"یہ مذاق بھی پکھل ہو گیا ہے۔ ایک چاند سے جیسے شیر اس سے جیسے آتا ہے۔"

کہاں شہر سے تو یہ دھپ چھٹی نہیں رہتا۔ شیر تو ٹھہر۔ بہار سے روئے میں تھے۔
 "یسے ہوتے تھے وہ شیر؟" احمد حسین کا لڑکا پوچھتا۔

"تو کیسے اچھے ہوتے ہیں۔ یہ بارہوئی نے پاس کے جنگل میں شیر آکر لیا ہے۔
 انگریز بہادر نے مارے، وہ بابا بے ہوش ہوئے، مارے، مارے، شوق تھا اپنی قوم کے رکنی کے۔
 "تو رستہ رستہ تھے شیر؟" آپ نے دیکھا یا شیر شاہ سواری تھے؟" انہوں نے کہا۔

کرتا۔

کہاں انہوں نے دیکھا تو رنی سے شیر کا شمار کرتے تھے۔ انگریز بہادر کے پاس بہادری
 بھی تھی۔ انہوں نے دیکھا تو رنی سے شیر کو مارے، مارے، مارے، مارے، شوق تھا اپنی قوم کے رکنی کے۔
 "مرد شیر کے ساتھ یا تصویر کھینچا، انہوں نے شیر کے ساتھ تصویر کھینچا، تو بات تھی، ہاں
 نظر کرتا۔

بے رندہ ہوتا تو کھانسیں جاتا۔ آج کل کے تیرہوں کی طرح قبوڑے ہی تھے وہ شیر
 جو آدمی سے ڈرتے ہیں۔

"آدمی سے تو کبھی جانور ڈرتے ہیں۔ مرنے میں دیکھا نہیں، اس طرح شیر، چیتے،
 بھاء، باقی آدمی کے سامنے مصیبت سے بے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بات کی بات کو آگے بڑھاتا
 ہے۔ باپ اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ہاں یہ بات تو ہے، پہلے دنگل میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ آج کل شہر میں
 باتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں۔" ٹنڈریہ کاڑھا بھی کبھی کسی پہاڑی پر چڑھا، نہ چھوڑا اور کبھی
 کسی پیڑ پر بیٹھ کر چنچا:

"بھینڑیا آگیا... بھینڑیا آگیا... بھاؤ... بھاؤ..."

وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید بھینڑی کے نام سے دنگل میں کے ٹیکن جو دنگل میں
 سے اس طرح بھاؤ ہوئے تھے جیسے رات کو چاکیدار کے 'چاٹے رہو، چاٹے رہو، چاٹے رہو' کے
 باوجود سوتے رہتے ہیں۔ کوئی مرد، کوئی عورت، کوئی بچہ ٹنڈریہ کے دنگل کی آوار میں کرگھ کے
 اندر نہیں جاتا، اور نہ کھڑے رہتے تھے، کھڑکیاں بند نہیں ہوتی تھیں، کالیں کھلی رہتیں، دنگل
 محسوس کے مطابق مڑوں پر ٹھوتے رہتے۔ عہدِ مذہبی وہاں کی تھی:

"یہ زکا بھی پکارا ہے۔ مرنے کی بجائے شیر یا بھینڑیا آگیا تو سب چاٹا جھوں جاے
 گا۔ کہانی والا حال ہوگا۔"

"اکی ماں آپ نے کبھی بھینڑیا دیکھا ہے؟" عہدِ مذہبی پوچھتا

"ہاں! کئی بار... لیکن بچپن میں، جب ہم چھوٹے تھے، انگریزی طرح گاؤں میں
 بھینڑیا آجایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی بچوں کو اٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔"

”اؤک اسے مارتے نہیں تھے۔“ عبداللہ دریافت کرتا۔

”ہاں! مارتے یوں نہیں تھے۔ ہمارے گاؤں میں اس وقت کسی نے پاس بندوق نہیں تھی... لائچی اور پلم ہی سے مارتے تھے۔“

”لوگوں کو ڈر نہیں لگتا تھا؟“ عبداللہ پھر کہتا

”ڈر بھی لگتا تھا لیکن اپنی حفاظت جی تو نہ دیتی تھی۔“

”دادی اماں اب بھیڑیا، کیوں نہیں آتا؟“

”اکی اماں جس کڑبٹیں

”اب تم سے ڈرتا ہے ورنہ تو ہر طرف بھیڑیے موجود ہیں۔ اس سے اب اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“ عبداللہ حیرانی ظاہر کرتا۔

”آہستہ آہستہ تم سب سمجھ جاؤ گے۔ خدا تمہیں ان بھیڑیوں سے سلامت رکھے۔“
دادی بڑی پرورد آواز میں کہتیں،

عبداللہ دادی کی بات سمجھنے کی دھشش کرتے کرتے ہوتا۔

گزرے گاڑا گھاس سے میدان میں بھرپور کوٹھنڑ کر کھیت کی منڈیر پر چاٹتا ہوا
دوڑ رہا تھا۔

”بھاگو... بھاگو... لکڑیگھا آگیا.. بھاگو...“

اس نے سوچا شاید لکڑیگھا کا نام سن کر وہ بھٹکیں گے لیکن کوئی نہیں بھاگا۔ سب بڑبڑاتی
کام کرتے رہے۔ لکڑیگھا کا خوف، اس سے دور ہو چکا تھا۔ سب جانتے تھے کہ لکڑیگھا کا
جاؤر ب لیکن اب ڈرنا کوئی نہیں تھا۔ اؤک اس سے نما جاؤر کوٹھنڑتا سمجھنے لگے تھے۔ مگر اپنی
ماں سے کہا:

”ماں! لکڑیگھے کے تو بہت سے قصے مشہور ہیں۔“

”ہاں یہ جاؤر بڑی خاموشی سے سمجھتا ہے۔ آدمی سے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ نہ چتا
رہتا ہے لیکن آدمی سے بھلا دن دیت پاتا ہے۔ چوہاں پہلے یہ لکڑیگھا کی گھاس آگیا
تھا۔ یہ آ کر اپنی سب حیوانیت بھول گیا اور اپنی چھوٹی سی دم بٹا کر بھاگ گیا۔“

گزرے گاڑا چلاتے چلاتے اٹھ رہا تھا۔ یہ بات سب دیکھ رہے تھے۔
لکڑیگھے کے نام سے بھی بگ خوف وہ نہیں ہوتے۔ بہانوں میں تو تایا جاتا ہے اور حقیقت میں
نہ کہ یہ جاؤر بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ پھر یہ وجہ ہے کہ لوگوں کے دلوں سے اس کا ڈر مٹ گیا
ہے۔ وہ رورانے گاؤں والوں کو ڈرانے کی کوشش کرتا تھا لیکن اُن کے سینے اس کا پاگل ہیں
سمجھتے تھے۔ پھر ایک دن ہوا یوں کہ بھریاں جراتے چراتے وہ سرت تھری سے چاٹتا ہوا اس کی

طرف میں:

چھوٹے چھوٹے پتھر آئے ، ہلکی آواز آئی ۔

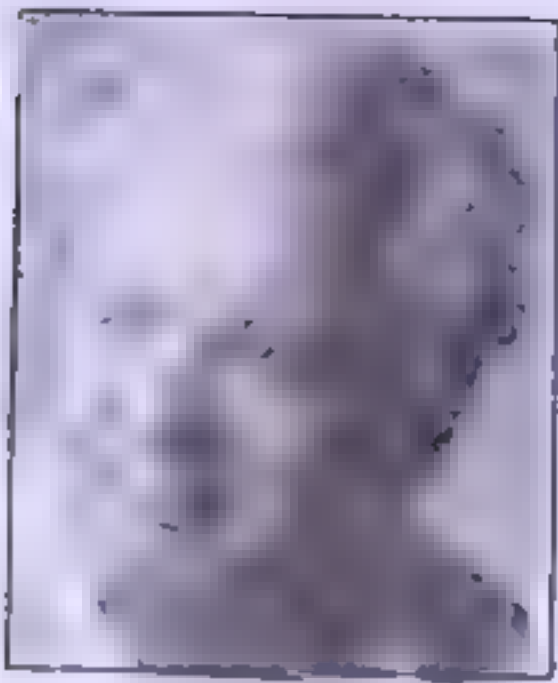
نہی یہ آدمی جیسے دل و گویاں سے دلوں سے ملنے کی پوری کوشش میں نہیں آتی۔
 مذکورہ بات کا اپنے خدو میں طرف سے نہ ملے۔ چپ بچپتہ ہی خدو میں نہ آتی ہے اور اس سے
 بندہ تکتا رہتا ہے۔ اس کی بہبود پیشوں اور بچوں کو متغیر ہمدوں پر چھپانے کے بار بار بندہ تکتا رہتا ہے۔
 ان کی دیر میں چاروں طرف شکاماتہ یا۔ دشت اور وحشت مڑوں پر منہ آتے ہیں۔ کڈریب کا شکار
 ایک وقت میں خاموشی کا مستحضر رہا تھا۔

Dr. Ibne Kanwal

36 III-Floor, Lane No. 2

Noor Nagar Exth Jamia Nagar, New Delhi 110025 INDIA

E mail: ibnekanwal@yahoo.com



کریا۔ اہل نظر تازہ بستیوں آباد
ہر گھر میں سونے گھر۔ اعداد

12/2/2019

پیر ۲۳

احمد بشیر

لاہور، پاکستان

[illegible]

اب یہ تحریر ”پیش لفظ“ کے عنوان کے اندر شریقی کے تحت ن کوں کی کتاب کے ۱۹۹ء میں موجود ہے جو ۱۹۹ء میں شائع ہوئی ہے اور اسے قادی صورت میں اس کے نام سے ۱۹۹ء میں احمد نوکس اور افسانہ نگار نوکس جاپوید کے مرتبہ جمعہوں نے قادی احمد شریقی کے نام سے ۱۹۹ء میں

اخبارات کو نکال کر کتاب کا مواد جمع کیا تھا۔

اس کتاب میں ایسا یہاں ہے۔ مومن صاحبوں نے احمد بشیر کو، جب اٹھل ق روک دیا۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب پر جس اور احمد بشیر کی مرید بن گئی۔ مگر مجھ سے پہلے جو یہ اختراع کی تھی اس نے مرید بن گیا۔ انہوں نے کتاب میرے پڑھنے سے پہلے نکال لی اور وہ مجھ سے زیادہ احمد بشیر کے (اور ان کی حد تک) مرید بن گئے۔ اس کی صاحب راوی اور میری پیاری سہیلی احمد بشیر جب برمنگھم میں آئیں تو جو یہ صاحب احمد بشیر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتے تھے سب جیسے رہتے۔ پھر انہوں نے ملے کر یہ کہ اس سال ۱۹۷۲ء میں جینی اب سے (آئی فوری کی چھ تاریخ ہے) وہ وہ بعد جب وہ پاکستان میں اپنے گاؤں ساہوادی میں سے واپسی فرست میں ہو رہا تھا احمد بشیر جی سے ملیں گے۔

ایک میں اور جو یہ صاحب کا یہ احمد بشیر کی خریدوں کے شیدائی، نیو کے ہر خطے میں ملیں گے۔ مگر جیسے قدر ان کے قدموں میں صرف محبت و عقیدت نے چھل چھانکتے ہیں لیکن وہ اسلئے اور ان آسمان تو انہیں درباب قدر اور اختیار کی بات کرتے ہیں۔ مگر وہ کیوں ہیں؟ وہ جس کو نوازتے ہیں تو اپنی غرض اور نیت و نیت کے تحت وہ جب چاہیں ان سے نظریں بھی پھیر لیتے ہیں جیسا آج کل پاکستان کے مایہ ناز سانس، ان عبد القدیر خان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں نے فی دی کی خبروں میں ایک نے عبد القدیر خان صدر پاکستان کے ساتھ بیٹھے ہیں اور نیوز کاسٹر (newscaster) کہہ رہا ہے کہ انہوں نے صحافیوں کی اور صاحب صدر نے نہیں صرف مرید احمد بشیر خان کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہیں اس سے چند روز پہلے ہیں، وہی جو ہمارے ایک محترم صحافی عبد القادر حسن نے ۱۵ فروری ۱۹۷۲ء کے عالم (روزنامہ "ڈنٹ" لندن) میں لکھا ہے کہ فون پر عبد القدیر خان نے ان سے کہا کہ انہوں نے اپنی مدت حدی حدی کے یہ مرید ہے۔ وہ ان کے علاوہ اور بھی یا سکتے ہیں جیسے احمد بشیر نے لندن نیوز دی تھا۔ "یوں" اس کیوں کا جواب دیتے ہوئے وہ کہتی ہیں کہ "نکھوتے والوں نے پیسے نہیں دیئے۔ یہ اور وجہ یہ بھی کہ "خبریں لکھوں" علم ادب کی خدمت کا مجھے کوئی شوق نہیں۔ میری بیوی و سب میری باقاعدہ فوج سے متعلق ہے۔ اخبار میں کام کروں، رسالے کی مدیری کروں یا راجی میں سب کچھ کیوں کروں، اسے صرف مہینے کی پتی کو نکالنا چاہیے۔"

خدا جانے احمد بشیر نے زندگی کیسے گزاری۔ مگر بس گزار ہی لی۔ احمد بشیر کی خاتون اس اور خاتون خاندانہ جو بھی تھیں سو وتری سے کم نہ ہوں گی، اس لئے جیتے جی احمد بشیر کی محبت میں سستی ہوئیں مگر احمد بشیر سے پھر بھی جڑی رہیں اور جڑی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کے بیٹیوں میں سے بشری انصاری اور نیلم بشیر کو دیکھا ہے۔ دوسری بیٹیوں کی طرف سے ہے۔ یہ بیٹی بھی بے ہمایوں شیخ جو امریکہ میں ہے اور جس کی ریا کوئل شیخ کے نام احمد بشیر نے اپنا نام دیا یا "دل بھگے گا" منسوب کیا ہے۔ ان بچوں کو وہ بیٹیوں سے مل کر پالا ہے مگر یہ سب زیادہ ریڈت (credn) ہے، مگر اس کے ساتھ "بیوی" کو بھی بانٹنا چاہیے کہ وہ "احمد بشیر" کی بیوی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس لئے کہ

”امیر شیریک اچھا، نہاں ہی نہیں، ایک عالم، دانش ور اور پالے کا اویسب بھی ہے۔ بتوں ایہ سن“ وہ بے
 ترین خیالات کا ریکارڈ ہے۔“ جان مارنے کے اغاظ میں ”وہ دانش ورانہ افکار اور سچے جذلوں کا
 تبارکے۔“ مرید بات خلیوں میں کسی بھی تحقیق کی پیش تر میں ایک فکر، حساسات کی ہرانی، میرانی
 اور ایک تخلیقی شعور و جذبہ کا رفرما ہوتا ہے۔ ”وئے کے بتوں“ کسی فن پارے کو سمجھنے کے لئے اس کے عہد کا
 سمجھنا اور اس ضروری ہے۔“ چنانچہ امیر شیریک کی تحریریں بھی اس کے عہد کا تمام تر پس منظر لیے ہوئے
 ہیں۔ چاہے ان کے خاکے پڑھے جائیں، ان کے کام یا ان کا سوانحی ناول، سب ہی میں ان کا عہد گویا
 ہے۔

میں نے انہیں "گفتنی" حصہ دوم کا سوال نمبر بھیجی تو ان کا جواب آیا۔ میرا بی چاہتا ہے کہ ان کے لئے جو بات و جوں کا توں قارئین تک پہنچی دوں کہ ان میں بشیر احمد کی باقی کی ایک جگہ کا نہ چاشنی ہے۔ ملاحظہ ہو:

مکتہ مدرسہ مظاہر میں اس غریب شہ کو آپ نے کہاں بیٹھو کر یا کیا۔ اس پر میرے شکریہ قبول ہوئے۔
تمہارے ابا تھے مگر آپ کا حکم ہے تو دوبارے حاضر ہیں۔

ہم۔ احمد شیر بادشاہ۔ ماضع بن بابا، ماضع کو جراس ۱۱ (مارت پیدش، ۱۹۲۲ء) دیکھنا خاص
مست تاحم ان کی جینی نیکم شیر کے اسی میل کے مطابق ان کا سن پیدش (مارت ۱۹۲۲ء) ہے ۱۱ ابتدائی تعلیم
اپنے قصبہ میں پائی، ریجویشن سری نگر شمشیر سے کیا۔ فلم میں ایم اے کی سند اس شخص سے لی۔

بہت لوگوں نے مجھ کا جزو کورف زلیہ پہلوان گلاس اکا منکشی میں لے آست تھے۔ غمراہی آرا
تھیں، اے خدا مٹی خان، دراستا، بندہ خان بھی میرے روم فرما تھے۔ مہاراجہ پٹیا۔ نواب پٹیا، مہاراجہ و انور
حسین، کھو، قیہ کے ساتھ نرسٹ خیل۔ مہی میں برتن چندر کے گھر میں بنی اور متا رہتی ہے ساتھ ایک
گھر ہے میں رہا اور سندوستان ہے بڑے تکی پسند ایوں کے تعلقات رہنے۔ مٹو کے مری پھنک تھی۔

حکومت۔ فروری ۱۹۴۷ء میں "مرکز" سے زندگی شروع کی اب یہ نہیں رہے ہوں گے۔
 ؟ یہ ہے کہ تیرہ ماہ پہلے میں آیا، درجوں کے اچھے میں سے انہیں نہیں دیکھا تھا لیکن
 شوخی میرے لئے دروازہ کھول گئی۔

میں متاثر ہے۔ تاہم، تاچہ فح حسن حسرت سے سوئے مگر غفلت میں نہ ہوا۔ انہر فائیں بھکت
 ہوں۔ مولانا محمد رسول مہر جمی جی رہی ہر مآئی تے مگر بنیادی طور پر وہ تعلق تھے۔ ہاں ایک یہ کہ نامہ
 ہے اور وہ یہ ہے کہ اردو سہفت میں نیچر رنٹ (feature writing) کی ابتدا میں نے کی۔ اس
 موٹی۔ چر میں نے چند برس امریکہ کی سہفت کی اور اردو انگریز کی مآد میں پتاتوں سے تریا تھا مگر
 نہ کہ اخبارات سے نکال آیا یوں کہ اخبار کی یا سکی ہے۔ بجا ہے اپنے نظریات سے مطابق لکھتا ہوں اور
 لکھتا تھا۔ ایک فیضیاتی نے اپنے نیارو نامہ اور میں مجھے یہ کہہ کر اخبارات سے ٹکوا دیا۔ میں نے اس
 کے زمانے میں چار مختلف ناموں سے لکھا ہے شام، شامیت اور نامہ لکھناں مگر ہم پر ہے۔

ہی ہاں میں ہاں ملے۔ سب سے پہلے میں نے اپنی جہاد پر غور کیا۔ میں نے سوچا کہ میں نے
 معصومیت پر اپنی زندگی کا کیا حصہ ڈالا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی
 باتیں کر دی ہیں۔ لیکن ان کا اثر کیا ہے؟

میں نے سب سے پہلے یہ سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ (یہ بات ہے)۔

آج میں "جسٹ" اور "ان" کے حقائق میں ایک کامیابی کی بات کہتی ہوں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔
 میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی باتیں کر دی ہیں۔

مترادف قرار دیتے ہیں۔ اصل میں وہ ملکیت پر لگے ہوئے ہیں جب غلوں و رقبہ میں فی حدیں پیمانہ
درست ہو۔ بجا تھا۔ سب فی تھیں وصل اٹنی کہا جاتا تھا۔

نوم (۱۰۰) سال قبل بغداد کی بنی۔ بعد اس میں ۱۰۰۰ یوں کے دستہ کا دار و بند کرے
تندہ و رسالت سے حیات کی اور مسلمانوں و چہات و ماسخی پستی کے اندھے توں میں ہمیشہ کے بندہ رویا،
سلاطین و خلیفہ کے جوہر کی صورت اختیار کر لی۔ مسووی جس پر بدو و رکابی کی طرح سے بیٹھے ہیں۔ آج
تک کوئی مہووی کا مدظمہ کے مزار پر نہیں یہ یوں کہ ہوا اٹھم۔ مہووی و بی و بی نہیں جاتا، چاہے وہ کسی
مسلمان ریاست کا قریبی یوں نہ ہو۔ کسی قوت کے لیے اور غریب مسلمانوں کو وہ سب مشکل قرار دینے والے
سے اس کے بعد ان کے مزار پر پڑا تھا نہیں پڑتی یوں کہ اس نے ایک قوی ریاست قائم کی۔ اس کی وفات کے
بعد یوں کے سولہ و فوٹی و فوٹی اور چاہے وہاں سے کوئی جوڑ کے منسوب کیا گیا۔ پاکستان پر قبضہ نہیں۔ مگر
یہ وہی صاحب ہیں کون؟ یہ وہی قوی ہیں جنہوں سے یہ یہ قوتوں کا تھا۔ قتل نہیں جاتا۔ انہوں سے مامون
ارشید کے تسلط پر قوتوں کا قہر قہر کاٹ بے قدر نہیں۔ یعنی یہ تہذیب کی یا ہمارے اور ان کی بھی ہے جیت
و تہذیب کا۔ یہ وہی قوی ہیں جنہوں سے ہم و خلیفہ و ہر کے تھے۔ یہ وہی قوی ہیں جنہوں سے تمام میں
مہووی کے یوں اور بعد کے مہووی کے کتاب کے مہووی و بی و بی قتل و مہووی کے یوں ہیں۔
یہ وہی قوی ہیں جنہوں نے ہر کون کا وہ جب وہ بعد کے اور ایہ روحوں کے تھے۔ یہ وہی قوی ہیں جنہوں نے
کتاب کا تھا۔ یہ وہی قوی ہیں جنہوں کے منصور سلطان و ہوں پر لایا تھا۔ مہووی کے یوں کا تھا۔ شہزادہ کا
ہوا ہے شہزادہ کا تھا۔ یہ وہی قوی ہیں جنہوں نے مہووی و خلیفہ کے اپنی شہزادہ کے
تیار کیا تھا۔ اس کے بعد اس کے این اے تھیں یا تھا۔ اس کا منصب بھی وہاں کے مہووی کے یوں
تھا۔ یہ وہی قوی ہیں جنہوں نے مہووی کی بنی پر انگریزوں سے ہاتھ جوڑے تھے اور مہووی کے مسلمانوں و بی
قوتوں کی اس حکم کا تھا۔ وہ انگریزوں کی اعانت کریں یوں کہ وہاں کتاب میں۔

بات یہی سلاطین کی نہیں بات مسلمانوں کے تھی کہ یہ وہی قوی ہیں جنہوں نے مہووی کے یوں
طرف۔ بیٹے کی قوتوں میں جن لوگوں کے خلاف قوت کے یہ کہ میں اس میں محتاج مہووی کے یوں
اور انہوں نے مہووی کی چھ کی حالت کے ہاں ہوا اور وہ سب مشکل ہو چکے ہیں اس کے ہاں
نوٹ لگے ہیں۔

مہووی صاحبان کے پاس اسلام کے نام پر آپ کے لئے جو نہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ سہ تو ان کی
جنگ و ہجرت کے کا مناب ہے اور اس کا مقصد نہان ہے مہووی صاحبان میں کہ یہ ایک قتل کرنے والا
ہوئے ہاں کہ وہ قتل خوار نہ رہے۔ یہی تو مغرب ہوتا ہے۔

طلب میں منوئے کرے ہوئے مہووی و بیہ کا مہووی و بیہ۔ یہ ہم مہووی کے یوں کی طرح
وہ میں یہ تھا۔ ہاں مہووی کے یوں و بیہ کا مہووی و بیہ۔



ہر قسم کے ایسے بارشہ نظر آئے
کہ ہم آل نسل دیر نہ نظر آئے
محمد زین الدین

احمد زین الدین

کراچی، پاکستان

محمد حسین آزاد نے "آب حیات" میں یہ تعریف بیان یا تھا کہ میر تقی میر ایک ہر اپنے سے
اور اس باطن ناموش بیٹھے تھے۔ ایک ہمسفر نے ان سے ان کی "بہ ربانی" کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا کہ
آپ کا کیا جائے گا میری زبان غریب ہو جائے گی۔

افسانہ نگار احمد زین الدین کے ذہن میں ملی توں کی نشوونما اور چرچہ فیہر علی حیدر ملک کی
راہ پر چلنے والے جوانوں کے فسانوں سے بہت متاثر ہوئے۔ ان کے ذہن میں کی جیہ کی "میں ورنہ" سے اپنے کی۔ احمد
زین الدین میر تقی میر کے ہمسفر ہوتے آئے میر تقی میر کے حوالے سے جیہ کی اور جہاں جہاں تھیں وہاں۔
پروفیسر علی حیدر ملک نے لکھا ہے: "احمد زین الدین کی بہنوں میں جس تک زبان و بیوں کا تعلق سے تو
اس سلسلے میں افسانہ نگار نے بڑی مددگار شاعرانہ زبان کی پیروی کی ہے۔ جب کہ ان کے ہمسفر اور
افسانہ نگاروں کے اندر کوہ ایتی آراؤں سے ان کے ذہن میں کی جیہ کی اور جہاں جہاں تھیں وہاں۔

پروفیسر حنیف فوق (سیرین کی اور چیف ایڈیٹر اردو، سنسکرتی اردو، سنسکرتی اردو) نے احمد زین
الدین کی کتاب بندہ میں شامل افسانوں کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے: "اس مجموعے میں ان کے
افسانے سابق شریقی پاکستان سے منسلک ہیں۔ وہاں کی روایات میں زمین اور انسان سے تعلق کی جو

نہری پیمائش تھی ۱۰۰ سے ۱۰۰۰ متاثر ہوئے ہیں۔ افسانہ، شجر حق، مہم ۱۰۰ کا نصف سواں ہی
 شاعرانہ نہیں اس کے بیان کی شہریت زندگی کے حزن و غم کی آتی ہے۔ یہ فسانہ پاکستان کے شان
 ملنے کا ہی ٹیکن اس میں سابق مشرقی پاکستان کے حاصل، رومند وروں محبت و رشتہ کے شہری
 وطن، مرد، معنی، رشتہ کی محبت نظر آتی ہے۔ رومند وروں کی صورت میں ایک آر، رومند کا
 افسانہ ہے جو ہجرت خیمہ بستی و رومند کے مذاہن کے نزدیک ہوئے جب آرمز وروں کے حوالے سے
 خواتین کی بیان سے کے ٹک ہو جاتی ہے تب وہ نئی فضاؤں میں اپنا رستہ بناتا ہے۔ اور ان مراثی
 وادی تھیم کے حریت پسندوں کی مراثی کہانی ہے جس میں اردو مراثی و تھیم کے حدود و نسائی حقوق
 کے مراثی اور انسانی حقوق کی پادوں کے تصورات ایک نمونہ کا اثر اُبھر جاتے ہیں۔

”امدین الدین کے اسلوب کا اثر رستہ ہوئے پروفیسر انور حنیف فوق کہتے ہیں
 ”امدین الدین کے فسانوں کی فنی ہست اور احساس انگیز ظہور، جو احمد علی محمد مدیم قادی اور مر
 ایب کی یاد دلاتا ہے لیکن ان سے مختلف بھی ہے۔ رشتہ توجہ ہے۔ اس وقت جب بعض افسانہ نگار
 تعلقات عامہ کے بل بوتے پر شہرت حاصل کرتے ہیں، اپنی ماریسیدہ کاوشوں کو بڑے اہتمام سے آگے
 بڑھاتے ہیں اور وہب کی تاریخ میں ان کا نام رہے یا نہ رہے، اعلیٰ رابطوں کے ذریعے وسیع پیمانے پر
 اپنے آپ کو منوٹے ہیں، احمد زین الدین کی یہ ریاضت گوشہ نشینی مبارک باکی کثرت ہے۔ انہوں نے
 اب و انسانی تہذیب کا ایک حصہ بنانا ہے اور انسانی تہذیب کا ارتقا علمی خزانوں کے فروغ و ترقی
 صورتوں کی پیش روی اور مراثی ترقی سے وابستہ ہے۔“

آپ ب کی احساس فسانہ نگار، امدین الدین سے ملتے ہیں جس نے اپنی کہانیوں کے
 مجموعے میں لکھا ہے: ”با شعور و احساس انسان کی ایک بڑی مجموعی قویہ بھی ہے کہ وہ اپنے اندر سے بہرہ
 یوں بھی نہیں کر سکتا۔ اس کر باری معمولی کسی کو نہ بھی نہیں سکتا جو اندر کی دنیا کو تھپانے کیلئے رشتہ
 محو پھونکتا ہے مگر چھو بہ نہیں سکتا۔ یہ کیسے طرب ہے یا رومند وروں سے ہر لمحہ نبرد آزما رہتا ہے۔“

”تفنی، حصہ اول، صفحہ ۲۰۰ میں احمد زین الدین کا تعارف شامل ہونا چاہیے تھا۔ سو، ر
 ان سے وہی لکھے گئے تھے ”اسی حوالے سے انہوں نے جو ب لکھے تھے مگر کتاب کی نین مت بڑھ
 جانے کی وجہ سے ”تفنی“ اس ”ان کے تذکرے سے محروم رہی۔“

۲۲ جولائی ۱۹۳۹ء تاریخ پیدائش ہے اور شادی بھی کہ ان کے بڑے بھائی کی الدین
 صدیقی نے ۱۹۵۲ء میں اس نے اسول کے، حدائق میں اندازے سے یہ ہی تاریخ لکھی تھی۔ اس
 روئے میں تاریخ پیدائش ”مکتا و رشتہ“ کا یہ بھی کوئی اہتمام نہ کرتا تھا۔ جانے پیدائش کی
 تحصیل سید پور (سید میں) کی ”غیر مستند“ اصل غازی پور، یو پی، ہندوستان ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۵ء
 میں خواب پور ورنٹ ہائی سول، بھاکہ (سایہ بگا، بیکش) سے میٹرک کیا۔ قائد اعظم کالج، بھاکہ
 سے ۱۹۶۳ء میں بی اے اور ۱۹۶۵ء میں اردو زبان سے بی اے اور ۱۹۶۶ء

میں۔ پانی پور شہر سے اردو ادبیات میں ایچ اے کیا۔ ۱۹۶۱ء میں انہوں نے متاثرہ کا امتحان پاس کیا اور بحیثیت کاؤنسلر نیشنل ریونیو فیس، کراچی میں ملازمت کی اور کاؤنسلر فیس کی حیثیت سے ۴۸، ۱۹۶۸ء کو وولڈن ہینڈ ٹیک کے تحت ریٹائر ہوئے۔

احمد زین الدین کا گھرانہ زمینداروں کا تھا۔ سینکڑوں بیڑ زمین اور کئی گاؤں کے کاشت کاروں پر مشتمل زمین دارانہ نظام ۱۹۳۷ء کی آزادی کے بعد ختم ہو تو ان کے خاندان کے لوگوں کو بھی ملازمت کرنا پڑی۔ سابق مشرقی پاکستان جیسے ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش بنا تو ایک اور ہجرت ان کا مقدر بن گئی۔ اس کی والدہ کا انتقال ۱۹۵۱ء میں ہو اور وہ گاؤں کے تباہی قبرستان میں دفن ہوئیں۔ ان کے والد ۱۹۷۷ء میں مبداء ستار نے ۱۹۷۳ء میں وفات پائی اور کراچی میں تدفین ہوئی۔ احمد زین الدین کی پانچ بہنیں ہیں جن میں سے ایک، انوری بیگم ضلع خاڑی پور میں اپنے بچوں کے ساتھ ہیں۔ باقی خاندان اور رشتہ دار بھی ہندوستان میں ہیں۔ بھائی محی الدین صدیقی کا انتقال ہو چکا ہے۔

”آپ نے افسانے کب لکھنا شروع کیے؟“ میں نے پوچھا تو سننے لگے: ”اس دن تھمیلی داستان میں۔ افسانوں کے مجموعے در تپے میں تھی تو انی میں وہ جو ہے جو ایک جی جتا بھی ہے اور اپنے دارن بہانی بھی۔ جس میں میری ابتدائی زندگی اور جدوجہد کی کہانی بھی درج ہے۔ ماضی کے ان طیف اوجہ است و در کرب مسلسل نے مجھ میں سوچ و فکر کی ایک نئی آباوی اور میں بہانی کاربن کیا۔ اب جیسا بھی ہوں اس کا اندازہ اور تعین وقت کرے گا۔“

احمد زین الدین نے نصف افسانوں کے چھ اٹل روٹن مرتبہ عام آدمیوں تک روشنی پانپنی ہے بلکہ اس میں اضافہ کرتے ہوئے انہوں نے روشنائی کے نام سے ایک جریدہ جاری کیا ہے۔ طلت بریلی کے ساتھ ہیں۔ تین سال سے یہ پرچہ ہر قاعدہ کی شائع ہو رہا ہے۔

احمد زین الدین کی رائے میں اردو ادب کی تاریخ میں مولودہ اور رندہ رہ جانے والے ادیبوں کی تعداد یوں تو خاصی ہے جن میں اکابرین اور شاہین ادب بھی شامل ہیں لیکن شکاری اور افسانے کی دنیا جن کے نام ان کی فکر میں ہمیشہ تاندور میں کے درجنوں نے انیس متاثر کیا ہے وہ ہیں پریم چند، کشن چند، راجندر سنگھ بیدی، غلام عباس، جلی جلی، سکی، رتن، نکلہ، نند، دیو، قلمی، اقبال، حسین، خالد، حسین، رشید امجد، منشا، جیانی، بانو، مرزا، ادیب، ممتاز، منشی، خواجہ احمد عباس کے نید، حیات حسن، منور، حمین حیدر، جوئندر پال، اقبال مجید، نجم الحسن رضوی، غلام محمد سوم، اور بھی نئی نام ہیں جن سے فہرست طویل ہو جائے گی۔

”جدید ادب کہاں تک اپنے زمینی مسائل کا حامل رہتا ہے؟“ اس سوال کے جواب میں ان کا جواب ہے: ”کشتن ایک طیف آرٹ ہے۔ جدیدیت یہ رویہ ہے جس نے ادب میں نئی معنویت پیدا کی اور فکر میں تبدیلی کا مادہ جب بنا۔ اس نے ادب کو نکھار کر علامتوں کی بے معنویت اور حد تک سے بے گھٹیں پیدا کیں۔ ادب کو کمان کے مسائل سے لکھ کر کے دلچسپ بنائے۔ ان باتوں سے

تھے۔ اس کی دنیا میں عورتوں کی تعداد اتنی کم بھی نہیں، صد فی صد مہر میں نہیں جاتی۔ ان کی وجہ سے وہ
 ناقص ہے۔ تعلیم سے۔ انہوں نے ان کی تعلیم میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ اس کے حساب سے محدود ہے۔
 ”ابن عربی کا خیال ہے کہ عورتوں سے نہیں لیا جاتی۔ انہوں نے ان کی دنیا سے بعد اپنی
 رخصت کیا جاتا ہے۔ ان ہی میں سے چند ایک سو فی صد میں جو اپنے شوق میں وہ اور عورتوں سے مراد
 اب کی طرف اپنے فانی رہنمائی کے سبب مائل ہو جاتی ہیں۔ جو ان کی غرضوں و ہمتوں کو فانی بھی نہیں
 سو فی صد۔ یا انہیں انہیں چھپیں وہیں رہا۔ ان کی ہمت فانی کر کے ان کی ساری رہا نہیں لیتی تو ہیں۔ انہیں
 ہے۔ اس میں جو قدر و رتہ اتنی ہیں ان کی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاتا۔“

ان زندگی کے کسی ہمراہی کے حوالے سے انہوں نے کہا ”غریب کی زندگی میں غربت
 فدا کے ساتھ ہی ایسا چاہا، سینے والا، اچھا بھی پیش نہیں آتا۔ ہندو میری زندگی میں بھی ایسا نہیں آتا۔
 پیش میں آیا۔ سہمی، معصوم زندگی گزارتی ہے۔ نہ ہمت زیادہ، نہ غیاء یا انہیں۔ اس کی چھائی کی
 یہ میں مست۔ نہ خوشی کی تمنا نہ غم کی پروا۔ اس احساس کی وہ تپ رہی جاتی ہے۔“

”اس میں تیزی کی اس کی گہرائی سے انہیں اندر کی تپ رہی ہے۔ وہ اس کے
 ”اردو ادب میں واقعی تنقید برائے ماسرہ کی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر ان کی دورانی حد تک فدا کر
 کر دی ہے۔ شاید ان کا خیال یہ ہے کہ اعلیٰ پایے کی چیزیں جو انہیں سچ اور فکر پر مجبور کریں انہیں نہیں ج
 رہی ہیں۔ انہیں اپنی تنقید ان سے نہیں لے سکتی۔ انہیں اپنی ہے۔“ ”ابن عربی کا نظریہ برائی بعد تبدیل ہوتا
 ہے۔ انہوں نے اپنی بات جاس رہی ہے۔ بے قہر بنی“ اس کے عقاید کا نقطہ نظر ان کی پائے ہے۔
 ان کے حوالے کی کا حوالہ دے رہی ہیں۔ کو یہ ان کے آپ میں۔ انہوں نے انہیں۔ انہیں۔ انہیں۔
 روش ان کے نام ہے۔ ۱۹۶۰ء کے بعد ان کے ادب کا مہو طو جو یہ یا تنقید پیش نہیں کی۔ وہ ان
 کا قیام بھی نہیں انہیں پر انہوں کا نام لے کر کام چل جاتا ہے۔

ان میں سے بہت سے بھی نہیں سہرے ہیں۔ ان کے بعد وادیت نہیں دی جاتی اور اسے تخلیق کا
 وجہ نہیں بتا کی ان۔ چہاں تر و متخلیق سے مراد نہیں رہتا، حد و تخلیق سے زیادہ متخلی کا م
 ہے۔ مگر نقاد ان ادب نہیں مانتے۔

ان کی علاقائی زبانوں کے ادب کے ساتھ بھی اس قدر نہیں دیکھ میں ہذا
 ان کا ادب ان کی فکر سے ماہد ہے۔ اور کیا مدت بھی نہیں یہ سہرے ہیں۔ ان کی ان کی ادیت اور
 نہ ہوتے ہیں۔ ان کی مسائل کے بارے میں غور و فکر کرنی ہے۔

Mr. Ahmed Zia-ud-din,

A 8 Nan-e Corner Block "N" North Nazimabad Karachi, 74700,
 Pakistan

اس نظر نے سرِ امانت بہار
عالم مرگبِ جینا دکھایا ہے

ادیب سہیل

16/5/2001



ادیب سہیل

کراچی، پاکستان

یہ رہنمائی صوبہ بہار، سندھ میں ۲۲ جون ۱۹۴۲ء کے دن ایک بچہ سید محمد منصور الحق
بہ ۱۰-۱۱ سو سال کی عمر میں ہوئی۔ ۱۹۴۳ء میں میٹریک کر کے محنت چاڑھائی ۵۵ (Cm) انداز میں (کرتا
چاہا۔ مہرنگاہ میں جاپانیوں کی شدید ہمدردی کی وجہ سے اسے ۱۹۴۴ء کے وسط میں وہاں جانا پڑا۔ یہ وہی
جہاں ”کے مہاراجہ“ تھے۔ وہاں سے ہارٹس ۱۹۴۶ء میں جے ڈی اے میں آگیا۔ اس نے کئی کئی چھاپوں پر یہ تصور
اُٹھ کے بڑے پتوں کی صاحبزادی عارفہ ناز کے ساتھ رہا کیا۔ اسے پتہ چلا کہ اس کے دل کی زبان
کی ”پاش“ شمع ”یا“ کے گاہوں“ وہی ”میں“ تھی۔ اب تصور حق چھتا (۶۷) برس کے ہو گئے ہیں۔ ان کی
پاشی دنیا کی بہت دور ملک کرنا ہے اور جتنی میں اردو بیٹے۔ آفتاب عالم اور آفتاب عارفہ رہی ہیں۔
آفتاب اس کی ریویو پاشی میں آفتاب کے بہت سے پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہی ظہور الحق آج اردو ادب میں ادیب سہیل کے کہنی کا سنے پچھنے جاتے ہیں۔ ”ادیب
میں نے یہ نہیں ترقی دیا پاشیاں۔“ ان میں تو وہ تحقیق سے درست ہیں ایک عمر وہ ادب کے
پوشے کے نیچے کی آبی میں صدف کی مانند انہوں نے اس صنف میں نہیں لکھی۔ افسانہ نگار
میں شاعر اور مصنف ہیں۔ دماغ و فنی میں قلموں کے تحقیقی کام یہ ہے کہ ان کی ان کی

تو اس لمحے میں اتنی جلد میں روشن ہو گیا کہ پورے گھوڑوں میں انہیں خراج تہنیت پیش کرنا کے ساتھ
تا انصافی کرنا ہے۔

خبردارت اس بات کی ہے کہ تیار ہے اور باب اقتدار ان جیسے باب کے زعماء کو متحد کیا ہے۔
انہیں عزت و حرمت کے ساتھ دو سو قہیں فراہم کریں کہ ان کے حلال ہے ہوئے چہ انہوں سے ملنے چہ نہ
راہن سوتے چلے جائیں۔ انکا بیس کے سریراں اور اپنے خبر کے تباہ نہیں اور ہم ملنے کی نہیں
فحمت نہ ہو تو اپنی حادی سے ہم بھی ہمہ نہیں تو ان کے اپنے سرور کی روشنی میں بھی یہ راہن کی نوں
انہیں نظر آ ہی جائیں گے۔

میں جناب کھیل اویس سے منسلک ۲۰۱۲ء میں ملی فلمی جب میری "آٹا میں" "خنور احمد چارم" اور "مستی احمد" کی طبعیت کے مراحل میں تھیں ورنہ بہت پہلے ان کے قدموں میں اپنی تمجیدات کے چھوٹ چھوٹے تھے۔ اور اب یہی کہ اپنی شرمندگی کم کر دوں کہ یہ آید درست آید۔

تو میں اب آپ کو میل "ریب سے ملواری سوں جو بتا رہے تھے۔" میری اپنی زندگی کا
آج کل کے وقت وہ لایسٹ میں اچھی "شخصیات" ہیں۔ اس صاحبِ ممتحنہ ایک فلمی - چاندنی تھا۔ یہ
سال ۱۹۵۲ء کا ہے۔ بعد افسانہ نگاری سے دل اور یہ سال ۱۹۵۸ء تک پندرہ سال کا بکا رہا۔ اب بھی
فسانہ نگاروں میں۔ میرے ابتدائی افسانے انجام دینے والی فلمیں میں ان کی روکی سے کام لیتے ہیں۔ اس سے بعد
"نیل، ریب یا، ریب نیل" سے کام لیتے ہیں، ان کی طرح میں جدید اردو فکلیات اور ناول رپاؤں سے قلم
شائع ہوئے۔"

”آپ شاعر بھی تو ہیں“ میں نے پوچھا۔

”جی ہاں“ وہ مسطراے۔ ۱۹۴۸ء کے باقاعدہ شاعری کی طرف آیا تھا۔ ابتدائی غزلیں اور نظمیں مابین ۱۹۵۰ء اور اپنی میں شائع ہوئیں۔ ۱۹۶۳ء سے ناول کا ولی ایسا کہ قید و خانہ، بیپ، قند، گلابی، بیت، مافوق، افکار، عالم، آبی، عذرت (نراپی) آئندہ، شامی، بادشاہ، سفیر، اردو، نیکو، لوگ (سماج پار) آئیں جن میں یہ سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ ادوار، تاری، ناپ، میں، دستوں، میں نے اپنے کسی بھی موضوع سے زیادہ میں قلم اٹھایا ہے۔

تقریباً ہر ممالک کی (anthology) میں یہ کی قیمت سے شامل ہیں۔

”آپ نے جو کتنی اور راستے پر چل کر یہ بات پڑھائی وہ تمام بات سے بارہا کہیں تھے۔
 ”جو کتنی سے کواں سے کتنی ہی شہ و کفر کے بارے میں یہاں کتنی ہی باتیں ہوئی ہیں۔
 ”وہ وہاں پہنچیں (۱۵) برسوں کے سلسلہ مضامین لکھتا آ رہا ہے، اس عرصے میں انہوں نے
 سوپ اور حکومت برائے اور کثرت میں شائع کی، وہ کہتے ہیں۔ اس بنا پر میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے
 سے یہی خیال ہوا کہ ان کے سلسلے سے۔“

۱۱۔ افس پر میرا اگلا متعلقِ اذیت ہے۔ جس سے پہلی بار پختہ کیشو رام بھٹ کے ذرائع



میں نے اپنے غم و اندھن کو کس عمل سے بچا ہے
صرف بڑھ چڑھا نے سکھائے ہیں، جو لوگ پڑھنے پڑھا نے کو
عمل سکھائے ہیں وہ عمل سکھائے دیا گیا وقت جو قول میں ممانے
کر رہتے ہیں

مری فہم میں ہے کہ صورتِ حوالہ کی
حیوہ و روح اس کا ہے درونِ گرم، یہاں کا
مات

اشفاق احمد

المستشار

[illegible]

آخرت میں سب سے زیادہ محبوب مہاجرین ہیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک خاص مقام عرشہ معلیٰ عظیم کا حکم فرمایا ہے۔ یہ عرشہ معلیٰ عظیم اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہے۔ یہ عرشہ معلیٰ عظیم اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہے۔ یہ عرشہ معلیٰ عظیم اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہے۔

1. 2021年12月31日

[illegible]

تیم پاکستان کے فوراً بعد وہ فیروز پور سے لاہور آ گئے۔

ان کی اپنی زندگی کا آغاز ۱۹۴۳ء میں ہوا جب ان کا چھ فیسٹ "توپ" موسیما سوانہ لدین سے جاریہ کے "ادبی دنیا" میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے کہا ہے "میں نے جون لی رول میں شاعری بھی کی ہے اور میرے مجموعہ کا نام "مٹیا" رکھا ہے۔" دینے بنیادی طور پر "مٹ" (مٹش) کا نام رکھا ہے۔ اور میرے فیسٹس، بار میں اور کاموں پر مشتمل سب تک بائیس (۲۲) کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔"

انہوں نے "داستان گولا" کے نام سے باقاعدہ یہ کے ساتھ مل کر یہاں لکھا تھا۔ اس میں
 "تیرتہ صد" کے نام سے دو ایسے فچر نامہ مضمون بھی ملتے تھے۔ یہ ایک بے آہنگی و قہر پر مشتمل
 مضامین ہوتے تھے جو کسی نہ کسی کے ساتھ ٹکراتے ہوتے تھے۔ بعد میں اشفاق صاحب نے ان مضمون
 سے ٹیلی ویژن پر ارامہ کی ایک سیریز بھی تیار کی جو بہت پر مدد ملی۔ انہوں نے اسی زمانے میں ایک فلم
 بھی بنائی۔ کہانی "مردانیت" تھی۔ ان کی اپنی تھی۔ مگر آرٹ فلمیں پاکستان میں بہت کامیاب ہوتی
 ہیں۔ ان کی فلم بھی کامیابی کا رینڈم ٹکڑا نہ رہی۔ مگر ان کی تخلیقی سرگرمیوں نے ان کا نام زندہ رکھا۔ وہ نوا
 وائی زمانے سے متوا چلے گئے تھے جب انہوں نے "افسانہ" "کدیریا" لکھا تھا۔ اس فسانے نے مقبولیت کی
 سند حاصل کر لی تھی۔ رسومات حسن مضمون بھی یہ افسانہ مٹی کے اور ان قیام میں پڑا تھا۔ جب وہ
 آگے تو انہوں نے اشفاق احمد کے سامنے اس افسانے کی بہت قریبی۔ بتوال کے بعد "اشفاق احمد
 کے۔ مضمون صاحب نے کتابی آئینوں کے طور پر اشفاق کی طرف دیکھا اور گولے ٹھکانے کی یا
 نہ اورت ہے "اتم نے اچھا افسانہ لکھا ہے اور بس۔"

اشفاق احمد کے غنائے بھی ملتے ہیں شانِ ستارہ برآں بھٹکتے تو اسے چپ چاپ نہ دیکھ سکتے تھے۔ اُنی کے قیام کے واقعات برسوں بعد ہمارے ہمنواں سوار و متاویضوں "اقبال" اور "غنائے" میں مضمونوں کی شکل میں لکھا تھا جو کسی رسالے میں چھپا تھا۔ اس میں نیویارک کے میں قیام کے زمانے کا حال تھا۔ اس جواب سے جناب اے نمبر نے اپنی مرتبہ "ادبِ کتاب" (اشفاق احمد کی شخصیت اور فن) (۱) میں لکھا ہے: "اُنکی کہ نہ نائے میں وہ تو منجوبیں مہجوا میں جو یہ تخلیق کار ہمیں ادیب کے سہ نائے میں جوتی ہیں۔ نیویارک پر کسی کے نہ ہاں نہیں تھا۔ اس شعر پر قوائے دوں نے بھی لکھا ہے جو وہاں نہیں کے یا نہ فتنی دیر تک کے سے کے میں کہ ایک جہاز سے اتر کر چھ وقت ٹرانزٹ (transit lounge) میں ٹرانزٹ (transit lounge) میں وہ فی فٹ (flight) چڑھ رہا ہے۔ کھلے۔ یہیں جو ٹک نیویارک میں باقاعدہ رہتا وہاں زندگی کا ہر لمحہ ٹرانزٹ ان ڈوں کے سفر ناموں میں بھی ہمیں دیکھتا اور تصویریں نظر نہیں آتیں جو اشفاق احمد نے اپنے قیام نیویارک کے مضمون میں ہمیں انہی میں اور جو اس شعر کی حقیقی اور چکی تصویریں ہیں۔ میں اس بوڑھے جتنے نے جو ہے کو نہیں بھول سکتا۔ اشفاق احمد اپنے نیویارک کے پارٹمنٹ کے جن میں ملا تھا۔ کیا نقشہ کھینچا ہے اس کے نیویارک کے خستہ حال پارٹمنٹوں کا جو نیویارک کی حقیقی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں جن میں نیویارک کی ہر ایک

(۹۹) فی صدا آبادی زندگی بسر کرتی ہے۔

”سفرِ ارسل“ بھی اسحاق محمد کا سفر نامہ ہے جو پاکستان کے شمالی پہاڑی علاقوں میں سیاحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ مسعود قریشی اور ممتاز منشی بھی تھے۔ یہ سفر نامہ وہاں کے حسین مناظر کی عکاسی کرتے ہوئے ایک رپورٹاجی شکل میں لکھا گیا ہے۔

اے نوید ملتے ہیں: "کتنے میں ستم میں ایک آدمی کی خامیاں اور خوبیوں بڑی واضح طور
 پر سامنے آجاتی ہیں۔ میں نے اتفاقاً تم کے ساتھ یہ سہ ماہی چلی ہے۔ وہاں ستم جی میں سے
 یہاں کی شائستہ صورت، تندرست اور خوب صورت دل پر چپ باقی رہے۔ یہاں ہے جیسا کہ عام زندگی
 میں ہے۔ میں نے اس کے بھی وہاں سے بھی بنی ہوئی شائستگی کی خوش مزاجی اور ستم ملتے
 جلتے ملنے پاتے رہے۔"

ان سے پہلے راجہ شاکر محمد صاحب سے دو بات بات کے سوس نامہ لکھنی ضروری ہے۔

شماره ۱ - شماره ۲ - شماره ۳ - شماره ۴ - شماره ۵ - شماره ۶ - شماره ۷ - شماره ۸ - شماره ۹ - شماره ۱۰

ان کا ایک خوب صورت نمونہ ہے جس کا نام "تاریخ ہندوستان" ہے۔ یہ کتاب کے
 ایٹ (A.C.) سے آپ کو اعلیٰ ترین درجے کی بات دے گا جس سے سچے سچے محقق اور اس
 کے ساتھ کوئی فرق (consider) سے نواز رہی تھی۔ یہ کتاب جو شائق ہندو اور ہندو آپا
 کی تمام اہم و اشرافیہ حقیقت بھی ہے۔ اس کتاب میں کتابوں سے جوئی مہاریاں ہیں۔ اس کتاب میں
 تمام کی خوشیوں کے ساتھ ساتھ اس میں وہ محبت کرنے والے جوڑے کے غلام کی خوشیوں پر بھی
 ہے۔ انوں کی دوسروں کے سکھانے پڑتے ہیں۔ مگر یہ ہے کہ اب شائق ہندو صاحب صفہ تصوف کی
 دنیا میں خود بخود اور کتب خوش ہیں۔ اب وہ فسانہ ہنسنے سے کنارہ کش ہوئے ہیں اور شاعرانہ
 سے بھی ناخوش ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک آزاد پنجابی فلم پڑھتے چلے۔ فلم کا ترجمہ معروف شاعر محمد
 احمد میر ماہنامہ "بیاض" لاہور نے کیا ہے۔

اردو (ترجمہ)

پنجابی

| | |
|-----------------------------|------------------------|
| بندیاں نول کیہ کہنا | کیا بندوں سے کہئے |
| کاہل اعظم کرنا | فصلہ کس پر کیجئے |
| نہ سے اس نے یہ ملک دینی تھی | مجھ سے پہلے کی تھی |
| کر دی نہت دھرو | کرتی ہے قریب کمال |
| بندوں کی لکھن | بند بھی نہ لکھتا اس نے |
| بندی | میں جیتی ہے اس کا حال |

میرا سوال تھا: "اردو ادب سے ناظر جوڑ کر کیا آگا؟"

بہت اچھا۔ خیر سے لے کر۔ اردو ادب اپنی قوم میں نے شہرت حاصل کی ہے اور اس کے
 سہارے اپنی اور اپنے بال بچوں کی پرورش کی ہے۔

ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔ "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"
 "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔" "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"
 "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔" "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"
 "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔" "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"
 "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔" "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"
 "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔" "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"
 "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔" "ہندوؤں کی رہنمائی سے ملنے میں تھے ہیں۔"

اردو کے مستقبل اور اردو ادب کی ترقی کے لیے اس کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے
 اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے
 اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے
 اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے
 اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے اردو ادب کے

— 100 —

[illegible][illegible]

کچھ سوال نے جواب میں انہوں نے کہا: "میرے کسی رشتہ کا پکا کاروبار نہیں ہے، اچھا یہ ہے۔ میں دنوں اور چھوٹی طاقت کے ساتھ ہوں۔ پھر میں نہیں ہوں گا واپسی پر کی طاقت اور ساری طاقت کے ساتھ نہیں ہوں گا۔"

اشفاق احمد نے خود کو ہمیشہ مصروف رکھا۔ انسانی مسئلے کے مددگاروں کے قریب ہی رہا۔
 ارٹس ہیمنگ وے (Ernest Hemingway) کے ہاں اسے فیوڈیل نوآزم (Futurism) اور
 'The Arts' کے دور کی بات تھی۔ وہ میں نے دیکھا کہ وہ جدید میں شائع ہوا۔ اس کے
 اشفاق کے ہاں انہوں نے 'The Golden Hawks' کے قریب ہی بیٹھ کر ان کے ساتھ
 شامیں گزاریں۔ اس سے پہلے میں نے ان کی کتاب 'The Hawk' کے بارے میں

(Getting Along With) - جو کہ دو سو سے زائد کے تئیں سے یاد ہے
 کے آگے چلے گا۔

وہی ایک اور ہے مگر وہی نہیں۔ اس کی اپنی خدمات کے عتف میں نہیں
 حکومت پاکستان نے سب سے بڑے سول سوسائٹی کے قیام میں
 اور جس کے سب سے بڑے سول سوسائٹی کے قیام میں یہ معتبر اور انشائیاتی سے
 چپا کے ہیں وہ ان کی بات و سمیٹ کے ساتھ ساتھ اور اس پر توجہ دینی چاہی ہے۔

Mr. Ashtaq Ahmed,

Dastan serai, Feeders of Mass Media, 121-C Model Colony
 Lahore, 54702, Pakistan.

واؤ

وہی سول سوسائٹی کے قیام کے لیے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں سول سوسائٹی
 کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔

وہی سول سوسائٹی کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔

وہی سول سوسائٹی کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔

وہی سول سوسائٹی کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔

وہی سول سوسائٹی کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔

چند سال پہلے کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔ اس کے قیام میں رہا ہے۔



سفر یہ زندگی بھر کا فیصلہ تھا
سفر جو زندگی بھر میں کیے جا سکتا ہے!

لیکھی

۱۳ جنوری
انوار کی دوسری (۳۰)

اطہر رضوی

نوروز، کفیلہ

[illegible]

۱۰۰ میں۔ تو قریباً۔ نصف میں ہیں نہ میں اپنی مثال میں ہوتی ہے۔ اس میں اور ۱۰۰ سے زیادہ
 میں روشنی اور اس کی عظمت کے لئے اسے مستحیض ہو رہی ہیں۔

سب یا نہیں۔ میں محترمہ روضی سے پہلی بار۔ سب ٹی تھی۔ یا تو اس وقت بھی نہ تھا سب
 انوری ۲۰۰ میں س کا ذکر۔ ہدایہ شریعت سے وہاں س کا حضرت نامہ بھی تھا۔ لکھا تھا
 "سلطانہ بکین"

سب وعدہ آپ کے اپنے دوسرے خیموں قریب کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے تو مجھے آپ سے حضرت
 کا نظارہ رکھنا تھا۔ آپ سے میرے تئیں ہمارے دور کی عورتیں ہوئیں۔ میں نے کہا با آپ کی وہ پڑائی نہیں
 جس کی آپ مستحق تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک جیو وسمک (chauvinistic) مزاج کا
 ہوں اور نہ میں میری خودمانی و غل غل تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مجھے آپ کے کاموں کی پوری تفصیل کا علم
 نہ تھا اور آپ کی تائید شدہ کتابوں کو پڑھنے کے بعد اس کا نتیجہ ہوا کہ اب آپ نے جو کام کیے ہیں وہ جو رہ
 رہی ہیں وہ متاثر نہیں ہو رہے ہیں۔ بحیثیت ریسرچ سے منسلک محنت کے مجھے راسل اس کا اپنی تجربہ
 ہے کہ کسی تحقیقی کام میں کتنی محنت درکار ہوتی ہے۔

بہر حال میں آپ کی جستجو کاوش، مستقل مزاجی اور محنت سے متاثر ہوا ہوں۔ خدا آپ
 کے مستقل کے سارے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

اللہ روضی صاحب کی دعا میں کام آئیں۔ اور آئی میں "خوار و خمد و جہنم" منسلک کرنے کے
 بعد "گفتنی حصہ دوم" پر کام کر رہی ہوں۔

میں خواجگی اٹھ روضی صاحب کی قدر میں ہوں۔ وہ برسوں سے ہر سال ہندوستان صاحب
 انڈی نو رٹو، انڈیا کے تحت صاحب کے کسی بھی ایک منصوبے پر طرہی مشاعرہ منعقد کرتے ہیں جس پر بڑی
 محنت سے تئیں رہے ایک کتاب "تاریخ کا سفر" بدینہ سے بازنیا تک تصنیف کی اس کے سے
 اللہ نے تائید کے ساتھ ساتھ سفر یا مشہدات کیے معلومات اٹھیں کیں اور اس کا رنگی سفر کو اپنے
 تاریخ میں کے حوالے کیا۔ اور بقول استاد ذوق ہے

رہتا سخن سے نام قیامت ملک سے ذوق

یوں سخن ورس "اب" کی فہرست میں معجزہ تھیں کہ ساتھ ان کا نام بھی شامل ہو گیا۔

اللہ روضی سخن ورس "اب" میں شامل تو پہلے بھی تھے۔ ان کی تالیفات و تصنیفات میں "یا
 صاحب" از خدا کے تحت بندے "نام ملک ملک" سے "تاریخ عالمی" کا سب سے میاں "یا" کے مولیٰ (شعری
 مجموعہ) "تاریخ عالمی" میرے میاں "تاریخ کا سفر" بدینہ سے بازنیا تک شامل ہیں۔ حال ہی میں ان
 کی نئی کتاب "بیت مدام" ہو "شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب (تجربہ ۱۹۷۷ء) کے بعد پارک میں زیرِ سنہ کی
 چابی کے حوالے سے لکھی گئی ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ان سے شکوہ آغاز ہوا۔ اس سے پہلے اٹھ روضی کے ان کے چنیدہ اشعار سننے ہیں۔ اٹھ

یہ ہے اچھے نادر ہیں۔ انہوں نے میری فرمائش پر یہ اشعار سنائے بعد نماز۔

سب یہ حیات تیز ہوں کہ درمیاں
مغرب آرزو پہ رہا سناں ہے
برے خلوص سے اک ہرے نہ بنایا تھا
کبھی نہ سوچا وہاں ہماری انجلی سوں
نہ ہم نزدیک صحت ہیں نہ مل طلب
تھر اٹھا جو انھیں ہم کدوں سے ہے
یہ نکلے ہرے بدلے نہ ہو
یہ گلستاں کے بدست رنگ کا ٹھہر ہے
مر قہر ہوا تو یہ دونوں کا ہوش تھا
تقسیم دروہاں میں مساوات چاہیہ
نہ یہ زندوں جہر کا نہیں تھا
سفر جو زندگی جہر میں کیا ہے
ن کو جس زوہ سے دیکھتا ہوں
ان کی صورت حسین گنتی سے
رہت ان کے حضور کی لذت
اک تصور کی شکل میں آتی
سحر کے بعد جیسے شام آئے
بڑھاپا بن بلائے آرہا ہے

المہر رضوی دیکھنے میں ہشاش بشاش، چاق چوبند ہیں۔ بھابی اپنی تارن پید شاد و رنگ تار پند نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا "پید ش پر میرا نام سید المہر حسین رضوی (برائیل تدریسی پارہام تھی، نظمیں کا بھی تے) ہاں اسے سرنے کے تک سید المہر رضوی تھا، اور پھر صرف المہر رضوی رہا یہاں تک کہ یہاں پہنچا ہے۔ میری پیداش جات میں ہوئی۔ جات مہاراشٹر، ہندوستان (سابق، شریٹ حیدر آباد، آکن) میں، اب آباہ شہر کے قریب ایک مقام ہے۔ سارا اچھین اور زندگی کی عزیز ترین یادیں اور ملک آباہ سے ہیں۔

میں نے جامعہ لڑپتی سے سیاسیات میں ایم اے کیا اور خرمزم ندان سے سرنے کے بعد Acis کا امتحان ٹورنٹو سے دیا۔

بچپن سے سوچ کا سریش تھا اور ضرورت سے زیادہ حساس بھی۔ ہاں اس کا احوال تک اکثر ان خیالات سے متاثر تھا جو اس زمانے میں "لی رنخان رکھنے والے طلباء کی شہادت تھی۔

ذاتی شہر کا آغاز اور ملک آباہ کی ناقابل فراموش زمین سے ہوا، بقول وید وید

تسیم اس زمین کے زلف ترقی کو سنا رہا ہے مجھے بھی مارے میں نے یہاں بچپن گزارا ہے

اس شہر کا خصوصیات ہمارے خاندان کا ایک مخصوص سب کلچر (sub culture) یعنی تہذیب (تہذیب) اس کی تعلیم تہذیبوں کا امتزاج تھا۔ یونانی سے چند خاندان جو ایک یا دو پشتوں قبل ہجرت کے "درم پات" سے تھے، یہ وہی ہوتے ہیں۔ یہ بھی تہذیبی، اثنائی، انسانی اور ذاتی اعتبار سے گاندھی تہذیب کا جیتا ہوا نام ہے۔ اور اس کے خاندانوں میں ہمارا خاندان ایک ممتاز شخصیت اور مقام کا حامل تھا۔ ان چار باتوں کا وہاں میں جو ایک دوسرے سے سب جڑواں تھا، میں نے فائزیدی اور حیدر آباد کے مروجہ کے کہ اسے شامل ہے

اور ملک آباہ ایک چھوٹی سی بڑی نکلوں جتنی تھی۔ وہاں ہم عمر اور ہم فکر و جوں سے یہ "بی" بی رومی تشیل ایک فطری تانہ تھی۔ آخر الزماں نامہ مروجہ ہم سے بے شہر تھے، ایک ملک سے استقامتی۔ ہمارے جلتے میں حمایت ملی شاعر، ہیدالوف، عروج، عباس، انور، "المہر شیں" رہاں،

زیدی (جو اصلاً وحید زیدی ہوا کرتے تھے) اقامتی سیمینار، سیدانہ مرحومہ، میں شامل تھے۔ خوشی میں
وحیدہ نسیم مرحومہ اور دیگر سہ ماہی نام مشہور و معروف تھے۔

۱۹۵۰ء میں پاکستان سے ہجرت اور پانچ ماہ بعد انگلستان کے ہجرت کی۔ برابری میں صاحب
میں "رہ جو انی کا اور" سب سے محبت، تصویر کارستانی اور سب سے خوب، ان کی یاد رکھتی۔ لندن پر جانے اور یورپ
میں بہ قسمتی کے ذاتی دارن و بوقت نہیں رہا۔ تم نظر لگتی یہ ہے کہ فکری تربیت اور انسانی رشتے کے لیے یہ ہجرت
میں لندن جتنی زرخیز زمین میں نہیں ہے۔ لیکن شہر کی کمزوریاں اور بوجھن (Bohemian) (شراب)
طبیع راویں حاصل رہیں۔ اس طرح زندگی کے اہم ترین سال، ماہ شب و روز خود قیامت سے محروم رہے جس کا بکثرت
بہمیشہ قلق رہا ہے۔ سون قلب کی نہ تھ تھری ہجرت خیز، اور اورنگ آج چھوڑنے کے بعد میرے ذاتی
میں پہلی مرتبہ، بکثرت ہوئے اور سنجیدگی سے لکھنے پڑھنے کا خیال یا بندہ پیدا ہوا۔ اپنی زبان سے انسانی مسئلہ
اس کے شعر و ادب سے وابستگی، اس کے عظیم مہارت و دانش وروں سے یہ پند و عقیدت اور یہ سب سے بکثرت یا
جوانی میں وہ بڑی قوی بست تھی کہ جتنی خدا کے عطا کی تھیں ان کا یہ خیزاں پر فیلکی فضا میں ہو سکتی
ہے اس خوش آندہ گمان نے میری ادبی زندگی کو نشا و گمانیہ بخشی۔

پاکستانی شعرا کے پہلے شمالی امریکہ کے دورے کے منصوبے سے میری ادبی جدوجہد کا
آخار ہوا۔ اس کا اہم سہ ماہی سہ ماہی و پیشکش میری اپنی تھی۔ بعد ازاں سب سے جالب کا کینڈا کا
پہلا اور آخری دور، اپنی چین، قوامی مشاعرے، اور وہ تہذیب کی قدریں، جوش، جالب اور میر پر حالی
کیمینار، غالب ایڈی (نورنو، کینڈا) کا استقرار، عالمی مشاہیر و دانش ورین کے ساتھ مجاہد، یہ
حالب سترہ (۱۷) قومی مشاعرے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے مجھے کینڈا میں ایسی تاریخی و ادبی تہذیب سے
رہنے کا موقع ملا جو یہ صغیر پاک و ہند میں شاید کوئی شخص اور آخری کی سطح پر نہ رہا ہو۔ ان سر زمینوں
کے ساتھ ساتھ نسل خدا میری تخلیقات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

میں نے تاریخ، تحقیق اور مشاہدے کے مرکب سے فیہ جاہداری اور صدقت کو اپنا منظر
بن کر اردو میں تاریخ نویسی کو دلچسپ مطالعہ بنانے کی سعی کی ہے۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ غزالی کی سطح پر میرے کاموں کی پذیرائی ضرور ہوئی۔ سر ملک ملک
ماست اور خدا کے منتخب بندے پر ہر اور مغربی مرحوم نے اپنے خط میں لکھا: "یہ دونوں تصانیف تاریخی
شہادت اور حقیقی شہادت کا یہ انداز متوازن ہیں۔ پروفیسر منظر ایوبی نے کہا: "آپ کی سیاسی تحریر کے کرنے
انہی دنوں میں طرح ایسا کرنا کہ ایسا ہی کا سفر نامہ شاید ہی اپنی طرف متعلق کر سکے۔ آپ نے ہماری
فکر کا عہد ہی بدل دیا ہے۔ شمس الرحمن درویش نے تاریخ کا سفر جلدینیا سے باز نہ کیا تھا کہ مجھے کی
میں جیسے یہ کتاب نہیں مصلحت کی کاں ہے۔ میں آپ کے مطالعے اور بارشید کی ادیت ہوں۔

لیکن پاکستان کا ادبی، فکری جس حد تک ادبی ازم (lobbyism) کا شکار ہے اس کی نظیر میری
ادب سے زیادہ میں نہیں ملتی۔ خدا کے منتخب بندے قوم یہود اور فلسطینیوں تاریخ پر اور زبان

میں تھی۔ یہی کتاب تھی۔ اور اعلیٰ مولوی اور ائمہ سے یہودیوں کے تعلق سے
تاریخات سے مراد جو یہ ہیں زمین سے میل کا استعارہ اس طرح ہوا، فلسطینی عربوں کا بعد ازاں یہ شہر
دریہ ہونی اس طرح دنیا کی عظیم ترین صحیح ہونی طاقت بنے، اس کی تاریخی تنبیہات صرف میری کتاب
میں ہیں۔ اور پاکستان میں اس کی پوری ہونی؟ امجد اسلام امجد کے یہاں ہے۔ عنوان ایک نئی دیوار
کریڈ کے علاوہ پاکستان کے کسی اخبار یا رسالے نے اس پر ایک حرف نہیں لکھا۔ (۱)

ظہر رضوی نے ردی خدمت کے حوالے سے بہت کام کیا ہے اور بدلے میں بھی دولت کی
خواہش نہیں کی۔ ن کا ہونا ہے۔ "اردو سے مجھے الہام حاصل ہے۔ اس کے تعلق سے میں نے اب
تک جو کچھ لکھا ہے وہ دل کی نغمہ اور ناقابل بیان دیوانگی کا جذبہ ہے جو میری رگوں میں سما یا ہو ہے۔ اور
اب کی خدمت اور اردو سے محبت کے بہانے پیسہ کماتے کے میں انتہائی مخفی ہوں۔ درجنوں
پروڈیونوں میں آج تک بھی بڑیک یون (break even) صرف آمدن میں توازن (بھی نہیں پہنچ
سکا۔ لیکن اس کے لئے مجھے شہر برابر افسوس بھی نہیں ہے۔"

اب اگرچہ اادیوں کی رد و بندوں کا۔ میرے سوال کرنے پر کہنے کے۔ "یہ سوال
میرے دل و دماغ میں بہت قریب ہے لیکن احوال واقعی نویت کی تاریخی داستان کی تخلیق و شاعری بھی
نہیں چاہتا۔ لیکن مختصراً کہوں گا۔ برصغیر پاک و ہند بالخصوص پاکستان کے ادبی حلقوں اور ان سے وابستہ
اداش وادوں کے ذہان میں یہ بات حتمی یا فیت اس مٹی (an accomp) فیصلہ شدہ یا قطعیات
کے طور پر پیش کی ہوئی ہے کہ شعر و ادب، خدمت و دانش، خیال اور اسلوب کی قدرت و نفاست، اعلیٰ و غلی
تخلیق سے سوتے ان کی چار دیواریوں نے اندرون کی چوستے ہیں یا پھوٹ سکتے ہیں۔ اور اس طلب
سے باہر رہنے والے دوستوں کی کیا بھول اور حیثیت کہ وہ پاکستان کے عظیم المہ بہت شاعروں، ادیبوں
اور ادش وادوں کے سامنے اپنے فن کے چراغ روشن کرنے کی سعی کریں۔

یہ خیال غیادہ طور پر ناقص اور احمقانہ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے راپتی میں ایک مہینہ
گزارا۔ اور ان قیام و مشاعرے ہوئے۔ ایک شہر قادم کا سا ان مشاعرے تھا، جہاں مجھے بحیثیت ایک
از حاضرین شریک ہونے کا موقع ملا۔ مشاعرے رات بارہ کے بعد ایک بجے شروع ہوئے اور صبح کے
سات بجے اختتام کو پہنچا۔ مشاعرے کا زیادہ حصہ بدینہ، بدتہذیب و بد اخلاق نوجوان سامعین سے
تعارف آمیز برتاؤ کی نذر ہوا۔ ایک ادول کش ترنم کے ساتھ پڑھنے والی شاعرات اور دو تین اساتذہ
شعر وچند زریعہ شاعر کو باضابطہ باجماعت، بباگم اہل تہذیب مشتق بنایا گیا۔ حتیٰ کہ بدہمتان سے آئے
ہوئے مہمان شاعر کو بھی ذلیل و خوار کیا گیا۔ ہماری عظیم زبان اردو کا مشاعرہ، ہماری ثقافت کا انمول
جوہر، ہماری ادبی میراث کی لافانی سوغات، جو دیوانی کسی قوم کی کسی زبان اور ثقافت کو میسر نہیں، اس کا
اس موضوع پر ان کا معلوماتی مضمون عنوان "رہیو طالب مجھے اس کلمہ کوالی سے" حالت "اس کے خلاف" حد
اس کتاب میں شامل ہے۔ امید رہتی ہو کہ آپ اس موضوع پر چھپیں گے۔ دعا ہے۔

یہ ستارے سر میں سے طوفان بد میں بوا جہاں اردو کے عظیم ترین شاعر دانش ور اور سائنسدان تھے۔ قیامت پاکستان میں اردو تہذیب کی اقدار کی ایک تصویر۔ میں یقیں سے جانتا ہوں کہ سید احمد پرستوں میں ہر سال درجنوں مشاعرے ہوتے ہیں جہاں نہیں جی اور بھی کسی مہمان یا مقامی شاعر کو اس طرح اعلیٰ مرتبے کے قتل سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

چند ایرک سلوٹ کے بعد پشتو اور دو کے بقا کے سلسلے میں پوری تھی۔ طہر رضوی کا مناسبت یہ خیال یا یہ حسد چاہیں اس نے پھیلائی ہے کہ اردو کا مستقبل مایوس کن ہے۔ میرے اپنے مشاہدے کے مطابق پاکستان کے ہر خطے، ہر صوبے اور ہر شہر میں رابطے اور تبادلہ خیال کا ذریعہ اردو سیدہ زبان کی ہے۔ پنجابی، سندھی، پشتو، سرائیکی، مقامی طور پر آپس میں اور اندرون خانہ ضرورتوں ہوتی ہیں۔ لیکن وہی بھی صوبائی یا علاقائی زبان اردو کا نعم البدل نہیں بن سکتی۔ سبقت اور تجارت اردو ہی میں ہوتی ہے۔ ٹاؤن میٹروں میں عموماً اردو استعمال ہوتی ہے۔ عوامی جلسے سارے ملک میں اردو میں منعقد ہوتے ہیں۔ صدر مملکت، کوئی بھی ہو، نگریری کے ساتھ یا صرف اردو میں قوم سے مخاطب ہوتا ہے۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے وہاں جو اردو کے سب سے کام ہو رہا ہے وہ ماقبل یقیں محسن ہوتا ہے۔ یہ الہ یونیورسٹی میں طالب علم اردو میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ رسالہ اردو نیو نیٹلی میں اردو کی ترقی و ترقی کی جو چیزیں شائع ہوتی ہیں انہیں پڑھ کر روحانی بے اشت محسوس ہوتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ نو تہذیبی یا بھی مانی اردو زبان اکثر ریاستوں میں نابید ہو رہی ہے لیکن بانی وڈ کی فلم انڈسٹری کی مدد سے زبان نو کے فی صد سے زیادہ حصہ اردو ہوتی ہے۔ جسے وہ ہندی کہتے ہیں۔ اسی طرح رابطے کا ذریعہ پرے پر بھیجے میں ہوتی ہے یا نہ مانے اردو ہی ہے۔ ایک بات یاد رکھیے جب تک اردو ادب و شاعری، تہذیب و ادب کی میراث کے حلقے حاسب و میر کی عظمت کے ماننے والے اور ان کے کلام کا جادو دکھانے والے، قبائل، مستند فیض و آواز شیدائی، ہارنک و فرمان حق پوری کے دل نطق کے مدد پر پیمانہ سے لے کر اتھارٹسین تک کے افسانوں کے پرستار، نیا کے کسی بڑے عظیم، کسی خطے، کسی مریز میں کسی شہر میں با رسلوات اختیار کریں گے، اردو تہذیب کا جاو، اس کے شعلے، اس کا ماسک یا (nostalgia) زمانہ فرقت وطن اپنے ساتھ لیں گے اور اسے برقرار رکھیں گے۔ اور پھر مجھ جیسے مریز سے لے کر فلیٹینڈ یورپ و مشرقی امریکہ تک میں ہیں بدافریقہ۔ تاریک خیوں میں بھی مریز ہیں۔ زبان کا تعلق سے آپ کو بھی قریب کریں۔ طہر رضوی کا یہ حوصلہ، کچھ براہ آتی میرا حوصلہ بڑھا۔

اردو کے رسم الخط کی تبدیلی کے سلسلے میں انہوں نے کہا: "میں سب سے پہلے تاریخی طور پر مشق نہیں۔ رسم الخط سے مراد جانے سے وہ زبان اردو کیسے کہانی چا سکتی ہے۔ سندھستان میں سندھی کی زبان مددگار ہے۔ میں نے مجلسوں میں ہندوستان سے آئے ہوئے بچوں کو اردو کے نئے پڑھتے ہوئے دیکھا جو سندھی یا پنجابی رسم الخط میں رقم لکھتے تھے۔ اسے کچھ مجھے روحانی صدمہ پہنچا۔ یہ میرے لئے پات سے آپ میری جد باتیں سمجھیں میری زبان کی موت کے متعلق ہے۔"

اپنے پسندیدہ ادیبوں سے بارے میں تہہ نہا بہتے کہا "میں یہ سوچتا ہوں کہ میں نے
سارے مغرب کے مصنفین کو پڑھتا ہوں۔ یہ سچ ہے۔ میرا مطالعہ انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی
سے زیادہ روسی ادیبوں کا رہا ہے۔" چشمن (Pushkin) گوگول (Gogol)، دستوویسکی
(Dostoevsky)، چیخوف (Chekhov)، ٹورن (Turgenev)، شولخوف (Sholokhov)،
چیشٹاک (Pasternak) اور سٹارے چشمن کے بیشتر شاہکار انگریزی تراجم پڑھے ہیں۔ میرے
پسندیدہ مصنف ایگزندر چشمن (Aleksandar Pushkin) ہے جسے روس میں ہمارے یہاں بھی
کے ہم پید خدا کے نقش تصور یا جاتا ہے۔ میں نے گوٹے (Goethe) اور نیتشے (Nietzsche) کو
بھی پڑھنے کی کوشش کی لیکن ان کی نگارشات میری فہمی استعداد سے بعید محسوس ہوئیں۔"

آخری سوال پر انہوں نے کہا "یوں تو زندگی میں بہت سے واقعات ایسے نذر آتے ہیں جو انہیں
کے قیاس پر مثبت ہو کر رہ گئے ہیں لیکن میری اپنی زندگی کے تناظر میں یہ واقعات ہمیشہ روشن رہیں گے۔
نائب میں سنہ ۱۹۸۱ء میں پاکستانی شاعر، جمیل الدین جالی، قاتل شہابی، ضحیہ بھٹری،
محبت علی شاہ، محبوب خٹہ، ورپور، زین فیض، فواد، فرحان شیخ پر آنے کی اجماعت کی اور اس وقت انہیں جو برقی
برق تو آئی (electricity) تھی اس میں ساری عمر فواد میں رہ سکتا۔

۱۔ پھر سی طرح جب میں نے حبیبؒ کو ان کا شعر
 ہمارے گھر سے خالی نہ ہو کی بزمِ وئی ہم اپنے ذہن فی وہ پاس چھوڑ آئے ہیں
 پانچ مرادوں کے اس عظیم ترین انجمنِ انجمنی شاعر و پارکے بدیعِ قوی اس منتِ تکِ حاضرین نے حجاز
 مورخانوں سے ان کا استنباب کیا۔ یہ اقدار کی یادوں کا نواز ہے جو تالیفات میرے ساتھ رہے گا۔
 طبرِ رضوی صاحب کی نئی تحقیقی کتاب ”کون عیث مدام ہوا“ ستمبر ۱۳۷۷ء میں
 شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ۱۱ ستمبر ۱۳۷۷ء کے سرائے سے نقیبہ میں عالمِ مدام وادستِ رومی کے
 حوالے سے ذہنی تالیف و حواست کا سامن رہا پڑا ہے۔ ان کا حوالہ درختِ یاقوتی کا نظر ہو بلکہ رضوی نے
 تحقیقی حوالات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

جامعہ سراپتی، پاکستان۔ سابق وائس چانسلر اور علامہ ورداشور ہنداب پرافیسر، لفظ "ام" کے
کتاب کے پیش لفظ میں (ص ۳۵) لکھا ہے

”حق کے مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ معاشی حالت بدتر ہو رہی ہے اور مسلمانوں کے مقصدوں میں رقبوں پر حملے کا سب سے پہلا سبب ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو ہر قسم کے دباؤ سے بچنا چاہیے اور ان کے مقاصد کو حاصل کرنا چاہیے۔“

خود جناب اعلیٰ رضوانی سے اس کے لئے، "میں" سے "وہ" سے تعلق ہے۔ ۱۹۸۸ء

یہ قسم کا مسلمان دشمنی کا عمل ہے۔ میں ان شورش فزینی قارئین کو دعا کرتا ہوں کہ یہ نئی تعبیر (anti-Semitism) میں اور جیسے ہیں کہ درمیان یہ تاریخی جھگڑا ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہاں کہ میں کربی فیضیشن (crucifixion) پر اپنی اکتفا نہیں کرتا تو یہی سمجھ (anti-Semitic) ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کتاب مستند تاریخ، حقائق، واقعات، اعداد و شمار کی قلمبندی ہے۔ یہی اپنی زبان کتاب کے فہم پر مختصر الفاظ میں ہے۔

ہر مصنف، مورخ، صحافی اور جینی شہر جس کا حوالہ کتاب میں دیا گیا ہے وہ یا یہ جیتی جاگتی شخصیت ہے۔ یہ وہاں پہلے قلمبندی شدہ (identifiable) اور نامور ہے۔ ان شخصیات میں وہ جیسے مصنف تاریخ یہودی بھی ہیں جنہیں صداقت اور تاریخ کا صحیح احترام ہے۔

مشہور یہودی صحافی، جیکو ٹمرمن (Jacobo Timmerman) نے جب اپنی کتاب "The Longest War" میں اسرائیلیوں کو نازیوں سے بدتر قرار دیا ہے جب "اسرائیلیک ز ناٹ مائی فلگ" (Israel's Flag is not My Flag) میں لکھا کہ خدایات اور خدایاں کے درمیان میں کو زندہ رہتے کا حق نہیں ہے۔ ان انشواروں کے بیانات و مزید استقامت کے یہودی حاکم کی ضرورت نہیں ہے۔

ہر شخص کے پوشیدہ نجی تعصبات (private biases) ہوتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ میں اپنی تحریر میں حتیٰ امکان کوشش کی ہے کہ میں اپنے تاثرات کو تاریخ کی صحت پر ترجیح نہ دوں۔ ہر انسان کا خوش گوار، حق سے تعلق سے جو یہ علم میں آیا، میں نے اپنی اپنی ترتیب، سمجھ بوجھ اور فلسفے کی روشنی میں سوچا، رائے رائے قائم کی۔ جنوبی افریقہ کی پولیس جب "مشتبہ" لوگوں سے کہ میں غسل مسیح کر یہ یقین برتی ہے۔ آریات کا شمار گورن یا کالوں کی نسل میں ہونا چاہیے تو مجھے اس وقت بھی اتنی ہی اہمیت محسوس ہوتی ہے جتنی اس میں یہودیوں کو دیکھ کر جو اپنے ملازم ہر عرب نوجوان کو بغل حقیر کر دیا کرتا ہے خود کو (self respect) کو محترم کرنے کے لئے اس کے پاس جانتے بوجھتے ہوئے ان کو "عبدال" کہہ کر پکارتے تھے۔

شہر (Auschwitz) کیبوروں میں جب تیس کی بھٹیوں میں جیسے سے پہلے ماری پانی پانے کے انتہائی دھنسنے والے یہودیوں کو خیرہی دھات کے دانوں والے یہودی سے جدا کرتے تھے اور میں نے جب اس شرمناک واقعات کو پڑھا تو مجھے اتنی ہی اذیت پہنچی جب میں نے ٹی وی پر اسے دیکھا ہے۔ پچاس کے سوخت جسم اور بریدہ دھڑکیں، جیسے جو اسرائیلی فوج کی سفار کی کا نتیجہ تھے۔ پھر ۱۹۶۰ء میں امریکہ سے جنوبی ایشیوں میں جب سفید فراق پرست امریکی وہاں کے مقامی کالوں پر مظالم ڈھارے تھے تو میرا اپنی اور روحانی کرب اتنا خد میں فلسطینی بچوں کی ہڈیاں اسرائیلی سپاہیوں کے ہاتھوں نونچے دیکھنے کے کرب اور اشتعال سے کسی طرح کم نہ تھا۔ ظلم ظلم ہے اور خون ناحق خون ناحق ہے جو بقول آرمالڈ ٹائٹل بی ایک معصوم بچے کا ہویا چھٹین فراق کا۔

میرے نظر میں انسانی تاریخ کا عظیم ترین سانحہ، اقدار کربا تھا اور اس نے بعد از کم بیسویں صدی میں فلسطین کی ٹریجڈی سے زیادہ دردناک کوئی اور ٹریجڈی نہیں ہے۔ مالی ہنگامہ ہے، درمیان اکھوں، کانوں،

راجہ سید احمد علی زید اور ان کے خاندان کے قلم کار
و آپ آج کے بہترین نقادوں کا صف میں جگہ پا سکتے ہیں

۱۰۰

۲۰ نومبر ۲۰۲۳



اظہار اثر

دہلی، ہندوستان

نہار ٹرکے بارے میں یہ بہا مثل ہے کہ وہ شعر زیادہ نہیں سنتے ہیں بلکہ ان کی شاعری
ہے۔ ان کا ایک شعر تو مجھے ہمیشہ یاد رہا ہے

لو جلد و چہ خون میں روشنی کے ہے بارے دورہ ورنی قاشب زید ہے

نہار ٹرکے نے اپنے دنیوں میں سے میں جنہوں نے اردو ادب میں شاعری کے چنانچہ روشن
کئے ہیں۔ اور چہ حال یہ ہے۔ ادب کے ہر صنف میں انہوں نے کمال اور خوب کام کیا ہے۔ ان کے
مذہب، ان کی تفسیر، شعر اور سائنس۔ ان کے وہ شعر ہیں جو "تاریخ" اور "ایک شاعر
ہو چکے ہیں۔ درختوں کا دل بھی ہے جس طرح ان کے ہاتھ ہیں۔ ان کے شعر ہیں جو "شاعری
نہیں ایک نیا تجربہ ہے۔ جیسے نقشہ نگاری میں سائنسی نظریات، اقلیت کے شاعر ہیں انہوں نے ان کی
سے اپنے ہونے ہیں۔ انہیں شعر کہنے سے کسی خاص تحریک اور نئی سائنس کی ضرورت نہیں رہی۔
"تجربہ" ان کی ایک نظم "سیارہ سورج" (کا ایف ہند)

بجلی میں بھی تھا ایک روشنی کا
میراب تو قلیل وقت ہو رہا تھا
میں اپنی روشنی خود پی گیا ہوں

پہلے سے قبل کی، اہل کے یہ تہذیب کے آئینوں میں رہا یہ مضمون جمالیات سے متعلق ہو۔ تبصرہ ۲۰۳ء کے شمارے میں ایک صاحب نے اس واقعے کو قریب کے یہ صاحب نے اس سے دو تہائی جمالیات یا تہذیبوں کے انحصار اثر کے مضمون "جمالیات کا دورہ" کے تحت "آئینوں" کا شمار کیا ہے۔ صاحب نے مضمون پر بحث کے بعد کہا کہ "تہذیب اور تہذیبی رجحانوں کے لئے ایک معمولاتی مضامین ضرور شائع کیے جاتے چاہئیں۔"

ایک اور صاحب ایڈیٹر صاحب، انجمن نے اہل سے بھی "جناب گلہار صاحب نے جمالیات پر اپنے مخصوص سائنس کے نقطہ نظر سے بحث کی جو بحد پسند آئی۔ تہذیب (Raleot Relativity) مولانا کی جمالیات کا واقعہ، I Q، نور تھو، انٹرنیشنل، چھٹی حس، مولانا کی مسکراہٹ کو جمالیات کے فن پر اس قدر جائز کیا ہے، کیونکہ تہذیب و سہولت مونی ہے۔ اس ضمن میں صاحب کا شعر انشائیہ فرمایا ہے: "اپنی جمالیاتی معنویت کے ساتھ کچھ ایسا نظر آئے گا۔ جی تو یہ ہے کہ میں اس شعر کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا مگر گلہار صاحب کی تشریح نے مجھ پر ایک گونہ سہل کر دیا۔ اس مضمون کے لئے انہیں بہت مبارکباد۔"

گلہار اثر کی ایک کتاب "سائنس یا ہے" پڑھنے سے ہی نہیں بلکہ پڑھ کر یاد رکھنے سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اس پر بناب سید حامد نے جو تبصرہ لکھا ہے وہ "جی" کی منہ بولتی تصویر ہے اور مطالعہ کی متقاضی ہے۔ سید حامد نے صرف یہ آئی اسے ایسے افسر ہیں بلکہ اعلیٰ ترہذیب و نورانی کے دانش چاہنے والے بھی رہے ہیں اور آج کل کا محض ہمدرد کے چاہنے والے ہیں۔ انہوں نے اپنے تبصرے میں لکھا ہے۔

گلہار اثر کی کتاب "سائنس یا ہے" اس نیت سے لکھی گئی تھی کہ سرسری طور پر دیکھ کر، اور قیاسی کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ کر دیں گا۔ میں سچی انداز سے جس کا بہانہ مصروفیت، جو مدد ملتی اوقات کا دوسرا نام ہے، فراہم کر دیتی ہے لیکن مصنف نے میرے دماغ کو بے ادبی سے سہارا کر دیا۔ کتاب جب تک ختم نہ کر لی رکھ نہ سکا۔ ماس میں جیسے بظاہر حلقہ مضمون کی کتاب جس سے مجھے اس بھی نہیں ہے درود بھی اردو میں تہذیب و تہذیب ہو سکتی ہے، یہ بات میرے تصور میں آئے دنی نہ تھی، اس کا کیا کیجئے کہ تجربے میں آگئی۔ مصنف کو سائنس پر جو قدرت ہے اسے سائنس کا جو ذوق ہے اس نے سائنس کے موضوعات کو پانی کر دیا ہے۔ "آؤ تو تانی، انگریزوں کی ترکیب، زندگی کس طرح وجود میں آئی، سامان، آئی این اس، جدید، کرہ موسوم، چین، تخلیق حیات، کائنات کے راز" مصنف کے قلم نے یہ سارے اسرار بڑی رسائی، روانی و شگفتگی کے ساتھ کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ وہ پیاس پیدا کرتا ہے اور اسے بجھاتا بھی ہے۔ ایک تھکن، ایک جستجو دور ہوئی تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمان کا جنم جب ایک نشتا سے تو نشتا ہی ایندھن اسے دیکھیں وہ مزید کامٹا ہے کرتا ہے۔ "اور میں میں مرید" کا "آؤ تو تانی" کرتا ہے۔

نمبر ۱۰ — شریان کا انداز و اسی مضمون کے مندرجہ ذیل اقتباس سے سمجھنے جس کا
عنوان ہے خاموش آوازیں۔
کی شاعر نے کہا

اس غیرت مہیوں کا تان بند ہے۔ شہد سناپت ہے آوازوں کا۔
آپ نے کہا کہ آواز ہو گا۔ میں بھی یہ نہ سوچا۔ تاکہ جہاں یہ ہے۔ خوب صورت عطا اس
شاعر نے دراز و دراز کے انداز میں یہ ہے۔ زبان سے نرم لکھ میں چند جگہ لکھ
آواز کی کہانی میں جگہ لکھتے ہیں۔ درخت لکھ میں کوئی بات کہہ رہی ہو یا نہیں کہ لکھ
تیں۔ یہ جہاں لکھ ہے۔ گویا شعرا ہمیشگی اور ہر مروت کے حقائق میں ایک شاعر
مشترک ہے اور وہ ہے آواز۔

”ماہر کیا ہے“ کتاب کا نام پہلی نظر میں بلند یا بلند ہے۔ لکھ پڑھتے ہیں۔
ماہر کے فیاضی اصول اور اس کے پرچہ کی یہ مضمونوں میں آتے ہیں۔
مضمون کے یہ مضمون تھیں و لکھتے ہیں۔ مضمونوں کے یہ۔
پڑھتے ہیں۔ مضمونوں میں لکھتے ہیں۔ مضمونوں کے یہ۔
مضمونوں کے یہ۔ مضمونوں کے یہ۔ مضمونوں کے یہ۔
مضمونوں کے یہ۔ مضمونوں کے یہ۔ مضمونوں کے یہ۔
مضمونوں کے یہ۔ مضمونوں کے یہ۔ مضمونوں کے یہ۔

اب میں نے اس سے چھپا ”انہما صاحب“ اپنے بارے میں بتایا۔ اور یہ بھی کہ آپ
نے سائنس کی طرف توجہ دی اس کی کوئی خاص وجہ؟

”ماہر صاحب نے بتایا۔“ سائنس کی جانب میری توجہ ایک طرح سے پیدا ہوئی تھی۔
جہاں سے۔ جب میں پانچویں جماعت میں تھا تو امریکی کے لکھتے ہیں۔ ایوب صاحب نے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔
میں نے لکھا تھا۔ سائنس کے پرچہ کی تھی۔ لکھتے ہیں۔ امید ہے۔

بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کیا

۱۹۰۰ء میں سائنس مندرجہ ذیل سے متعلق باتیں تھیں۔ سائنس خواہ ایک نیک نیت۔ اور
 اس کے مختلف سوچناؤں پر مبنی رہا۔ ممبران میں صلاحات سے قبیح تھیں۔ ان کے ہمتیوں کا شمار
 کام سے۔ تاہم جتنا شہرت تھی۔ تہاں قدرتی تھی ہے۔ وہ میں یہ کام ٹھہرا کر اپنے منہ میں
 سے دیر سے غوطی سے نچا کر رہے ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ بہت بڑے ہیں۔ مستحق ہیں
 نہ صرف اس بات کی کہ وہ اپنی کوششوں میں زیادہ وسعت پیدا کریں اور ان کی تلاش
 و تحقیقوں میں زیادہ مقبولیت اور پذیرائی ہو۔ یہ کام آسان نہیں، وہ لوگوں کے مزاج
 کو بدلنے کا ہے۔ تاہم جتنا شہرت و کام ہوگا۔ تہاں شہرت و کام سے نچا کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ
 وہ اپنا حلقہ اور وسیع کریں گے۔ اور اس کے لئے ان کی طرف متوجہ کریں گے اور سائنس
 موضوعات پر باقاعدگی سے اور سلسلے سے ساتھ رہیں گے۔ ان کی تہذیب و تربیت کے
 سے وقت نکالیں گے۔ آج کے دور میں سب سے بڑی ترقیاتی خدمت یہ ہی ہوئی کہ سائنس
 مزاج کو اردو میں مروج و مقبول کیا جائے۔

نظیر ثر صاحب نے اب تک جس قدر باتیں کام کو انجام دیا ہے اس سے امید
 بند تھی ہے۔ تاہم ابھی سائنس کے مختلف شعبوں کو وہ مفہم بنا سکیں گے اور اردو کے
 پڑھنے والے کے لئے سائنس موضوعات میں دل چسپی کا، فرسان فراہم کریں گے۔
 سائنس سال، مستقبل کی کلید ہے اور جو زبان سائنس کو جس طرح اور جس آسانی سے
 اڑھتا بچھتا بنا لے گی وہ اردو ہی ہے۔ کسی قدر کامیابی کے ساتھ اپانے میں کامیاب
 ہوں۔ کام مشکل نہ رہے مگر مجھے امید ہے کہ نظیر صاحب اردو میں اوکام کر دکھیں
 گے جو ایچ جی ویلز نے انگریزی میں انجام دیا تھا۔

اب نظیر اپنے بارے میں بتاتے ہیں۔ "میں کرت پور ضلع بجنور، ترپردیش،
 ہندوستان میں ۱۶ جنوری ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوا۔ چری زندگی قلم سے روزی کئی اور بھی بچتا ہوں انہیں ہوا۔
 بعد کے قنصل سے ساری زندگی آرام سے تیری ہے اور اپنے تمام فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔
 ۱۹۵۰ء کے شکاری وزیر چیدہاں بنایا۔ پہلا ناول 'ٹائن' تھا جس نے ایک سال کے
 اندر ہی مجھے ہندوستان کی شہرت سے فارایا۔ اب تک ایک ہزار کے قریب ناول اور پانچ سو سے زیادہ
 انشے لکھ دیئے ہوں۔"

اگلے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا۔ "ہاں میں متفق ہوں کہ ایس کی مردہ بندی
 سے اردو کو بہت نقصان پہنچا ہے بلکہ میں کہوں گا کہ وہ تو ختم کرنے میں آج کے نقادوں، کام نہاد
 ڈاکٹروں اور پروفیسروں کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ یہ کہ انہوں نے اپنی اکان چلانے کے لئے

رہیں ہے۔ یہ تیز لہجے میں بحث کر رہے تھے۔

”آپ، ار پیے، اے میں اور جنس ریڈرونگ کے غارتختے میں آپ کو حق نہیں پہنچتا آپ ان کے وقت میں سیٹوں پر بیٹھیں جہنم میں۔“

میں چھوڑ کر اپنی موٹی سے یہ تیار ہو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس کا قہر رکھیں سے کہا کہ یہ تان کے اسٹوڈیو میں، اس کے سٹیشن پر اتر جا میں گے اس لئے ان کو بھانپو۔

نوجوان کافی بڑی تعداد میں تھے۔ اس لئے ڈپرہ زور ہونے کے باوجود مصالحت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ ان کو بھی یہ کیا۔ کچھ دیر بعد میں اس پر کی سیٹ سے اتر کر نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں زمین چل پڑی تو ایک نوجوان قبیلے سے ایک ناول نکال کر پڑھنے لگا۔ اتفاق سے وہ میرا ہوتا تھا۔ میں نے ڈائریکٹس ایل کو بتایا کہ وہ نوجوان میرا ناول پڑھ رہا ہے۔ ڈائریکٹس ایل نے اس نوجوان سے کہا ”کیا آپ اس لکھنے کو پسند کرتے ہیں جس کا یہ ناول ہے“

”انہیں میں تو کیا میرا چوراہا ندان اللہ کے تالوں کا پوانہ ہے۔“

”کیا تم میں یحسد سے بھی بڑے ہو؟“ ڈاکٹر حقیق بعد نے دوسرا سنا لیا۔
”کبھی نہیں۔“

”کبھی نہیں۔“

طریقہ پختہ شدہ ہو گا۔

"یہاں ٹرین میں" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں-جیہیں۔" پھر میرے کانڈھے پر ہاتھ رکھ کر کہا،

یہ جیسے کہ پورے مقبول ہے۔

چونکہ میری تصویریں ہاؤس کی پشت پر چھپی رستی ہیں احوال ملنے پر نو جوان نے مجھے پہچان لیا۔ وہ مجھے پہچان کر جو اس کی حالت مافی اس کو ذرا متحیق بند شاید مجھ سے بہتر بتا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس بار کے اسٹوڈنٹ جو چھوہرے پہلے ٹرنے پر آمادہ تھے میٹیس چھوڑ کر کھڑے ہوئے اور جہاں تک سفر یا کوشش کرتے رہے کہ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچا دیں۔

نمبر ۷۱ جانا قلندر ہیں۔ اسی لئے خوشامد در آمد سے دور رہتے ہیں۔ دوسروں کی مدد کے لئے
میت پیش پیش رہتے ہیں۔ منہ پھٹ بھی ہیں۔ نکی لٹنی انہیں پسند نہیں۔ اپنی کتابوں کو یو روڈ دانے کے
کے نمبوں سے برابندی نہیں کی۔ سنا کہتا ہے "میں میں نے سمجھتا ہوں کہ میری تحریر سے عوام کو مدد
پہنچے۔ بس یہ ہی میرے اطمینان کا بہترین ذریعہ ہے۔"

Mr Izhar Asar,

S-1 New Ramnagar, New Delhi, 110008 India

زمین سے اٹھتی ہوئی تھیں، اسی لئے وہ بھی وہاں وہیں سے اٹھتی تھیں، اسی لئے
 پانی ہوا، وہاں شربت میں سے بھی پیتے ہیں، ریشم سے تیار کرتے ہیں۔

اس بات پر کہ یہ فساد کیا، نہ تو ان کو اپنی دنیا میں متھرتے رہا، اور چھوٹے سے ایسے
 - ہمیں چیمہ میں - جیسے بھی تیار نہ تھی، نہ وہ، نہ یہ۔

فقی کا یہی کہ یہ مستحق کہ اس سے ہوں نے اس سے منہ موڑ دیا۔ یہ کہ راؤ کا کہ ہم
 میں وہ نہ رہے، اس لیے تو اس میں اس کا یا قصور، "تم اپنے" کے ہونے کا پرچار یوں کرتے ہو۔ یہ
 تشہیر ضروری ہے؟" میں نے پوچھا تھا۔

"مجھے منافقت کا سبق کیوں سکھاتی ہیں؟" اس نے بڑے اذیت سے کہا۔ "مجھے منافقت سے
 نفرت ہے۔ میں جو میں سمجھوں۔ کہ آپ وہ مجھ سے محبت نہ تو مجھے ہی سہرت میں قبول کریں۔ میں
 منافقت پسند نہیں کرتا اور اسی لیے اپنے جیسے لوگوں کا منہ موڑوں۔ میں نے تو نصیحت بھی کی ہے، سننا
 "اہستہ۔"

| | |
|----------------------------------|-------------------------------------|
| مجھے کفن مت پہنانا | "میں جب مرجاؤں تو |
| منافقت سے کام نہیں لیا | کہ میں نے تمام عمر |
| تو اسے بھی خراب | رہنا ہے |
| میں کس لیے دنیا سے منہ چھپاؤں | میں جو کچھ ہوں |
| اکٹھے ہو کر | میری میت کے گرد |
| کہ اس خالی مکان میں | آہستہ نہ پڑھنا |
| مجھے دفن کرو دینا، جلا دینا | اب کوئی نہیں ہے |
| مجھے کیا | یاد رہا یاد کرو دینا |
| تمام دنیا میں سب مذہبی کتابوں کو | مجھے دفن نہ کرنا، قصور نہ ہونا |
| تلقین کی گئی ہے | جن میں دوسرے سے نفرت کی |
| آرہ مجھ کو طاعت ہو تو | میرے ساتھ ان کو دینا |
| اور تشہیر دینا تو | میرے ساتھ تمام مذہبی فرقوں |
| دریا، دریا تو | اس آگ میں جلا دینا |
| تمام مذہبی کتابوں کو جلا دینا | میرے بدن کے ساتھ روئے زمین کی |
| میرے لئے، نہ تو میں قدم | کہ وہ پھر سچ آپ پر واپس نہ آ سکیں |
| میری قبر میں نہ جیسے میں | ہاں بات تو میں نہ اب اور |
| | میرے شہر لاکھ پور، کی منی رہا دینا۔ |

وہ چپ ہوئے، جیسے اس کے ساتھ ماہرین نے یہ کیا ہو، مگر وہاں سنا نہ تھا، چپ ہو

تھا۔ میں نے آنکھیں مٹھیں۔ میں نے اس کے منہ میں چوم چوم کیا، وہ ہنس پڑا۔ یہ میرے
میرے اپنے لیے یہ میرے بھائی کے ساتھ ہو جوتا تھا۔ اس میں نے تصور میں اس کی پیشانی پر دیا۔
یہ اس کے دل سے رب کا معاملہ ہے۔ میرا ان کے ساتھ ہونے والا ہے؟ اس اس سے، میں نے
اس کے غم میں یہ غم بے ذالی اور اپنے خدا کے جواب لے کر پوچھا۔ میرے رب
کیسی ہے یہ تیری مصلحت؟

”ریت ہی گئی سو“ کہ تھے جو میں نے اپنے آپ سے بھی پوچھے۔ غمراہ مضمون پر میرا
 رت حیدر، قحط، راجہ، بی رما۔ محمد، سوتا بھی تو میں یہ کر سکتی۔ میں جانتی ہوں میں بہت اکن۔ نہ
 ہوں اور ہوں کے عبادت میں فساد برپا کرنا اور غارت کرنا تو میں جانتی ہی نہیں اور پھر اُفتی تو اندر سے
 ایک ہر انسان ہے۔ وہ بہتا ہے۔ کتنا برب ہے اس سخت میں۔ ملاحظہ ہو۔

اب اختتام رنج سفر چاہیے مجھے
 شہنشاہی مرقعہ غصہ سے سدا خوب
 بہت اداں و دل میں یہی فقر ہے بہت
 سہاگہ ہے یہ پائیاں تھیں ہوس کے
 میرے ساتھ وہ درمختل کسب

میں ہوں حلاوتیں، ولی سفر چاہیے مجھے
 جاگتا رہوں جب کا، سفر چاہیے مجھے
 جس نے جاگتا رہا، سفر چاہیے مجھے
 مانوس میں رہا، سفر چاہیے مجھے
 جب تو بین دریا بھر چاہیے مجھے

[illegible]

نورانیہ کے مہمانوں میں بہت کچھ تھا۔ ان کی کتابوں میں غزلوں کا مجموعہ غزال، نغموں کا مجموعہ نغمان اور نیا شعری مجموعہ نورانیہ ہے۔ افقی نے افسانے بھی خوب لکھے ہیں۔ ان کے افسانوں کے مجموعے ایک تھی لڑکی اور شہر کا شام ہوتے ہیں۔

نورانیہ - پچیس سال کے شاعر ہیں جن کی مجموعہ ہیں۔ ان کی شاعری کا مجموعہ "Black and white Poems" (Mymecophile) ہے۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

افقی نے شاعری میں جنیپ کا نام لے کر بیٹے کی شاعری شائع کی ہے۔ ان کے شاعری کے نام "Black and white Poems" (Mymecophile) ہے۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

۲۰۰۳ء میں ان کی کتاب "Black and white Poems" (Mymecophile) شائع ہوئی ہے۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

۹۹۶ء میں ان کی کتاب "Black and white Poems" (Mymecophile) شائع ہوئی ہے۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

نورانیہ کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

۲۰۰۳ء میں ان کی کتاب "Black and white Poems" (Mymecophile) شائع ہوئی ہے۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

۹۹۶ء میں ان کی کتاب "Black and white Poems" (Mymecophile) شائع ہوئی ہے۔ ان کے شاعری کی کتابیں ۹۹۶ء میں انجیل کے نام پر Hall of Fame کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

ہوں۔ ایک دوست سریندر سورت نے میری شاعری "تمن سروں والا رقص" کے عنوان سے گورکھپری میں
 پہلی قومی زبان سندھ تان سے ڈیڑھ آگے۔ اسی رچنے میں یہ خیر گورکھپری میں آیا۔ اس نے
 سندھ تانی کی زبان کا نام تھا میں روکا نام تھا۔ اس کے بعد اور ہم روکے ہوئے ہیں جو
 نثر سے چھپاتے ہیں۔ آج میں نے درنامہ جنس کے اپنی پیدائش میں جناب حنیف انصاری
 پر اس کا نام ہے کہ پاکستانی اداس میں وہ "قی" "و" "ت" "ہ" لیتے ہیں۔ جیسے قہر انصاری
 قبول وغیرہ۔ یہ حنیف انصاری صاحب کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ہم نے اسی نثر کی بناء پر ملک کا آواز
 دھونے دیا۔ ہم نے اقلیت کی زبان روکے ہوئے زبان بنادیا۔ بنگالیوں میں محرومی کا احساس پیدا
 دیا۔ انگریزی کی مثال میں۔ مرید نے اسے یورپی دیا میں پھیلا دیا۔ میری کتاب
 "Myrmecophile" بریجوتن کے مصداق میں شامل ہے۔ وہاں کسی نے فاشن ورکلڈ پر یہ نہیں
 بتا کہ یہ کسی اہل زبان کا نہیں ہے بلکہ اردو زبان کو ترجمہ کرتے ہیں۔ اس پر برتری سے ہم
 کا۔ ورکلڈ میں عتراض کرنا ہوگا کہ وہ کے قائل ہم ہی ہیں اور جب مجھے یہ احساس ہوگا کہ میں
 مرید زبان میں شاعری کر رہا ہوں تو پھر میں ہوں گا کہ "اردو کو سر ہی جانا چاہیے"۔
 اس موضوع پر افتخار نسیم نے ایک کالم بھی لکھا ہے۔

Mr. Iftikhar Nasim

President South Asian Performing Arts Council

6033 North Sheridan Road Suite 40-J Chicago ILL 60660

USA

E-mail: iftinasm@aol.com



داسو رتی
داسو رتی

داسو رتی
داسو رتی

اقبال متین

حیدرآباد، آندھرا پردیش، ہندوستان

میں نے جب مشاعرے میں "حقیقی درد" کا شروع کیا تو مجھے مرگے سے جی
(تقریباً ۱۹۷۰ء) کے قریب سے جب قباں میں جا کر وہاں پہنچا تو اس کا کیا حال
ہو گیا تھا جس میں اس نے مجھے سب سے پہلے "میرا دل" کہا اور اس کے
پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرا دل" کہتا ہے "میرا دل" کہتا ہے "میرا دل"
پھر مجھے سب سے پہلے "میرا دل" کہا اور اس نے کہا "میرا دل" کہتا ہے "میرا دل"
میں نے اس کے ساتھ ساتھ "میرا دل" کہا اور اس نے کہا "میرا دل" کہتا ہے "میرا دل"
میں نے اس کے ساتھ ساتھ "میرا دل" کہا اور اس نے کہا "میرا دل" کہتا ہے "میرا دل"

درد کے ساتھ جڑا ہوتا ہے حقیق کا کرب
کچھ سوا مجھ کو یہ ہنگام ہنر لگا ہے
جس دنیا کا بیٹا پانی پاؤں تمہارے دھونے کا
نہ کہتا ہے میرا دل میں دیکھ میں یہ کونسا ہے

اور

[illegible]

ہم نے انسان کے دکھ درد کا حل ڈھونڈا یہ

کیا برا ہے جو یہ اقواء اثراتی ہے

اور سہمی ہوئے اور حاصل ہوا یہ ان کے لئے ایک نئی بات تھی۔ ساتھ ہی انگریزی میڈم سہو کے والد ادوہ والدین کے سامنے اقبال کا دیا ہوا سبق بھی پڑھا۔


تمہارا جی تندرست ہے آپ کی سچائی کی طرف سے

جو شش ہمارے آئینہ ہے گا عیاں

تہاں نہیں ارادہ کے نام خطوں بدلتی ہے حق میں کہ نہیں۔ ان کا من ہے

[illegible][illegible]

آتش میں اپنی مرضی کے مطابق لکھنا، تصدیق

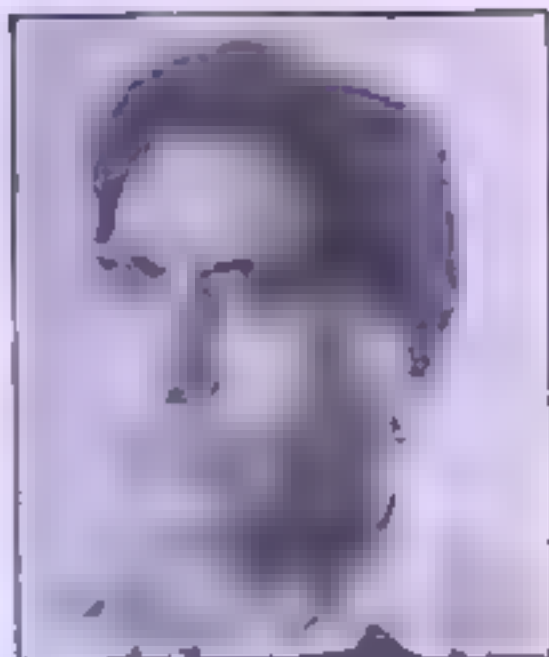


میرے بچوں کے مزاروں پر مجھے کمال شب کو

ہاں نہ آنکھوں سے جینے کی دعا دیتا تھا

اپنے قیوں میں فخر کیا کہ اس کی مدد سے یہ قوم نے اپنی تمام تر ضرورتیں پوری
کی تھیں۔ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

[illegible][illegible]



ہیں کرب و انہم اور دیکھ دو کہ
 شاہکار چوں۔ کامیاب لوح و قلم کا اندھ مسدود کل کا۔ وہ پاؤں
 نہا ہے مثل ہے جیسے صاحبِ فنِ محمود دور میں غلیظ کرے۔
 تباہے مثل چوں۔



محمد الیاس

میرپور، آزاد کشمیر، پاکستان

[illegible]

یاد میں لایوں اس اقلی نے تجھیں۔ میرے ملک کے نظریہ نگاروں پر چند حصوں میں اپنی رائے خاصہ
رہے۔ یہ وہ تحریک ہیں نہ مائیں استبدادی مشعل کے ستارے ہیں۔ کسی اپنی تذر سے میں میرا کار
ماتوں میں رہا ہوتا تھا۔ یا اس کے وہ ستارے جو بھی پتا تھا کہ اس کے سے ایک خاص منہ مندی و خدمت
حق سے جسے "ہو" کہتا رہی" کہتے ہیں۔ یہ منہ مندی ایساں میں نہ تھی ورنہ بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس نے
یہاں ممبر کرینا چاہیے۔ یا اخباروں کے "اپنی بدیوں سے رہنے کے اپنے اندر و راستے چاہیں" اپنی
"کاموں کی رائے میں" کی تحریک منعقد کرنے یا نہ کرنے اور "میں تو چند" مستند راہنماؤں کے "ملک
ملک" تو فرضی چاہیے کہ یہ ہی زمانے کا تقاضا ہے۔

ایک دن ایک باری نہیں آتی۔ روپیہ ملے گا۔ انہیں آتا کیوں کہ میں اپنی تربیت ہی
سکھاتی ہے۔ میں قلمی زندگی گزار رہی ہوں۔

[illegible]

[illegible]

میں قابو کا قابو نہیں دیتا۔ یہ میری زندگی کا یہ ہے۔
رفاعت نے کہا کہ عہد و زمانہ ہوئے۔

میر کی روح کی نسبت میں نے کہا "اے اسی شایہ مرچ مجھے پہنارس"۔ یہ بات سن کر وہ
 ہنسی اور میں نے پہنائی پہنارس۔ "جب روبرو کی حالت میں یہ بات کہے اور وہ اس کی طرف
 دیکھتا ہے یہ سنا کر کہیں ہے تو کہتا ہے "اے اسی شایہ مرچ مجھے پہنارس"۔ یہ بات سن کر وہ
 ہو گیا ہوتا لیکن ابھی کچھ اور دیکھ جھپٹتے تھے۔

[illegible]

یہ باتیں ایک اور جہت سے نہ جانے بہت حد تک غلط تھیں۔ میں تو ان میں سے ایک تھا۔
میں نے ان کو ایک آواز دیا تھا کہ یہ تو میرا جیسا ہے۔ میں نے ان کو ایک آواز دیا تھا کہ
میں نے ان کو ایک آواز دیا تھا کہ یہ تو میرا جیسا ہے۔ میں نے ان کو ایک آواز دیا تھا کہ
میں نے ان کو ایک آواز دیا تھا کہ یہ تو میرا جیسا ہے۔ میں نے ان کو ایک آواز دیا تھا کہ

یہاں جیسے معروف اور نامور قاضی پر چوں کہ شائع ہو گیا ہے چوں کہ مشہور ہے، اس لیے اس کی قیمت کم ہے۔ لیکن یہ کتاب بڑے بڑے قاضیوں کی تصانیف پر مشتمل ہے۔

[illegible][illegible]

Mr. Mohammad Ilyas,

Syed Hameed Ahmad, M. Sc., M. Phil., M. A., M. Litt., M. A. K., Pakistan

مساری دنیا کو بیگانہ سمجھئے اختر
کوئی اپنا بھی نکل آتا بیگانوں میں

اختر اعوان
۲۸ اکتوبر ۲۰۰۳ء



ڈاکٹر الہی بخش اعوان

نندن، برصغیر

”اس شخص کی تحریک بڑی وسیع ہے۔ ساریات بھی ایک جدید حکمت یعنی سائنس سے اور اس
 ۱۰ میں جو سائنس سے جدا ہے اور بہت پیچھے رہ جائے گا۔ علمی اور عملی طور پر بھی۔“
 ڈاکٹر الہی بخش اعوان کے تعلق سے فریضہ سے واقف ہیں۔ لہذا انھوں نے ساریات ۵ بڑا
 تہ منہ و پیادہ کا قیام کیا ہے۔ ۲۰ جون ۱۹۳۴ء کے دن ساری (مشرقی پنجاب، ہندوستان)
 میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں پاکستان چلے آئے تھے۔ پاکستان کی ۵۰ سالہ شہر
 تہ۔ اپنے ساتھیوں جماعت تک مسلمانی اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر تھے۔ میٹرک کا امتحان ۱۹۵۰ء میں
 پشاور میں کیا۔ پشاور یونیورسٹی کے مانسہرہ ایسٹ میں ملازمت بھی کی اور مختلف کالجز میں
 قسمت آ رہا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں پشاور یونیورسٹی سے فزکس فی غل کیا۔ ۱۹۵۵ء میں پشاور
 یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۶۰ء میں ان یونیورسٹی سے بی۔ اے کی اور اے۔ اے۔ اے۔ سند کی۔
 قسمت کی فزکس کی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں ہی ورنس کالج میں سول سائنس میں بی۔ اے کی۔ پھر امرتسر
 ۱۹۶۵ء میں بی۔ اے کی تو ان کے پاس ۵۰ سالہ سابق پاکستانی فزکس کی اس اہلیت کے وجود سے
 ان کو پاکستان کے سائنس دانوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں پشاور یونیورسٹی سے

ماریات میں دی گئی۔ جس ۹۹۰ میں ورنسب پر یہ رس جان شیور سے ملے۔

ماریات میں ن کے پنی تھے، ان کے بی بی و جب یہ تھی تھی۔ یہ مدرسے میں
 جی بے ہمیں سے ساتھ دیات کرتے تھے۔ خواجہ پر تھے۔ تھے تے ہندو سے جی بے ہمیں تے جان
 مت تے تھے۔ (یہاں چندا) تھی جی بے ہمیں سے (انہیں نے ہاں۔ یہ تہا سے
 یہ ساری تے کہ وہ جدید علوم و تہ تھے نہیں نام میں سے ورنسب سے جی بے ہمیں سے یہ تھی
 میں تک تھے دی میں ہاں۔ یہاں تے تے جدید تے تے تے تے تے تے تے تے تے تے تے تے تے تے
 سے۔ ہاں تے
 زبانوں کا سائنسی طریقے سے مطالعہ اور تجزیہ کریں۔

ان میں میں اور محنت نے نہیں یہ تے
 تے
 میں۔ ۲۰۰۲ میں نہیں مرٹن ہاں۔ تے

(Man of the Year) کا خطاب ہاں۔ میں سے (Contemporary World)

(Who 2003) ۲۰۰۳ میں تے

ماریات (Institute of Linguists) نے نہیں ہاں۔ تے

میں سے یہ بات یہ ہے کہ تے

سے سے پہلی فکر ۹۵۰ میں تے

تہا ۹۵۹ میں سے جب میں سے تے

ن تے

تے تے

قریب ہیں۔ میری مطبوعہ کتابوں کے نام یہ ہیں۔ ا۔ فکلی تے

رتی، ۳۔ ہندو افعال کا سائنسی تجزیہ، ۴۔ ہندو میں تے

۵۔ ہندو سائنسی رہا، ۶۔ شافعی احکامات و ماریات و ماریات، ۷۔ تہا تے

(۸۔ تہا تے

نہیں تے

۱۵۔ تہا تے

۱۶۔ تہا تے

۱۷۔ تہا تے

۱۸۔ تہا تے

۱۹۔ تہا تے

۲۰۔ تہا تے

۲۱۔ تہا تے

میں میں سمجھتا ہوں۔ نظریاتی اعتبار سے وہ ہندی نے بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس نے سہولت و تقویت دی اور اردو زبان و ادب کو فائدہ پہنچایا۔

اردو کے مستقبل سے ڈاکٹر اعوان قطعاً مطمئن نہیں۔ ان کا سن ہے "میں فطرتاً ہی واقع ہوا ہوں۔ مجھے نہیں میں اردو کا مستقبل میں بھی تاریک نہیں ہے۔ سب سے کماتہ قریب ہے۔ ہمیں حاد قوی یا حلی قسبات سے ہوتا ہے۔ اس لیے ہم میں اردو ورنہ رہنا چاہیے۔ حاد قوی زبان کا یہ مقام ہے۔ نوجوان چوتھو چہرہ دنیا میں اردو کی شہرت سے یکن بھی اردو میں رکاوٹ سمجھنے کے بجائے اردو پر معاون برائیاں کیا ہے۔ ذاتی اور اجتماعی سطح پر اردو کی ترقی کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔ پاکستان میں اردو کی سرکاری اور تعلیمی حیثیت ہونے کے لیے جدوجہد جاری رکھی جائے۔ عرب اور مرید میں جہاں اردو پسندوں سے جدید زبانوں کے مسائل میں تامل یا باپنا سے اہل تحریرانی کی بات ہے۔ اردو کے بڑھانے کا بندوبست بھی کیا گیا ہے اور جہاں بھی ممکن استاسب میں تامل نہیں کیا گیا ہے وہاں کی شہرت کے لیے جدوجہد کی جائے۔ یکن میں اردو کے ہمراہی بدلتے کا خستہ ٹکڑا ہے۔ اس لیے کہ ایسا کرنے سے ہم اپنی "ہندو نسلوں کو اپنے اپنی اور ثقافتی ورثے سے محروم کر دیں گے اور اس تبدیلی سے دونوں فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ ترقی کی مثال دیکھ کر سامنے ہے۔"

ڈاکٹر اعوان نے کہا کہ انھیں حسن مسٹری اور انگریزی کے George Orwell جن کی نوبل انعام یافتہ "Homage to Catalonia" مئی ۱۹۳۸ء کے بہت متاثر کیا، وہی ان کے پسندیدہ ادیب بھی ہیں۔

ڈاکٹر اعوان کی کتاب "ہندو زبانوں میں جن (The Phonology of the Verbal phrase in Hindko) میرے سامنے تھی۔ میں نے پوچھا "جب آپ کی مادری زبان پشتو ہے تو آپ نے ہندکو پر اتنا کام کیوں کیا؟"

انھوں نے کہا "میرے مادری زبان پشتو نہیں ہے۔ ہندو ہے۔ جب میں ایک اے کا طالب علم تھا تو اس وقت میری مادری زبان ہندی اور اردو زبان پڑھی۔ ۱۹۵۰ء میں اس وقت تک ہندو میں کوئی ادب تحریری طور پر موجود نہ تھا۔ پھر جی میں نے ۱۹۵۹ء میں پرم شعور ہندوئی (انڈین نیشنل) اس کے تحت اپنی مکتوب اور مشاعروں کا اقامہ کیا۔ ۱۹۶۰ء میں یہ بزرگ شاعر ستوانا مگھال کا ہندکو دیوان شائع کیا یہ کسی ہندو شاعر کا پہلا دیوان تھا جو شائع ہوا۔ اس دیوان کی اشاعت میں سب سے پہلے دشا ریڈن پیش آئیں۔ یونہی ناشر بھی اس زبان کی کسی کتاب میں سرمایہ گانے کو تیار نہ تھا۔ میں نے اردو کو ہمیشہ اہل انسانی ہے اس زبان میں تصنیف کا ایک وسیلہ جاری رکھا۔ ہندو کے ساتھ ساتھ ہندی اور ہندو میں شاعری شروع کی۔ اسے بھی مناسب موقع ملا ہندو کی مقبولیت کے لیے کام کیا۔ اپنے پی اتھائی کے مقالے کے لیے ہندو کی منتخب یا مرسل طرہ سے میں قومی سطح پر روشناس کروایا۔ ہندو کو صوتیات پر میں نے اردو میں ایک مقالہ لکھا اس کا سہو ترجمہ عربی شائع ہونے والا

چند بار اس کا نام میر تقی میر کی زندگی میں بھی ہوتا رہا اور اس قسم کے اشعار میں بھی:

[illegible]

۱۰۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی ضرورت ہے۔

۱۔ یہ مکتبہ تاریخ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا سب سے بڑا خوبصورت اور
 واقعات پر مبنی، پُرانیات پر مبنی (معجب مبنی) ہے۔ اس میں پتہ صحیح عقول واقعات بھی درج
 ہیں۔ یہ زمانے میں اس طرح کے واقعات سے بھی واقف بھی اور اس میں بھی کوئی شک نہیں رہے ہیں
 مقامات پر ان کے نام یاد رہے ہیں۔ اصل رہی۔ جس ایک وہ واقعات کے بارے میں یہاں کتاب کا حق اندازہ
 کیا اس کا سب سے بڑا مکتبہ کی بنی پر مبنی، تو اس کا نقشہ اس طرح ہے۔

Printed by B. A. Awan

-8- Abbotts Road

South Hill Middle School 131 114th St.



امجد علی مرزا

لندن، برطانیہ

[illegible]

امجد علی مرزا جو بانی نئے کائنات ہے۔ بانی نئی ملت پرانے درخت پر نئی مضبوط ہے۔ اور پھر سیدھے ساوھے الفاظ میں ان کا انداز بیان، ان کا اپنا ہے۔

امجد علی مرزا کی پٹی بھائی یوں ہے کہ پاکستان میں شائع ہوا ہے۔ یہ قصبہ مہاراجہ میں ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۳ء تک رہا۔ پانچ پندرہ سال کی عمر میں اپنے والدین سے ہاتھ پیر چلے گئے۔ نیشنل سروس میں قیام حاصل کیا۔ چھ پندرہ تاڑیوں سے انیس سو ۱۹۲۷ء میں انگلینڈ آئے۔ جہاں (۲۸) سال بعد ۱۹۵۶ء میں امجد اپنے ۱۱ بچوں کے ساتھ مستقل رہائش کی سیت سے پاکستان گئے۔ آٹھ سال تک قیام کیا۔ پھر چھ ایک مئی، رانیہ بیٹے کو لے کر وہاں رہ گئے۔ (۹) سال سے ان کی تعمیر ہیں۔ شریک حیات ہم خیال ہے۔ گھر یوں، گول شاد سے بندھی، مٹی اور ان کی خیر۔ امجد نے ۱۱ بارہ بندوں والی ہے۔ جد بھائی طور پر اپنی نیا نیا گھر کی طرف توجہ داتی۔ اب تک ایک سو ساٹھ (۶۰) سے ۱۱ پڑھائی ہیں جو پاکستان اور برطانیہ کے اخبارات و تراجم میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ "کائنات کے رشتے" ۱۹۵۷ء میں دوسرا "سوسے کی صلیب" ۱۹۵۷ء میں اور تیسرا "دوریں" ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ ان کتابوں کی پورے ملک امجد نے نمونہ کی۔ آخری دونوں کتابوں سے مراد ان کے صاحبزادے کے حائف بھائی مرزا نے بنائے۔ کتابوں کی طباعت پاکستان میں ہوئی۔ یوں کہ یہاں کی مکتبی طباعت ہر ایک کے اس کی بات نہیں۔

جنوری ۱۹۵۳ء سے امجد پنجابی زبان کا اپنی ماہنامہ "سور" بھی شائع کرتے ہیں۔ یہاں مقبول ہو رہا ہے۔ ان کی پوری کتاب پنجابی زبان میں فسانوں کی ریت ہے۔ ۱۱ فسانوں کا پڑھنا مجھ کو یہ یاد ہے۔

امجد علی مرزا بنیادی طور پر نیا نیا ہیں۔ "نیا نیا گروں کی مٹکیں" مکتبہ میں، وہیں "۱۱" کی اس فوٹو میں ان کی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے، امجد کہہ رہے تھے "نئی نئی مٹکیں ہی شاد کا دیکھ سکتے ہیں" موقع نہیں ملتا۔ پھر سے ہندی کا یہ عالم ہے کہ راورندی کی وجہ سے اپنے اپنے بڑے سے ۱۱ دیکھتا ہے۔ اس فن، راورندی کی وجہ سے "ایک گوشہ نشین ہو گئے۔ وہ خوشامد بہ سہولتیں۔ (۸) سال تک ایک گوشے میں بیٹھا لکھتا رہا۔ بہت لمبا دور میں وہاں شائع بھی ہوئی۔ مگر پھر وہاں سے نکلے بغیر چارہ نہیں۔ ہندوؤں کے ساتھ ساتھ پنجابی اور راورندیہ شاعری بھی شائع ہوئی۔ اس سے راورندی میں بے وقوفوں کی طرح زندگی نہ رہے۔ مجھ سے بیٹھائیں جاتا۔ میں نے مرزا انیس اختیار کیا ہے۔" امجد ۱۱ سے مستقل سے قطع کر امید نہیں۔ کہتے ہیں "مجھے انیس سے راورندی میں مٹی کے جڑے نمونے سے مراد ہے۔ خود ہر سے طلب پاتا۔ کتابیں ملتی ہیں۔ میں نے ہمہ انگریزی میں ہیں۔ جہاں انگریزی بول رہا تھا۔ بڑا صابا جاتا۔ وہاں توئی کتابیں ملے جتنی آتی ہے۔ یہ رپا کتابیں بھی اندوہ کی قوائیں طرح۔ بچے تھے "۱۱" کے دانتے، وہاں وہ تھوٹی کتابیں ملے۔ ان کے میں جو بارہ ساڑھے چار لکھیں، دیکھو ان کی ۱۱ دانتوں کے

[illegible][illegible]

وہاں میں بڑی چوڑی گلی تھی، درختوں کے تلے پانچ سو سے زائد گھوڑے تھے۔

۱۔ چوتھی سڑکیں گتے سے انھیں روک دے اور ان کو روک دینے والے

"میری جی، میری جی، یہاں پر کچھ دیکھ کر بات ہے۔"

مگر اسے اجڑاتے اس کے ساتھ مصافحت سے نئی باتیں ہو جاتی ہیں۔ وہ اس بات کو دیکھ کر بھی نہیں
سہہ سہاوت سے پہنچتی باقی بچے کے چہرے اس کے سر پر چھو کر دیکھ کر اس کے سر سے
اس کے اس کے بات سے بچوں کی قہقہے ہوتی ہیں۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے
سے ہاتھ دھو کر اور پھر اس کے ہاتھ سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے سر پر
غریب بیتی میں تھا۔

نیکر مقہاری یہ مطلق کجیہ میں رہتی تھی۔ اسے اپنے شیعہ مرتبے پر پانچوں بنائیں اور وہ اپنی ساری
سوئے وقت زیدی صاحب نے بیگم سے پوچھا۔

"یوں ہے لیکن مجھے رشتہ سب سے تم سے ساتھ نہیں ہے۔"

آتش

کھاتے وقت میں انہیں کھاتی۔“

سہیل یہ بات سن کر اس سے چار سو روپے نقد دے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس سے کہیں نہیں کہتا۔

۱۰۰۰ روپے، جس پر اس وقت کے پانچ روپے کی کرنسی کی دہلیز سے سائیل انٹاکر

مجلسه اول - ۱۳۸۵

وہاں لکھتے ہوئے، پورا کتاب میں نے پڑھا، جب میں نے ان باتوں کا جائزہ لیا۔
 ہاں، اس کتاب میں کچھ ایسے ہی تھے جو کہ بعد میں دیکھ کر سمجھ گئے،
 شمع، دہلی، تپ، سن، کنٹینر، لی، پتھر، یہ سب ان کتابوں میں
 شائع ہوئی رہی ہیں۔

اور ان کے ساتھ ساتھ میں نے کئی کتابیں پڑھیں جن میں ان کے بارے میں
 مکتبہ افسانہ کی کتابوں میں ایک ہے۔ ان کے افسانوں کا پتہ چھوڑ دیا۔
 ان کی ان کتابوں میں، ان کی سب سے زیادہ مشہور کتابوں میں، ان کا نام
 "پتھر" ہے، اس میں تین کتابیں ہیں، ان کا نام "پتھر" ہے، ان کی ان کتابوں میں
 شاعر کے جون (۱۹۵۲ء) کے شمارے میں شائع ہوا۔

ان کے چند افسانے اپنی نثر اور ایتنی ہی ہیں، ان کے ان میں سے ایک
 "آپ" ہے، "تجربہ"، "شاید موت کے لئے"، "فن کاری"، "کتاب و رکاب خواب"،
 "اور صرف یہ کتابیں ہیں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نور خان" کے ان پر مبنی کتابیں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نیا سفر" ان آباد کوٹے شائع کئے ہیں۔

ان کے یہ سب کچھ درحقیقت ان کی ان کتابوں میں سے ہیں، ان کے ان کتابوں میں
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔

ان کے ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔

ان کے ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔
 "نثر" میں ان کی ان کتابوں میں، ان کی کتابیں "نثر" ہیں، ان کی کتابیں ہیں۔

گزران... جس ونبوین وول عزیز

[illegible]

شہنشاہ اور عمارتیں دیکھ کر اس نے پوچھا۔ "یہ کونسا علاقہ ہے؟"
 یہ تو مجھے اس علاقے کے بارے میں پتا نہیں تھا۔

[illegible]

میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔

۱۔ یہاں پر ایک عجیب و غریب منظر تھا۔ ایک طرف تو ایک بڑا سا دریا بہا کرتا تھا۔ دوسری طرف تو ایک بڑا سا جنگل تھا۔ دریا کے کنارے پر ایک بڑا سا شہر تھا۔ شہر کے اندر تو ایک بڑا سا بازار تھا۔ بازار کے اندر تو ایک بڑا سا گھر تھا۔ گھر کے اندر تو ایک بڑا سا روم تھا۔ روم کے اندر تو ایک بڑا سا تخت تھا۔ تخت پر ایک بڑا سا شخص بیٹھا تھا۔

[illegible]

عائش بی بھی اس کے آنے کی اطلاع سے بہت خوش تھی۔ اس نے بی بی ویرینہ کو بتا دیا۔ اور اس کے بھانجے فون پر آئے۔ اور یکے بعد دیگر اچھی فرمائشیں کیں۔ اس میں چار چار مہینے بدلتے بدلتے گئے۔

[illegible]

دیتا ہے۔ یہ کسی کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ کسی کی طرف سے نہیں ہے۔

132

تو میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟

میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟

میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟

”بڈنگ روجر نہیں ہوئی“ اس نے ٹیکل والے سے پوچھا۔

”تو وہ مسیحا پتہ پر آیا ہے؟“ میں نے کہا۔

”تو میں تو بیک شام سے پوچھ رہا تھا۔“

”میں وہاں پہنچا تھا۔“

”میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟“

”کافی پھول گیا ہے تو؟“ ٹار نے کہا۔

”وہاں کی ہوائی ایسی ہے اور پھر بکری۔“

”وہاں پانی بہت چڑھا چاہیے۔“ عزیز نے کہا۔ ”وہاں سے بہت دور۔“

”میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟“

”میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟“

میں یہ ساری باتیں کہہ کر اسے سیدھا دل دیا۔ وہوں پہنچتے ہیں کہ وہ سب باتیں
 کہتے ہیں۔ یہ تو وہ شہین کہتے ہیں کہ ان کے لیے یہ باتیں کہہ کر ان کے دل میں
 اپنی باتیں تو یہ ہے کہ وہ سب باتیں کہہ کر ان کے دل میں
 پہنچتے ہیں۔ پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔

شہین یہ سب باتیں کہہ کر ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 میں کہتا ہوں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 ایک قانون کے مطابق کتاب کی خرید و فروخت کو ممنوع کر دیا۔
 یہاں شہین کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 بن سکتی ہو تو احتیاطی تدابیر کے مطابق اسے ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔
 ”پھر یہ جیسے جیسی کیوں؟“ شہین نے پوچھا۔

میں نے کہا کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔

میں نے کہا کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔
 یہ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں کہ ان کے دل میں پہنچتے ہیں۔

تو اس نے اس کی دلی ستمی کو دیکھ کر کہا کہ "تمہاری ستمیوں کا یہ سلسلہ کب ختم ہوگا؟"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے کہا کہ "میں اس سلسلے کو ختم کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

[illegible][illegible][illegible]

۱- در این کتاب به بیان و شرح و تفصیل آمده است که
 در این کتاب به بیان و شرح و تفصیل آمده است که
 در این کتاب به بیان و شرح و تفصیل آمده است که

[illegible]

تیسرے
تیسری بات یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ انسان کی زندگی میں ہو رہا ہے۔
تیسری بات یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ انسان کی زندگی میں ہو رہا ہے۔

ادب کی مختصر تاریخ، پاکستانی ادبی رسائل کی تاریخ

نقصانِ اہمیت مونا سہیل مدین ان کی شخصیت میں آنے والی تبدیلیاں

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

خامے محترم چیرے قلم سے ہوگ

سفرنامہ ولی و ہر وہ نہیں

۱۰۰ - ۹۹ - ۹۸ - ۹۷ - ۹۶ - ۹۵ - ۹۴ - ۹۳ - ۹۲ - ۹۱ - ۹۰ - ۸۹ - ۸۸ - ۸۷ - ۸۶ - ۸۵ - ۸۴ - ۸۳ - ۸۲ - ۸۱ - ۸۰ - ۷۹ - ۷۸ - ۷۷ - ۷۶ - ۷۵ - ۷۴ - ۷۳ - ۷۲ - ۷۱ - ۷۰ - ۶۹ - ۶۸ - ۶۷ - ۶۶ - ۶۵ - ۶۴ - ۶۳ - ۶۲ - ۶۱ - ۶۰ - ۵۹ - ۵۸ - ۵۷ - ۵۶ - ۵۵ - ۵۴ - ۵۳ - ۵۲ - ۵۱ - ۵۰ - ۴۹ - ۴۸ - ۴۷ - ۴۶ - ۴۵ - ۴۴ - ۴۳ - ۴۲ - ۴۱ - ۴۰ - ۳۹ - ۳۸ - ۳۷ - ۳۶ - ۳۵ - ۳۴ - ۳۳ - ۳۲ - ۳۱ - ۳۰ - ۲۹ - ۲۸ - ۲۷ - ۲۶ - ۲۵ - ۲۴ - ۲۳ - ۲۲ - ۲۱ - ۲۰ - ۱۹ - ۱۸ - ۱۷ - ۱۶ - ۱۵ - ۱۴ - ۱۳ - ۱۲ - ۱۱ - ۱۰ - ۹ - ۸ - ۷ - ۶ - ۵ - ۴ - ۳ - ۲ - ۱

نمبر ۱۰۰۰ رتی مساف پستان (ایڈریٹ)، شیمہ راجہ (جٹ مہین) ایڈریٹ
کار (خورسایہ) ہون سنون (وکی کالٹر)

اس پر اس (منشیہ) میں میری چار کتابیں چمپھی ہیں۔

۱۔ کچھ وقت کتابوں کے ساتھ (ایک سو کتابوں کے تجزیے)

۲۔ فریب کار (ترجمہ فورسایتھ)

۳۔ دلاورنگاریاں (دلاورنگاری کتاب)

۴۔ ادب کیانی ۱۹۹۷ء

نصیریت و تائید میں قدمہ (۶۰) سے پہنچتی ہیں۔ انہیں قدمہ -

[illegible]

فرض کیا کہ ان باتیں میں سے اب وہ جس کی حد سے تصور تماموں کو اس کا
حاصل مادیاتیات تسلیم نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اب وہ پیشور شدہ انداز میں استعمال
نے کی بھی کوشش نہیں کی ہے۔ یہ بھی سوچا ہے کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہ بات یہ ہے کہ
ہے جو اس کا حاقب کرتا ہے اس کو انگوٹھی دکھائی ہے۔ یہ وہ حد سے کہہ رہی ہے جو اس کو بتاتی ہے کہ

ہاں مراد اپنی ناپاکی ہے۔ اس کی تبدیلی کا صحیح بہ سبب یہ ہے کہ اس نے اپنی تہذیب کو
من سے نہیں لیا۔ اس وقت اس کے رہنماؤں کے ساتھ قیامت ہے۔

میر کا جواب تھا: "آپ اردو یا یورپی ناپاکی سے کن ادبوں سے متاثر رہے؟"

اس کا جواب تھا: "میں نے اردو اور انگریزی کے ان گنت ادبوں سے شخص کا مسل یا
تہذیب اپنی کتاب کا وقت تھا۔ اس کے ساتھ میں، جو سو کتابوں سے تجزیاتی متن سے ہر مجموعہ
ہے، اس کی تفصیل پیش کر رہی ہے۔ میں بنیادی طور پر قاری ہوں۔ کتاب سے پہلا رشتہ چوتھی جماعت
میں تھا، تاہم اس میں اس کی تفصیل بلند سے قائم ہو۔ اور پھر کتاب کا مطالعہ و تحقیق حیات بن گیا۔ اس
مطالعے کے منصوبہ جات وہ صنعت و زیارت کے تھے۔ انگریزی ادب کی بیشتر کتابیں اردو ادب کی تحریکیں
پر ہی تھیں۔ ان کی حیات۔ نئے نئے مکتبے پر موطا ہوا تھے۔ ان سب کا اثر اہل مذہب کتاب سے تحت میں عرض
سہید میں کر چکا ہوں۔ چھپتا ہوا اس خط پر صفا میری ہیبت ہے۔"

میر آخری سوال تھا: "اپنی زندگی کا کوئی یادگار واقعہ بتائیے۔"

پتہ سوچ کر انہوں نے کہا: "میر کی زندگی بڑی ہموار تھی ہے۔ میں نے زمین کے
ساتھ بنا رشتہ استوار رکھا اور زمانے کی دھول میں اسے اطمینان کی زندگی بسر کی ہے۔ ادب نے مجھے
تعمایت اور قیامت دی۔ شاید یہ حلیہ واقعہ ہے، مگر یہاں من سے ہو گا۔"

۲۰۔ قریب ۲۰ برس پہلے، دو میں نے روزنامہ نوائے وقت میں اپنا کالم 'ادب نامہ' لکھا تو اس
میں، اس وقت کے سربراہان کی حالت کی وجہ سے اور قیامت کی اشاعت کے قیاس کا ذکر بھی کیا۔ اتفاق سے
ایک روز پہلے آنند بھٹہ، مدیر نمونہ، جد اور ممتاز فنانسنگ کارمرز حامد بیگ میر کے غریب خانے پر تشریف
لے گئے۔ انہوں نے قیامت کے بارے میں معیار کا تذکرہ کیا تو اس کی ذمہ داری فون کی ایئر کون
یڈیٹر منصور احمد پر ڈال دی اور یہ بھی کہا کہ احمد بیگ قیامت ہی اب عمر رسیدہ ہو گئے ہیں۔ فون کی ایئر کون
اور اس میں انہیں دے سکتے جس طرح ساتھ کی دہائی میں دے رہے تھے۔ میں نے اس کا
تذکرہ ہی اس کالم میں کر دیا۔ اس کالم پر قیامت ہی صاحب مار غصہ ہو گئے۔ اور ادارہ نوائے وقت و تکلیف کا
خط لکھا جس میں ارشاد فرمایا:

صد جانے یہ بدنام اور ناشناختہ پیشہ اورب (یعنی انور سدید) آپ کے ٹیک نامہ
کا نامے میں سے ملنے میں کیا ہے۔ اس سے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ یہ شخص
(یعنی انور سدید) فحش و مباح کا صاحب کار خریدنا نہ وہ ہے۔ نوائے وقت میں
گندگی پھیلا رہا ہے۔

انہوں نے آخر میں لکھا:

میر کی سب سے بڑی بات کہ روزنامہ نوائے وقت و ایک بدنام شخص کی گھنڈا ذہنیت سے
آلودہ نہیں ہونا چاہیے۔

میں شہادت دیتے تھے۔ یہ منہمک رہا تھا۔ موت کے فرائض دیا جائے۔ ان کی
 وہیں شہادت دے گا تھا۔ انہوں نے قومی محبت کا سندر میں رہتے ہوئے مقربوں کو قومی محبت
 میں سے بھی دیا تھا۔ انہوں نے قومی محبت کا سندر میں رہتے ہوئے مقربوں کے لیے
 معافی کا مشاعرہ دیا تھا۔ یہ وہی تھیں جن کے دل پر آغا سے قتل قرار دیا گیا تھا۔ قومی صاحب کے چہروں
 میں بیحد یگانہ سوں۔ میں نے اس قسم کی فوجوں کی تردید نہیں کی لیکن صاحب کا اقرار ہے کہ آغا قومی
 نے سندر کر کے بالآخر کی سال گرومن کی اور لکھی

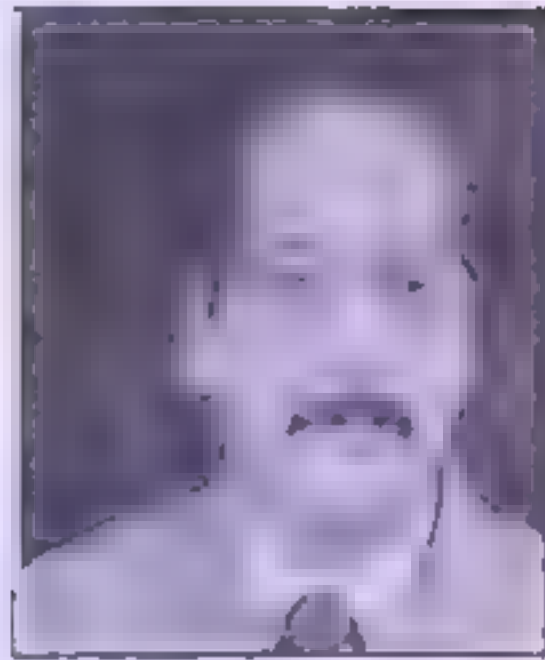
یہ مقرب انہوں نے قومی صاحب کی عظمت شہادت اور نشان دہی کا مشاعرہ ہے۔ ایک
 سال بعد اس مقرب کی سال برومن رہا ہوں تو اپنے آپ کو، کیا کو، ایک خوش قسمت
 انسان تصور کرتا ہوں جسے قومی صاحب جیسے رفیق کا ہندوؤں نے شہادت فرما کر
 اور میں ان کے مد میں سانس کے رہا ہوں اور اپنی محنت اور دیانت کی اس پر
 انعامات کا حق دار قرار دیا جاتا ہوں۔

”میں نے قومی صاحب سے ارتقا پانچ گھنٹے عمارت سے برطرف نہیں کیا۔ بعد میں
 سال میں ۱۰ مرتبہ میری تنخواہ میں اضافہ کیا گیا۔ اس کے برعکس قومی صاحب کے تربیت یافتہ مصلحتی
 قومی اہل وقت کی نسبت کو، جو چاہیں (۴۰) برس کے قریب تھے، توڑ کر اس کے مخالف ادارے میں
 پستے تھے۔ انہیں وہاں زیادہ تنخواہ پیش کی گئی تھی۔ اس واقعے کے بعد مجھے بھنگاڑا لگا دیا اور یہ میری زندگی کا
 بدنام واقعہ ہے۔ اسی واقعے سے ایک ”ہوا اپنے قریب کے نذر ہے“

کیسا وہ بھی دور تھا، صبر تھا دل کو اس
 خالی گرچہ جیب تھی، قائم تھا دشواری
 سے نے سکھا دیا، سکھ سے ہو گئے دور
 دریا میرے پاس ہے، بڑھی ہے لیکن پیاس

Dr. Anwar Sadeed,

1/2 Sufay Block, Iqbal Town, Lahore, 54570 Pakistan



سید انور سعید

سی نژاد، ہندوستان

یہ سہ ماہی جو ہندوستان میں ہے ایک کالم میں لکھا تھا: "ٹیلیویژن ترقی کے
 ہندوستان میں ہے، خصوصاً ریڈیو کے ساتھ ساتھ ہے۔ ٹیلیویژن خدمت
 کے بارے میں بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ ایک جائزے یا سروے کے مطابق (۱)
 نئی دہلی میں یہ ریڈیو سروس کے دوران میں ایک ہزار گھنٹے کی سروس کے بارے
 میں فیصد (۹۲) کے اپنے اوقات کے ترقی کے بارے میں بات کرتے ہیں، تاہم فیصد
 (۹۱) کے ترقی کے بارے میں ہندوستان میں مستورہ قلوب رہتے ہیں اور کئی فیصد
 (۹۰) کے دوران میں وقت کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ چنانچہ فیصد (۹۹) کے
 نے ہیں تاہم شہر میں "ریڈیو" کے فیصد (۹۵) افراد تجھے میں کتابیں یا پسند کرتے ہیں۔
 سب سے زیادہ فیصد (۹۹) کے "ریڈیو" کے شروع سے آخر تک پڑھتے ہیں۔ یہ اوقات مطالعہ کی
 سے مغرب میں تھیں، تاہم یہ خدمت کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ یہ نئی دہلی
 میں ہندوستان میں ترقی کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ یہ سہ ماہی کے بارے میں بات
 کرتے ہیں۔

[illegible][illegible]

نورِ چشیں نے غمِ اس کی دھندلے کرے۔
 یہاں بات بات میں بات بات ہوتے رہے۔
 وہ جس کو نہایت دل شکن و صدمہ دینا چاہتا تھا۔
 مانتین گھر سے روکتے۔ اس غزال اور ابد خوشی کے لیے جس سے پہلے تھی۔ یہاں اس کی
 تمام باتیں تھیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ غزال ساتے وقت وہ تیز رفتاری سے یہاں آگیا۔
 رات کے آخر ہوا۔ سب نے اپنے گھر میں چل دیے۔ راستہ میں یہ باتیں تو آج کی۔
 لوگ گھر پہنچے تو پانی سے شراہور تھے۔

اور کے دن ٹکڑے وقت پر ملک تیر کی نگاہیں ہمارے زیرِ پائی۔ وہاں سے چل پناہ
کا اندر رہے۔ ایک شخص کے تیر کہ یہ ان کی ٹانگہ روئے تیر کے ساتھ ساتھ ہوں سر ہوں ان کی
وہاں غافل تھی۔ وہاں سے وقت بخاری حالت میں ہارٹس میں میپ کی وہاں سے تاک رہے
پارہیہ عبت داروئی کے ہونے پر ہی۔ اس حالت کے ٹال پر ایسا تھا کہ میں آریں ان ایک ہاں رہے

ہاں یہ ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔

♦ ہمارے دل میں یہ ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔

ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔
ہم نے یہ سب کام کیا ہے کہ ہم نے یہ سب کام کیا ہے۔

Mr. Saayid Anwar Saayid.

12, 13, 14, 15, 16, 17, 18, 19, 20, 21, 22, 23, 24, 25, 26, 27, 28, 29, 30, 31, 32, 33, 34, 35, 36, 37, 38, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 47, 48, 49, 50, 51, 52, 53, 54, 55, 56, 57, 58, 59, 60, 61, 62, 63, 64, 65, 66, 67, 68, 69, 70, 71, 72, 73, 74, 75, 76, 77, 78, 79, 80, 81, 82, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 89, 90, 91, 92, 93, 94, 95, 96, 97, 98, 99, 100, 101, 102, 103, 104, 105, 106, 107, 108, 109, 110, 111, 112, 113, 114, 115, 116, 117, 118, 119, 120, 121, 122, 123, 124, 125, 126, 127, 128, 129, 130, 131, 132, 133, 134, 135, 136, 137, 138, 139, 140, 141, 142, 143, 144, 145, 146, 147, 148, 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 156, 157, 158, 159, 160, 161, 162, 163, 164, 165, 166, 167, 168, 169, 170, 171, 172, 173, 174, 175, 176, 177, 178, 179, 180, 181, 182, 183, 184, 185, 186, 187, 188, 189, 190, 191, 192, 193, 194, 195, 196, 197, 198, 199, 200, 201, 202, 203, 204, 205, 206, 207, 208, 209, 210, 211, 212, 213, 214, 215, 216, 217, 218, 219, 220, 221, 222, 223, 224, 225, 226, 227, 228, 229, 230, 231, 232, 233, 234, 235, 236, 237, 238, 239, 240, 241, 242, 243, 244, 245, 246, 247, 248, 249, 250, 251, 252, 253, 254, 255, 256, 257, 258, 259, 260, 261, 262, 263, 264, 265, 266, 267, 268, 269, 270, 271, 272, 273, 274, 275, 276, 277, 278, 279, 280, 281, 282, 283, 284, 285, 286, 287, 288, 289, 290, 291, 292, 293, 294, 295, 296, 297, 298, 299, 300, 301, 302, 303, 304, 305, 306, 307, 308, 309, 310, 311, 312, 313, 314, 315, 316, 317, 318, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329, 330, 331, 332, 333, 334, 335, 336, 337, 338, 339, 340, 341, 342, 343, 344, 345, 346, 347, 348, 349, 350, 351, 352, 353, 354, 355, 356, 357, 358, 359, 360, 361, 362, 363, 364, 365, 366, 367, 368, 369, 370, 371, 372, 373, 374, 375, 376, 377, 378, 379, 380, 381, 382, 383, 384, 385, 386, 387, 388, 389, 390, 391, 392, 393, 394, 395, 396, 397, 398, 399, 400, 401, 402, 403, 404, 405, 406, 407, 408, 409, 410, 411, 412, 413, 414, 415, 416, 417, 418, 419, 420, 421, 422, 423, 424, 425, 426, 427, 428, 429, 430, 431, 432, 433, 434, 435, 436, 437, 438, 439, 440, 441, 442, 443, 444, 445, 446, 447, 448, 449, 450, 451, 452, 453, 454, 455, 456, 457, 458, 459, 460, 461, 462, 463, 464, 465, 466, 467, 468, 469, 470, 471, 472, 473, 474, 475, 476, 477, 478, 479, 480, 481, 482, 483, 484, 485, 486, 487, 488, 489, 490, 491, 492, 493, 494, 495, 496, 497, 498, 499, 500, 501, 502, 503, 504, 505, 506, 507, 508, 509, 510, 511, 512, 513, 514, 515, 516, 517, 518, 519, 520, 521, 522, 523, 524, 525, 526, 527, 528, 529, 530, 531, 532, 533, 534, 535, 536, 537, 538, 539, 540, 541, 542, 543, 544, 545, 546, 547, 548, 549, 550, 551, 552, 553, 554, 555, 556, 557, 558, 559, 560, 561, 562, 563, 564, 565, 566, 567, 568, 569, 570, 571, 572, 573, 574, 575, 576, 577, 578, 579, 580, 581, 582, 583, 584, 585, 586, 587, 588, 589, 590, 591, 592, 593, 594, 595, 596, 597, 598, 599, 600, 601, 602, 603, 604, 605, 606, 607, 608, 609, 610, 611, 612, 613, 614, 615, 616, 617, 618, 619, 620, 621, 622, 623, 624, 625, 626, 627, 628, 629, 630, 631, 632, 633, 634, 635, 636, 637, 638, 639, 640, 641, 642, 643, 644, 645, 646, 647, 648, 649, 650, 651, 652, 653, 654, 655, 656, 657, 658, 659, 660, 661, 662, 663, 664, 665, 666, 667, 668, 669, 670, 671, 672, 673, 674, 675, 676, 677, 678, 679, 680, 681, 682, 683, 684, 685, 686, 687, 688, 689, 690, 691, 692, 693, 694, 695, 696, 697, 698, 699, 700, 701, 702, 703, 704, 705, 706, 707, 708, 709, 710, 711, 712, 713, 714, 715, 716, 717, 718, 719, 720, 721, 722, 723, 724, 725, 726, 727, 728, 729, 730, 731, 732, 733, 734, 735, 736, 737, 738, 739, 740, 741, 742, 743, 744, 745, 746, 747, 748, 749, 750, 751, 752, 753, 754, 755, 756, 757, 758, 759, 760, 761, 762, 763, 764, 765, 766, 767, 768, 769, 770, 771, 772, 773, 774, 775, 776, 777, 778, 779, 780, 781, 782, 783, 784, 785, 786, 787, 788, 789, 790, 791, 792, 793, 794, 795, 796, 797, 798, 799, 800, 801, 802, 803, 804, 805, 806, 807, 808, 809, 810, 811, 812, 813, 814, 815, 816, 817, 818, 819, 820, 821, 822, 823, 824, 825, 826, 827, 828, 829, 830, 831, 832, 833, 834, 835, 836, 837, 838, 839, 840, 841, 842, 843, 844, 845, 846, 847, 848, 849, 850, 851, 852, 853, 854, 855, 856, 857, 858, 859, 860, 861, 862, 863, 864, 865, 866, 867, 868, 869, 870, 871, 872, 873, 874, 875, 876, 877, 878, 879, 880, 881, 882, 883, 884, 885, 886, 887, 888, 889, 890, 891, 892, 893, 894, 895, 896, 897, 898, 899, 900, 901, 902, 903, 904, 905, 906, 907, 908, 909, 910, 911, 912, 913, 914, 915, 916, 917, 918, 919, 920, 921, 922, 923, 924, 925, 926, 927, 928, 929, 930, 931, 932, 933, 934, 935, 936, 937, 938, 939, 940, 941, 942, 943, 944, 945, 946, 947, 948, 949, 950, 951, 952, 953, 954, 955, 956, 957, 958, 959, 960, 961, 962, 963, 964, 965, 966, 967, 968, 969, 970, 971, 972, 973, 974, 975, 976, 977, 978, 979, 980, 981, 982, 983, 984, 985, 986, 987, 988, 989, 990, 991, 992, 993, 994, 995, 996, 997, 998, 999, 1000.

121 6571-70887-09062 Fax 0571-708842

میتے: امیر الساب 507'33 (خلیفہ)

اے امیر النساء

ملویشرم، جابل ناڈو، ہندوستان

[illegible]

- ہمارے لئے ہیں۔ مگر آج وہاں اس میں بھی تنہید اور یہ پوری دیانت داری کے ساتھ بہتر میں ایک پیش
نہرے ہیں۔

میر سہا کے بیان سے اس کے لئے میں نے یہاں اپنی شکایات میں چند ترمیمیں
کی ہیں کہ اس کے صوبے میں جتنے بھی اس کے قبیلوں کے ہیں ان میں سے اس کے قریبی قریب
ہوں کہ یہیں مہارانی مد میں اس کا قریبی رشتہ دار اس کے لئے اس کے قریبی رشتہ دار
ہیں۔ یہاں قبیلوں کے ہارنے کے حق میں یہ "قد" میں موجود ہیں۔ اس کا تعلق اس کے قریبی رشتہ دار
ارادہ میں قبیلیت کی بنیاد پر کام کیا جائے گا کہ وہاں شہر دار اور مرکزی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ جب
رہبان دور کی روٹی سے لڑا جائے گا تو اس سے کام لیا جائے گا جس سے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
برسواتے۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

رسم اور تبدیلی کے سلسلے میں انہوں نے کہا، میں اس تبدیلی کے خلاف نہیں ہوں۔
رہبان کی بچوں اس کا رسم خطہ ہوتا ہے۔ رسم خطہ میں تبدیلی نے صرف ارادہ کو سختی قرار دیا ہے کہ
بد اس کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ اس میں ہے کہ یہ ایک شخص کے قریب اس میں وہ اس کے لئے
روٹی اپنی بچوں پر قرار دیا ہے کہ "روٹی رہبان اپنا رسم خطہ تھا۔ اپنی شہادت میں اس کے لئے اس کے لئے
میں، مگر اس میں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
نہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
میں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
ارادہ کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

آخری اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
نیا واقعہ میر کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
میر کی زندگی کا یہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
ایک اس کی مثال نے شادی سے پہلے میں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
نہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
بہت اور بھی چھ بھی میر کا خوب صورت میر کی آنکھوں میں خیر سے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
نہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
چوں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے



جنہیں ہم دیکھ کر جیتے جتے ناہر
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں
بصر سلطان کاظمی

بصر سلطان کاظمی

جسٹس، برطانیہ

اپنا اپنا مزاج ہے۔ اپنا اپنا نقطہ نظر بھی ہے۔

میں نے جس (ریٹائرڈ) قاضی کو یہ قبائل کی خود نوشتہ سوانح حیات پڑھائی وہاں پر اس کی قلمی
نکس میں انہوں نے اپنے اس رب کا انشراحات اور مذاقوں کے صاحبزادے کے نام سے
ان کی شخصیت میں وہ بیزاری نہیں ملی جس سے وہ واقف تھے۔ یہ سب کے سب یہ کہتے تھے
وہ اس وقت کا طلحہ جس کی پٹن یا قبائل کا مینا مابداستہ نوایب کی عادت تھی یہ تھی کہ
کفرانِ ثمت چند دانشوروں کی ایک ادا ہو۔

ماس کاظمی سے خطاب رشید، پاسہ سائن کاظمی کی حق کا نام نہ رکھتے تھے وہ شاعرانہ ہیں
اور شاعرانہ ہیں۔ وہ اپنے بزرگ والد سے پاسے کے شاعر ہیں۔ ان کے پاس کاظمی بچے کی وقت
بھی تھی یہی ہیں۔ چاہتے تو تھا بائیس کاظمی کے اعلیٰ منزل کی وہی جیتے رہے ان کے والد کے
ان کے تھے سمجھ کے کاموں میں یا ان کے موت نے ماس کاظمی وہیں کے ان کے تھے ان کا ماس
مردم نے ہا یہی شعرا کے انتخاب کا کام یا تھا جیسے یہ تھی وہی ان کے لیے اس کا نام دیا وہ ان
ان کے زمانے کے ایک بڑے بچے میں ان کے یہ بڑے شعرا میں تھے ان کے ان کے ان کے ان کے

و، ریٹ کے لئے سے تھکن تھی۔ وہ اس قسم کے دیگر محرمے کاغذوں و پاس سائن ڈالنے سے بایہ کھیل و پہلیا اور نہیں تانیاش دی۔ انہوں نے اپنے والد سقاہ سے اسے شنی تھی و شش نہیں کی، ایسی کوئی خواہش بھی دل میں نہیں پائی۔

باس نوریت جھکے دار مہاش میں۔ وہ اس کے ساتھ ۱۹۸۶ء میں متعارف ہوئے۔ جس انہوں نے اپنے والد باس کا بھی مرحوم کے منظر و رسمے میں تھی یا کا سیر حاصل تھا۔ چہ باس مرحوم کے شعری مجموعے "تیسری ہارس" کی تیسری سیاحت پر پیش نظر قرار کے اپنی تہ کا باور دکھایا۔ "بساط" باصرہ کاغذ و پب سولن تھی، دار مد بے جو تھی پر راجی ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ اس بارے کے ساتھ باس کی ایک کہانی "خشب" جس نے بوزائے سے فصل رشتی سے۔ اس میں باس نے اسے سحرانگہ انداز میں تیار کیا۔ ان کے وہاں مد سے شوق ہوا۔ "بساط" کی ممتا کی تقریب پائل ۱۹۹۰ء میں منعقد ہوئی جس کی صدرت محترمہ، مدندیم قومی نے کی اور تجلیا رانیاں اسے وہاں میں اشفاق ہوا، حنیف رائے، دانش پور، بریدی، تھ، سسین، انظر کا کھیل اور اخوندیم سید وغیرہ تھے۔

باس سائن ڈالنے کے شعری مجموعے کا نام "موج دنیاں" سے، جسے انہوں نے اپنے والد جناب کا نام ڈالنے سے نام منسوب کرتے ہوئے کہا ہے۔ جو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی، انھنے کے آخر پر باصر کی تصویر کے نیچے یہ سچا شعر تحریر ہے۔

تھی، اسے سنا تھا کی غور نہیں کرتا تو کسی درت چہرے ہوتے

باس کاظمی بھٹن کے رہا تھے۔ باس و تھی شطرنج سے پیارت۔ چنانچہ انہوں نے "بساط" کا انگریزی ترجمہ "وان" (The Chess Board) کیا جسے یارک ٹاؤن کے "ریٹ" میاں پیر (Permyr Pens) نے شائع کیا ہے۔

باس سائن ڈالنے کے دست ۱۹۹۰ء کے ان ہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۹۱ء میں ان کے ہاں دارت ہوئے۔ ۱۹۹۰ء میں ریش کوسل کے ارد گرد شپ پر رہا یہ تھے۔ ۱۹۹۱ء میں ان کی آف، انیس کے تعلیمات میں، سطر و بری (M.T.L) حاصل کی، جس کے لئے ان کے ہاں مقام "ایجوکیشن آف وشن سائنس" (The Education of Women in Pakistan) کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ باس بی بی سی ریڈیو پاکستان، ریڈیو پاکستان میں بھی مقامات رہتے رہے ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں انہیں "ماٹھو ویس سٹوڈیو" کے شاپ اعلیہ (North West Playwrights Workshop, England) کی طرف سے "ایڈوانسڈ رائٹرز ریسڈنسی" (Writer in Residence) کا پورا پورا حق ملے اور ان کے مرید و مہتممات کے قریب آئے ان کے ہاں "Greenroom Contact Christian Heritage Collection" (Manchester) اور یونٹی تھیٹر لیورپول (Unity Theatre, Liverpool) میں اسٹیج ہوئے تھے۔

۱۹۹۵ء میں امریکی زبان کی تدریس کے حوالے سے پوسٹ پریکٹیشن میں یوں
 نے ۲۰۰۲ء میں ایچ فل یونیورسٹی آف مینچسٹر سے کیا۔

بعض جگہاں کافی سے اردو رسم الخط کی تبدیلی کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے بڑے کارآمد
 بات سنا کرتے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ اردو کے مرنے والے تبدیلی کرنے کی بات ہوتی ہے تو اردو میں
 نگرانی استعمال کرنے کی تجویز پیش کی جاتی ہے۔ اصل سمجھ میں آتی ہے۔ بے شمار لوگ ہیں جو اردو لکھتے
 ہیں۔ وہاں جیتے میں نہیں پڑھتے نہیں سکتے ہیں۔ وہ اردو رسم الخط سے واقف نہیں۔ پتا چلے یا یہ بہتر نہ
 ہو گا۔ وہ انگریز کی حرف استعمال کرتے ہوئے اپنی باتیں اپنے خیالات تحریر میں لے آتے ہیں۔ میرے
 خیال میں یہ کرنے سے کسی حد تک دور تو ہو سکتا ہے لیکن یہ سکے کا حل نہیں۔

پاکستان میں انہوں نے دو بولی بولتے ہیں لیکن لکھنے کے لئے اردو رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔
 نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہت سے خط لکھ کر پتوں میں پاتے۔ مثلاً بڑے بھائی کے لئے بھائی میں دیکھا اور میرا
 کے لڑائی کی آواز ہے۔ اسی طرح بانی کا نام بھی ہے کہ جس طرح ہے بات میں اردو میں نہیں لکھتے
 جانتے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ پاکستان میں۔ بانی کے اردو میں نہیں پاتا۔ اردو رسم الخط میں نہیں
 لکھتے۔ اردو رسم الخط کے اردو بھائی میں لکھا جاتا ہے جس سے اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم
 الخط میں لکھا جاتا ہے کہ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے کہ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔

اردو نگرانی کی حرف کی مدد سے لکھنے کی صورت میں اس کی صورت میں اس کی مدد سے لکھنے
 کا۔ مثلاً بانی اور میرا کا۔ یہ نہیں ہے۔ اب وہ ایک ایسی اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ ان کے لئے
 میرا بھائی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نہیں ہے 'nay' یا 'ne'۔ بھائی یہ 'khan' یا 'khan'۔
 پہلی یہ مسئلہ طے ہو گیا۔ اردو رسم الخط 'khan' یا 'khan'۔ اردو رسم الخط 'khan' یا 'khan'۔
 ہر کے یوں بھی پڑھ سکتا ہے۔ احمد کے خیر نامی۔ اردو رسم الخط 'khan' یا 'khan'۔
 'ghar' کا گھر یہ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

میں نے جو مثالیں دی ہیں وہ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔
 اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔
 اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔

یہاں چار اردو رسم الخط میں لکھے گئے ہیں۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔
 اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔
 اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔
 اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔ اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔

اردو رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔



اچھا انسان رہے جو نہ طمع کرنے نہ منع کرنے

بازنقد سیدہ

بازنقد سیدہ

لاہور، پاکستان

بگت جب ہوا پاک فطرت تو اتنی مسرت ہوئی۔ غلطی میں اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس غلطی سے بھی آئیڈیل (ideal) ہیں کہ وہ اپنی دنیا میں نہ کام نہ سرفہرست ہونے کے ساتھ ساتھ یہ حریلوں کو ان ایک مثالی بیوی اور ماں کی حیثیت سے بھی نشانہ بناتی ہیں۔

بغیثت سیدہ ان کی تعریف محترمہ قرۃ العین دیر سے لکھتی ہیں۔ جب میں نے سنی صدر دل کے سوال نامہ میں یہ سوال رکھا تھا کہ بیسویں صدی میں رہا وہ اب میں رہتا ہوں یا نہ رہتا ہوں؟ اس کے جواب میں اسی (۸۰) فی صد لکھیں کہ قرۃ العین دیر کا نام یہ تھا جب کہ خود محترمہ قرۃ العین دیر نے جس ایجنس کا نام لیا تھا ان میں جب تک اتفاق احمد اور بازنقد سیدہ کے نام شامل تھے (گفتنی، حصہ اول ص ۳۳۲)۔

بازنقد سیدہ ایک آئیڈیل بیوی ہیں، یہ میں ہی نہیں بدوہ تک بھی کہتے ہیں جو ان کے بہت قریب ہیں اور انہیں جانتے ہیں۔ جانے کیجئے، سب ممتاز تفتی اب ہم میں نہیں ٹکرو، اپنی تحریروں کے ذریعہ ان کے آس پاس جوتے ہیں۔ جب وہ وہاں آتا ہے میں تھکے ان سے میری کئی ملاقاتیں بھی رہیں۔ انہوں نے کہا تھا ”بازنقد سیدہ بھاری خدیجہ ہے۔“ اور انہیں اپنی عادیوں کی وار کے

میں نے یہ سوچا تھا کہ "شادی کے بعد اشتاق احمد سے انہوں نے یہ باتیں کہیں نہیں کہیں گے۔" لیکن یہ سب سچ ثابت ہوا۔ ان کی تحریروں اور اسلوب سے متاثر ہونے والی ہر عورت نے یہ باتیں کہیں گے۔ ان کے نثری فن میں وہ اپنے زمانے کے بہترین فنکار تھے۔ ان کے نثری فن میں وہ اپنے زمانے کے بہترین فنکار تھے۔ ان کے نثری فن میں وہ اپنے زمانے کے بہترین فنکار تھے۔

تھوڑے سے فاقے سے ساتھ یہی بات عشاق احمد صاحب نے بھی اپنے ائمہ دیو میں کہی ہے۔
 :بسم اللہ الرحمن الرحیم : ”یاشا“ کے نام سے شروع ہوتا ہے پوچھا تھا۔ ”آپ کا
 آیا سے زیادہ متاثر ہیں یا با نوا آپ سے۔“

اسحاق احمد صاحب نے کہا: "میں سمجھتا ہوں جہاں تک گفت (thought) کا تعلق ہے وہاں تو میں نے سے متاثر ہوں نہیں۔ ان دنوں سوچ بڑی فریش (fresh) ہے اور اس کا نہ زبردست مظاہرہ ہوتا ہے۔ ہاؤس پر جانے کا زیادہ موقع نہیں ملتا کیلین صبح کے ناشتے کے ٹیبل (table) پر جب کہ وہ اس دھنسنے والے سے میں تو میں پوچھتا ہوں کہ کوئی اتنا بڑا بانی، کوئی نئی چیز؟ اور وہ کہتی ہیں، ہاں اتنا یہ خیال آیا ہیٹھ بیٹھ۔ پھر وہ خیال بیان کرتی ہیں تو وہ دست مختلف اور عجیب ہوتا ہے۔ پھر وہ مجھ سے پوچھتی ہیں۔ ان دنوں تو وہ خیال ہوتا ہے۔ اس طرح سے کچھ خیالات یا دروہ جاتے ہیں کچھ خاص باتیں۔ سہواری میں کہ وہ خیال دہری تحریروں میں بھی آئیں۔ میں کل ہی کہہ رہا تھا کہ ان خیالات سے وحشی تحریروں میں آجنا چاہیے۔ حوتے پڑتے ہیں تو جوتے پڑیں۔ مثلاً کل میں نے سنے سے پوچھا کہ آپ نے اس بار میں تصویر رخصت منع ہے۔ نئے ٹیکس، ہاں بالکل منع ہے۔ میں نے یہ چھپا یہ جو پاسپورٹ پر لگتی ہے تصویر؟" نئے ٹیکس یہ تصویر نہیں آپ کی شناخت کے دستخط ہیں اس کو آپ رکھ سکتے ہیں۔ ٹیکس وہ تصویریں جو ہماری زندگی کا حلیہ ہے جو کہ میں انہوں نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ تصویریں جو بے بوے (Playboy) ہٹ ہاؤس (Penthouse) اور کاسموپولیٹن (Cosmopolitan) میں وہاں سے لے کر ہمارے پائے دیہاتی اخباروں میں شائع ہوتی ہیں، یہ تصویریں آپ کا من نہیں بڑھائیں۔ وہ کسی اور دنیا کی شناخت کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ وہ تصویر کے یہ سب نامناسب باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔

اور جس تک کہ وہ اپنے وقت کے لیے ہمارے پاس شروع سے رہا کہ میں نے بھی
اس کی وہی چیز مانگی تھی کہ اس بات پر کہ میں نے میری کسی تحقیق پر اپنی اپنی رائے لکھ دی۔
یہ میں سمجھتا ہوں کہ وقت کافی حد تک سے بعد آپ کی پامی ایک اور بڑا اختیار کر رہی ہیں
وہایت بڑا ایک جتنی کہ اس میں دین کی طرف مائل ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں تم ذرا اس وقت سے
اسب اس بات پر کہ یہ پیر کا پیر خیر تمہارے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی ایک بہانہ پڑھ
ماتھان میں ایک بار سے کہ میں نے اسے اس کے ہاؤس میں۔ تو مچھلتے ہیں لڑکیاں

تے ہیں۔ اس کو بھی چھوڑنا ہے۔ پر (Novels) سے۔ شخصیت پر اپنے ہمارے سے
 سے تاننا ہمارے ہی صاحب سے ہے۔ پانی میں گھول کر ان لوگوں کو پانی کا مشروب ہے۔
 ہر جتنی ہے یہ سب فنون ہے۔ مجھے سب سے (psychiatrist) سے ملنا چاہیے۔ وہ جتنی سے
 چھوڑ نہیں ہوتا۔ آخر ہمارے ہی ہے کہ جتنی ہی اس سے میں مولوی صاحب کو لے آتا ہوں۔ مولوی
 صاحب سے ہیں۔ بیگم صاحبہ جتنی ہیں کہ آپ کو شاید آگے میں میں صاحب کو معاملہ پر اپنے
 ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب سے ہیں کہ جتنی چھوڑتے ہیں پتھر پر ہے جتنی۔ باتوں سے اور میں
 ایک فترت کیا جس پر میں چھوڑتا۔ جتنی ہیں۔ مولوی صاحب آپ کو اپنی سوچ میں بہت طے ہوتے
 ہیں کہ اپنی آواز میں بہت رکھتے ہوتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ میں اور چھوڑتے ہیں۔ مولوی
 صاحب سے ہے، بیگم صاحبہ جس کے بچے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
 ہیں۔ یہ یہ فترت تھا۔ یہ فترت تھا کہ میں اپنی جگہ سے ہٹا ہوا ہوں۔ میں نے یہ آپ سے
 اور اس سے یہ میں؟ تو اب ان کا رخ ایک اور طرف سے ہے۔ جتنی ہیں لکھا ہی یہ ہی جانا چاہیے تو جو میں
 سب بھٹنے کی کوشش کرتی ہوں۔

باوجود یہ سب، ایک ناول لکھ رہی ہیں۔ نہیں ہے۔ اس ناول کا نام اپنے دس عافیت سے
 نام پر اس ناول کے "رحیم"۔ نہیں ہے کہ یہ ناول بہت پہلے شروع کیا تھا۔ اس کے اس
 اس کو بھی لکھ رہی ہیں اس سے یہ یہ کھیل تک پہنچ رہی ہیں۔
 باوجود یہ سب بہت ہے، افسانے بھی اور اپنی دستان یہ ہے اور اس کے جتنی۔
 فسانوں کے محروف ہوتے ہیں۔

- (۱) بدست (۲) امرت (۳) چھوڑ نہیں (۴) آگے بات
 (۵) انات کا دست (۶) ناقابل ذکر (۷) کھیل اور اس سے یہ جتنی
 صاحب سے نام سے شائع یا ہے۔

ایک دن "موموں کی گلیوں" کا شہر ہے مثال اور "راج" کے ہمارے ہیں۔
 باوجود یہ سب نے اپنی تحریروں کے لیے ایک "موموں کی گلیوں" کی تحریروں کے لیے "موموں کی گلیوں"
 اس ناول کے نام سے اس لیے افسانوں اور ناولوں کے لیے "موموں کی گلیوں" کے افسانوں کے
 آج یہ جتنی سے اپنی یہ ہلاک و زوالوں کے بھی پانچوں کے موموں کی گلیوں کے ہمارے
 ہی کہہ دیا۔ ان ناولوں کے پانچوں کے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
 ہمارے اور روزبان کے خوب صورت الفاظ و انداز کے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے

ان کے فرائض میں "تمثیل" کا نام اور "موموں کی گلیوں" کے نام میں ہیں
 اس کے مسائل کا احاطہ کیا گیا تھا۔

۱۹۶۶ء میں نہیں بہترین اور ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے

۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۰ء تک ملا۔ پھر ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۰ء میں بھی انہیں بہترین ڈرامے نویس کا
 ایوارڈ ملا۔ ان کی اپنی خدمات کے پیش نظر محترمہ بانو قدسیہ کو ۱۹۸۳ء میں حکومت
 پاکستان کا اعلیٰ ترین سہ ماہی تمغہ "پاک ستارہ" عطا کیا گیا۔

ان مددگاروں کے متاثرہ ترقی یافتہ تھے۔ جس نے بانو قدسیہ کے "اپنی قدم میں اضافہ کیا ہے۔
 "حقائق" کے ساتھ ساتھ انہوں نے بہت سے جذباتی ایسے۔ بانو قدسیہ کے پاس
 پریشانیوں اور پریشانی (depression) کو دور کرنے کا ایک نہایت آزمودہ فارمولا (formula)
 ہے۔ واقعی میں وہ سب جسمانی پریشانیوں، حتیٰ کہ سونے کی سونے کا حصول اور پس منظر کی ہمت ہے۔
 اور اس کا ثبوت ان کے خدائی مہارت اور ان کی طرف سے رجوع کرنے سے سونے میں ہے۔ اور اگر وہ ان کی
 طور پر بقیہ کی محنتوں کو تو جسمانی طور پر نوادہ مصروف کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ ان کے خدائی نعمتوں کا غور سے
 مطالعہ کریں۔ اعلیٰ ہوا میں سانس میں چھل قدمی کریں اور انہیں بہت سونے دیتا ہے۔

میرا سوال نامہ بانو آپ کے سامنے تھا۔ وہ بتا رہی تھیں "مجھے شادی سے اس اتنی دل
 چاہی رہی ہے۔ کبھی بھی گمراہی نہیں سمجھتی ہوں۔ واصل میں نے اپنی زندگی کا آغاز گمراہی سے ایک
 مضمون "اور مین (Our Men)" سے شروع کیا تھا۔ چرچا اس سے گمراہی میں بہت بند کر دیا
 کہ ان کی خیمہ زبوں میں مگر بھی جی بولی اس زبان کا شہ۔ سب نہیں بن سکتا۔ اور یقیناً تجھے کہ میرا خدا بہت
 جانتا ہے کہ میں نے نہ سنی تھی۔ اور نہ ہی مانی منفعت کے پیش نظر لیکن سچی ہے۔ آج سب نیک و نیک
 کی وجہ سے ہر طرف سے بدنامی ہے۔ یہاں پر یہ اقم شک ہے۔ جب پتھر توڑ رہے تھے یہ لگے لگے کاغذ درختوں
 کی۔ آپ دعا کریں کہ ناول مکمل ہو جائے۔"

"ایک دن آج سے بدنامی کے حوالے سے بدنامی تھیں۔" انہوں نے صورتیں ہیں۔ مسابقت
 پر نشان کی فضا میں بھی "اب کو آگے بڑھتا ہے بھی پیچھے ہٹتا ہے۔ پارٹی کی سیاست میں جو ترقی بھی
 ہوتی ہے اور چھوٹا کھڑا چھوٹا بھی نہ رہی ہے لیکن یہ زل سے ہوتا آیا ہے اور زندگی کے قصبات میں
 ایک ہے۔ انسان قصبات کے خیر تہذیبی اس کے کامل ہی نہیں ہے۔"

اردو کی بڑی تعلق سے انہوں نے کہا "اردو شہری زبان ہے۔ اس میں جذبہ کرنے کی
 اتنی صلاحیت ہے کہ جس خطے میں جاتی ہے وہاں کا رنگ اپنا جیتی ہے۔ سندھوستان میں غز کو ترجیح ملی۔
 پنجاب کا افسانہ بڑھا۔ امریکہ اور یورپ میں نئے علمی و ادبی رستے کھلیں گے۔ اس کا مستقبل تاریک نہیں ہے اور
 نظر آتا ہے لیکن رستے کا نہیں۔ قنیت ہمیشہ آشتیت میں نمودار ہونے کے لئے بنا ہوا ہے اور زبان جیون آرتی
 ہے لیکن یہ عمل ہمیشہ نہیں رہا۔ ایک وقت آتا ہے جب اقلیت اپنی صد کا نشانہ بنتی ہے۔ لے جا ہوا ہے زبان
 ورنہ سب نیک بار شہرہ سے پڑ جاتی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے جس صورت چھٹی پانی میں ملائے رستے سے ایک
 وقت آتا ہے جب پانی مزید چھٹی انہیں سٹی اور سچے۔ بند سٹیشن (saturated solution) سوکھتا
 ہے اور ایک بار پھر کریسٹل (crystals) میں بدل جاتا ہے۔ اسی طرح ورنہ قنیت پوشش کرتی ہے کہ وہ

و شہادت میں ٹھہر رہا ہے۔ یہ اپنی شہادت پر پشیمان ہو گیا۔ وہ جہاں بھی اختیار کر سکتی ہے۔ میری ایک ہی تجویز ہے کہ زیادہ تجویزیں نہ کریں۔ کامیابی منظر آتے ہیں ان کے پیچھے ہٹا رہی، نہ صرف جاری یا سوائی تجویزیں نہیں ہوتیں۔ رہبان رحمد اور واقعہ اور باس اپنے راستے بہتے ہیں اپنی ہی منطق رکھتے ہیں۔ اس کے دیکھنے والی، مریض کے ہوتے ہیں اور اور اس سے زیادہ آمد پر غصہ کرتے ہیں۔

اب رہی رسم لفظی بات تو ترن سے یورپ میں غصہ ہونے و شش میں نئی جہان اپنے رسم لفظی بدلہ مذہب کی رخصت بدیل میں۔ رہی نوئی چھوڑی۔ ماس کا ترے نے اپنی شناخت جی چھوڑی اور آج تک ترن یورپ کا حصہ جی نہ بن سکا۔ یہاں سے جوت حاصل کرنی چاہیے۔ اور بہت ہی تہری پر ماس رہے تو اپنے کو اختیار رہنا چاہیے۔ اس سے سودی دنیا میں شناخت بداحتی ہے۔ لیکن رومن رسم لفظ کا جو جی جواز ماس سے اور وقت صاف چٹنے کا حتمال ہے۔

انہوں نے کہا "میں ہمارے میں شمسپر اور یوحنا انیل فلتن میں دوستوں اور اہل
ورشعہ میں رابرٹ فراسٹ سے متاثر ہوئی ہوں۔" دینے میں سختی میں اس سے زیادہ دلوں سے
متاثر ہونے کا موقع نہیں ملا۔ یہ شرط سے شرمناک مقام کے بڑی جلد قبول ریتی میں دینے
ہوئے، اہل نوجوانی خوں آمدید تھی ہوں اور زبان سے سبحان اللہ کہتا رہتا ہے۔ اور میں سید قیصر علی خان
کی انارکلی، قدرت اللہ شہاب کا شہاب نامہ، سختی کی 'جیب' اور اسحاق احمد اور اجیم مکہ بیدی کے
فنا میں سے متاثر رہا ہے۔ شاعری میں غالب پر سختی ہوں اور ہمیشہ بدکار ہوئی ہوں۔ ہوں
فہرست بہت لمبی ہے۔ فتح پور، یو پی، دیواری میں۔ سلسلہ ہمیں کے۔

آخری سوال سے جو پتہ چلتے ہیں کہ زندگی بذاتِ خود ایسا واقعہ ہے جس میں
حالات کو یہ کٹوا میں کہ جو میرے سے ہم ہو سکتے ہیں یہ تار میں دیں ان کا بھی جائز ہے نہ سنا۔

Mrs. Bano Qudsia.

Dr. Farisat, 121-C Model Town, Lahore, 54700, Pakistan

خورد سال

میں اپنے اہل کا ٹریک بند کرنے کے بعد اس کا قیام میں نے آٹھ سے دس سال تک رہا۔ ابھی چھپتے
مال بچوں نے اپنے اہل پر پوری تنخواہ نقد کی تھی۔ اب کے جو محکمے کو کے میٹریسوں کا ہے
اس سے بڑا پیرا اچھوٹے سے چھوٹے بچے پر اس طرح کے چڑھا کر کے پرہیزگار کی حالت میں
رہتا ہو گا۔

یہ بد اس بھی سہا تھا۔ جسے بھی تھا تو کیا مہدی۔ اس کی پارٹیں پیدا ہواں۔ اس کی خوشی
 وں کا مہا تھا۔ اس وقت ماہر وہ نہیں آیا۔ میدان تو لگے بیٹے کا مہا تھا۔ اس سے جو کہتے تھے
 اس سے اس میں شہید۔ تو یہ یہ بھی ہوں۔ اس سے پاس میں جو کہتے تھے۔ وہ پاس کا مہا تھا۔
 ہا۔ اس میں اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔
 اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔
 اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔ اس میں ہا۔

[illegible]

تھے نہ کان اور عید کی ہی پانچویں، صاف ہی روپے میں تھی۔ لیکن پھر ایک بار جانے کون سا
ایک ماہ میں روپے کا نوٹ جس پر یہ لکھا تھا کہ "پانچویں" کے پتے میں "نئی بازار" کا پتہ لکھا تھا۔
انہوں نے نوٹ پھر اس کے "نئی بازار" کے پتے پر لکھا تھا۔
بچوں کے لئے چھپس کے پکٹ لیئے۔

[illegible]

تم نے اپنی آواز کے پھٹلے سے سینے میں سے نہیں لے کر باہر
 نکال دیا ہے سنا کہ چٹائی میں ہائی ہائی سے لڑائی ہو رہی تھی۔ اس نے سپرے کے ساتھ یہ
 سارے بچوں کو گرتے بدلتے کا آؤ رو دیا۔

کتاب چاروں مکے پاؤں سے مکہ میں ایک تہا جی رہا ہے یہ مکہ میں پائے پاؤں سے مکہ میں
 مکہ کے مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں
 مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں مکہ میں

”بڑی، کائی پارتیں نکلتی ہیں“
”وہ سب کچھ ہیں۔ سب قوتوں کا ہے۔ اس کے سب سے بڑے“

پتھر یا فی ذلک... میں نے... تین طرفوں میں...
”کچھ بھی نہیں۔ قیمتیں بہت چڑھ چکی ہیں جیروں کی۔“

جیل نے پاس آ کر آہستہ سے کہا۔

”اماں! چار آنے دے دو۔ بسن اور مرچیں ڈالنی ہیں۔“

”میرے پاس گھٹا نہیں۔ دس کانوٹ ہے۔“

”نچا۔ دس ی، اے۔۔۔ ساس نے کہا۔“ میں خود ہی جاتی ہوں۔ سن اور مرچیں بھی لے

آؤں گی اور پتھر پتھر کی مدنی بھی لے آؤں گی۔ مٹی پر سے ہر دین کے پاس پڑ جائے۔“

غابدہ نے پرس کھول کر اندر دیکھا۔

اس روپے کانوٹ باتیں کر رہی تھیں۔ نیشہ پائے سے منڈ پائے میں لیا تھا۔ اپنے دل

خورد سالی بچے کو جس صحت و دودھ رنی ساری تھیں سے بچا رہی تھی، اب اس کی آنکھوں کے

سامنے اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا تھا۔

غابدہ کو اس طرح ایک دم پریشان ہوتے دیکھ کر ساس نے پوچھا۔

”کیا ہوا بھو؟“

غابدہ نے سراسر رہا۔ ”سراسر میں نے دیکھا ہے کہ چہرہ سارا کیا ہے نہ۔“

اور پھر

”نہ نہ خورد ساس۔ شخ ممتی سے نہ نہ نہ ہوئے نہ نہ۔“

فیصلوں کے بعد ایک اور فیصلہ

اسے یکاؤلی تک ہی تو جانا تھا۔

نہیں سیر کرتے۔ پانی تار سے اسے زندوں سے بھی مبرا رکھتا۔ آئی اوٹیک میں (۳۰) سال اور تیس (۲۳) آئی اوٹیک تھی اور یہ پتہ کسی بھی اور بھی نہیں۔ لیکن فوڈ و ڈسٹریکٹ ہوتا تھا جسے آئی اوٹیکوں سے زندہ ہے۔ درحقیقت یہی چلی جارتی ہے اور اس سے فوڈ (Food) بھی تیار ہو چکے ہیں۔ لیکن زندگی ختم ہونے ہی میں نہیں آتی۔

[illegible]

تقریباً بیس برس کی عمر مارک (Good morning) میں دل بستہ ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر آجوتی ہے۔ وہ سو پہنچتی۔ اچھا ہی یہ علم ہے۔ اس کے۔ اب بیٹی ایشیا پر مامور ہے۔ اس کا بیان بھی آتا ہے۔ وہ معجزہ ہے۔ وقتاً فوقتاً (Good fashion) ہے۔

[illegible][illegible]

۱۰۰۔ اے چنگیزی ہی نے جس بات کی تائید پر کیا کہ وہاں ایک خریدار کے ہاتھ میں ایک تیرہ روپے کی پٹری تھی۔ لیکن جب وہ وہاں کی دکان کے مالک کے پاس اس کی منگوائی اور آئینہ دیا تو اس نے وہاں سے دس روپے کی رقم کے عوض اسے واپس لے لی۔ اس لیے کہ وہاں کی خرید و فروخت اس وقت بھی ہونے لگی تھی۔

[illegible]

تو نہیں اب تک بے دین مان سے رہا تھا یہ شاید اس کا خیال تھا کہ ایک نئی زندگی بھال لی ہے۔
پیشہ کی زندگی بے دینی کا وہ سنبھال سکتی ہے۔ اس نے اسے دھرتے دھرتے فراموش کر دیا ہے۔
نئے بے دینوں کے اور چیز پہنچا رہے۔ وہ اپنے پہلے قصور کو بھول گیا۔ عین وہی تھی۔ یہ نئی
تبدیلی اس کے دل میں ہو رہی تھی۔ وہ خود اپنے آپ کو بخانا لگتا ہے۔ تجھے نہیں دکھ دو سوتے میں جو تیرے
ماحول سے جلدی مناسبت پیدا کر لیتے ہیں۔

اس طرح بسبب اس کے شہداء قیصر چھوڑ کر اس کے چوکوں پر اور چوکی چوکی پر اتنی سڑکیں بنائی گئیں کہ اس کا منہ نہیں آتا کہ وہ کب لڑائی نہ ہو رہی ہے۔ چھر روتے روتے دیر کی ایک گاڑی سولی کے دروازے پر آگئی۔ قیصر نے اسے دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ایک گاڑی ہے جس میں ایک شخص ہے جس کا نام ہے۔ قیصر نے اسے دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ایک گاڑی ہے جس میں ایک شخص ہے جس کا نام ہے۔ قیصر نے اسے دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ایک گاڑی ہے جس میں ایک شخص ہے جس کا نام ہے۔

وہ روئے گئے ایک تھلے قہقی۔ وہ اپنی ماں سے بچا ہے دادی کی توہمش ملی تھی۔ وہ دادی کے اس پرانی قدریں، پناہ و سال پرانا مذہب، دادی پر لی تھمے ہوئے تھی۔ لندن آگے سے پٹے جب دادی نے ساتھ چلنے کے لئے دیا تو وہ ۶۰ برس تھوڑوں

”کیوں دادی کیوں“

”بمئی آخری و ب۔ میں پا ق و میں اہم نیب و میں مائید و میں

یہ مطلب آیا کہ سب سے پہلے میں نے وہاں اپنا بیس بنایا
پس میں نے سب سے پہلے یہ فرقہ بنایا اور اس کے بعد میں نے

تاریخ سے یوں ماضی قریب تک نہیں۔ یہ وہ ہے جو انسانی کا وہلیں تھیں۔ دونوں ٹھیک
تھے۔ پتہ نہیں کہ یہ کبھی ہو گا۔ اس کے بعد یہ وہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ بھی کبھی شہید نہ لکھا
تے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی قاتل مسد بھی کرتا ہے۔ یہ تاہم اور فائدہ یہ ہے کہ
اس کی اپنی اپنی تہ میں نظر آتی وہ دونوں کا بے سہارے ہوا تھا۔ جیسے جیسے انہوں
نے ایک دوسرے کو جانا اس کے بعد انہوں نے ملے یا کہ اب انہیں شاہی رہائی چاہیے۔ لیکن جب
جذبہ سے پرے دنیا کی طور پر معاملہ طے ہونے کے قریب بڑا مسد مذہب کا ٹل جاتا ہے۔ تاہم
پناہ میں زبان و باس سب چھوڑنے کو تیار تھا۔ وہ اپنا مذہب بدلنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ مذہب سارا
میں منانے کے اس کے کام بھی نہ آتا تھا۔ وہ حرج و مرج اور بائبل سب کو بخیریت سے نہیں چھوڑتا تھا۔
چہرہ بھی اتنی بری تبدیلی کے اس کی روح رنسا مند نہ تھی۔ وہ مزید یہ جب وہ تیرہ دن کے پاس تیر
امیر آتی تھی تو ہمیں اسے ملنے آیا تھا۔ وہ کھڑی میں کھڑی ہو کر نیچے جھک کر خوب صورت تھیں وہ
ایکٹھی تھیں۔ سب کے سارے بچے سوئے چرچ کا چھٹا سا بچہ کباب کے چھوڑے سے تیرا تھا۔ وہ
دونوں چپ تھے۔ اس زبان مذہب کلچر موسما تے سارے فصول کی چپ ان کے ہونٹوں پر تھی۔

بڑی دیر کے بعد ٹانجھل نے کہا،

”میں تمہارے والد سے ملنا چاہتا ہوں“

”یوں کہ“

”شاید ان میں تم سے زیادہ قتل ہو“۔ مسرہ آرتا ٹانجھل نے کہا۔

فرہ کے سامنے اپنا باپ آگیا جو پاکستان سے اس سے بھاگتا تھا کہ وہاں غریبی تھی اور یہاں
اس لئے پھنس گیا تھا کہ یہاں امیری تھی۔

”فیصلہ تو بات خرمیر ہی ہو گا نا ٹانجھل۔“

”تم تو کہا کرتی ہو کہ تمہارے ملک میں شاہیاں ماں باپ کی مرضی سے ہوتی ہیں۔“

”لیکن یہ ہمارا ملک نہیں ہے نا ٹانجھل۔“ فائزہ بولی۔

”تمہارے پاس برٹش پاسپورٹ ہے۔“

”ہاں ہے۔“

”چہرہ تمام حقوق انخواہ (employ) برحق ہو جو یہاں کے کسی نیشنل (national) کے

تھا۔“

”کیوں وہ فرائض انہیں برحق جو یہاں کے مقامی، انہیں دیتے ہیں۔“

وہ دونوں دیر تک خاموش رہیں۔ پھر ٹانجھل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”سنو فائزہ! میں مذہب تبدیل نہیں کر سکتا کیوں کہ اس سے نہیں۔ میں جیسا مذہب

پرستی کرتا ہوں بدل دے گا اس لئے کہ میں اسلام کو چاہتا ہوں نہیں۔“

سافارِ کتاب و کوی

PDF BOOK COMPANY



Muhammad Hushain Syalvi

0305-6406067

Sidrah Tahir

0334-0120121

Muhammad Saqib Riyaz

0344-7227224

تو یہ کہہ پائے تھے۔

مکمل تھے یہ تھے۔ تہہ پائے تھے بعد میں اسے قبول کرنے کے تھے۔ اس میں مذہبی آدمی نہیں ہوا۔ یہی وہی ہے جسے پورٹریٹس یا ریڈی میڈ (ready made) یہ وہی فیملی میں کام کرتی تھی۔ ہمیشہ اتنی تھی کہ اس کا چہرہ وہی تھی بات اس نے نہیں کی جاسکتی تھی۔ مردوں کی بھی ایسی وہی تھی۔ محبت جبری نکاح تھے۔ اس نے مجھے تو سب سے دیکھتے تھے۔ اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ میں نے سب کا بڑا ٹکڑا کھا لیا۔ میں نے سب سے متعلق چھوٹے ٹکڑے کھا دیے۔ مذہب تو کسی کو سے سیکھا جاتا ہے۔ اس میں پڑائی نہیں۔

فرزہ پڑائی تھی کہ ہاتھیں کاٹنے میں سمیٹ لے کر وہ اس وقت مضبوط رہنا چاہتی

تھی۔

”لیکن یہ پھر تو شادی نہیں ہو سکے گی نا بھل۔“

”ہم سوس میٹ (civil marriage) کرتے ہیں فرزہ۔“

سب عورتیں (۳۲) سال کی تھیں (۳۱) سال کی ہو چکی ہو اور اس کی زندگی میں یہ عورت سے یہ چاندنی اور ہاتھ بے معنی ہوئے ہوں تو اپنا ٹکڑا ٹکڑی ٹکڑی کا اس اتنی پر وہی اثر ہوتا ہے۔ وہی وہی۔ وہ سوس میٹ کے لئے تیار ہوئی۔

اسے یاد کی تک ہی تو جاتا تھا۔ چاندنی سے اسے تھوڑی سی اور نا بھل تھوڑی سی دکان پر کام کرتا تھا۔ وہاں آج رقبہ بڑی ہمت سے ساتھ آخری بار نا بھل و خدا حافظ ہوتا تھا۔

پتا نہیں یہاں ساری رات بے قراری رہی تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کہ وہ وہاں سے تھوڑی سی دکان کا حسن نہ تھوڑے ہوئے گا۔ وہ وہاں سے یہاں چلتا ہے تو اس کا حسن نہ تھوڑے ہوئے گا۔ یہیں نہیں یہی چال چلتا ہے۔ اسے کچھ نہیں تھا کہ وہ وہاں سے تھوڑی سی دکان کی بڑی سیالیاں اسے نہیں لے کر چھوٹی چھوٹی بات پر کب سب مہاتے میں سے۔ وہ وہاں سے چلتی تھی۔ ہر وہاں سے چلتی تھی وہاں سے ہر وہاں سے۔ ہر وہاں سے رہا وہاں سے رہا میں رگی جا لے لی۔ اسے اپنا نام مذہب ملک سب چھو بھول جا لے گا اور وہاں سے آپ وہاں سے بھگتے اور بنانے میں اتنی اور کل جا لے لی کہ حسن نہ تھوڑے تصور بھی اس کے ماتھے نہ رہے گا۔

آخر بتیں (۳۲) سال کی عورت سے اس اپنی روٹین (routine) کے لئے یہ

یہ ایک واقعہ تھا۔ اور اگلے سب سے فرین کی آواز آرہی تھی۔ وہ بھلی ہاتھ تھوڑے پڑا تھا۔ یاد کی تک ہی تو جاتا تھا آخری بار نا بھل کے لئے اسے دکان پر غصہ اور تھوڑی سی دکان کے لئے ہر روز کے لئے فرین رہی۔ اس نے اپنے بک کو مضبوطی سے تھما لیا اور اس کی ایک دکان پر بیٹھتے ہوئے فریز کے سوچا۔ ”میرے مرنے کی یہی آواز میری زندگی ہے۔“ تو اس نے

مغرب میں زندگی آسان نہ تھی۔ یہ یہاں مغرب کے اور یہاں زندگی کے۔ مجھے یہاں کے
 سدیوں کی پستی مل رہی تھی۔ میں انہیں اس طرح دیکھتا تھا کہ وہ مجھے اس آفتاب کے آگے یا
 سب سے آگے تھیں، جہت تھی۔ یہاں امیر کی نہ تھی اور کس کا ہے۔ وہاں رہا میں قید سے زندگی، وہ پستی تھی۔
 یہاں آزادی۔ جہاں سے لے کر پستی تھی۔ یہاں تھی زندگیوں میں آواز۔ وہ یہ سب بات۔
 یہاں وہاں بات میرے خدا کی۔ حسن کا ترسب ہو، وہاں ہو، ایسے ہو۔



نوروت سے ملنے نوروت ہے میں غصوں نوروتوں اور
حسوں کی داروں کا سلاسی سناج (۲)

سید بشیر حسین جعفری

راولپنڈی، پاکستان

[illegible][illegible]

آنکے ولی کتاب بھی اسی حدیثی لحاظ سے، مثال کے طور پر اپنی زبان بات کرتا ہے، میں

میں نے ادب کی مروجہ اور طے شدہ باتوں تک اپنے آپ کو محدود نہیں رہا۔ تاریخ، جغرافیہ، سائنس (جملہ موضوعات) سب میں برابر کام کیا۔ فارمہ، افسانہ اور انشائیہ بھی لکھی (۱۰) فی صد کام وحشی اور تحقیقی بہت سکتا ہوں میں نے زرعی علوم کی اہمیت تیار کی میں لکھتا ہوں۔ Agricultural and allied sciences (تعلیقہ زراعت، طب، حیوریات، عداغ و پرورش حیوانات اور انہی حقائق کے پر مبنی استعمال) کی متعدد شاخوں میں زبان میں سب سے زیادہ تحقیقی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مجموعی طور پر میری چند کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ تذکرہ جنگ آزادی کشمیر (تاریخ)
- ۲۔ سورن میرے پیچھے (حالیہ نامہ)
- ۳۔ مہا بھارت اسلامیہ (تاریخ و سیاست)
- ۴۔ پرندوں کی مہم کی طرہ حرکت (سائنس بڑا اونی)
- ۵۔ انہی توانائی کا پیمانہ امن استعمال (سائنس فزکس)
- ۶۔ عالمی مسدود خوراک اور سائنس (اٹریکچر)
- ۷۔ تپ آتی (طبیات اور عداغ) (طب)
- ۸۔ طہارت جدید (سوانح حیات)
- ۹۔ زندہ باد + پندہ باد (خودنوشت سوانح حیات)
- ۱۰۔ میری مراد
- ۱۱۔ حرمت غلط (علمی، انسانی و نفسی کا نقاب)
- ۱۲۔ سائنسی نشانیہ (جنرل سائنس)
- ۱۳۔ تاریخ مسلم کانفرنس
- ۱۴۔ کشمیریات (پوسٹ ریگریٹ کے لئے مطالعہ۔ نصاب تعلیم)

۱۵۔ Kashmiries Light for Pakistan (in two volumes)

۱۶۔ Muslim Conference in the Great Britain (History)

سید بشیر حسین بتا رہے تھے انہیں سیاحت سے بہت دل چسپی ہے۔ بطور عالمی سیاح انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہاتھ پول پوسٹ (سرین لینڈ) سے بھی ہو آئے ہیں اور وہ رشتہ داری کی surface پر (rounds) ۱۹۸۸ء اور ۱۹۸۹ء میں مکمل کیے بغیر اپنے ذاتی شوق و لہجہ کے سبب اور قطعاً اپنے وسائل اور انداز سے جو کہ وہ یہ معمولی بات نہیں یہ بشیر حسین کانفرنس اور انڈیا میں بریگیڈیئر اور انڈین ایئر فورس کے سربراہان اور انڈین ایئر فورس کے سربراہان (Atrio Asian Studies) کے شعبہ میں ان کے علمی و ادبی کام اور خاص طور سے عالمی سیاحت کے سلسلے میں ویڈیو (Video Interview) ریکارڈ کر کے سرکاری آرکائیو (Archives) میں محفوظ کیے گئے ہیں۔ انہوں نے دنیا بھر کی مشہور لائبریریاں دیکھیں اور کوہ سارہ مرخ زار، الہ زار، جیسلیں، بلند پورہ، پہاڑ، دریا، آبشار، تاریخی مقامات اور مہمان کی حاشائی زندگی کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے۔

علمی اعزازات کے حوالے سے انہوں نے بتایا: میری خودنوشت سوانح حیات زندہ باد (۱۰۰۰ صفحات) میں میرے ان چالیس (۴۰) اعزازات (قومی) و انعامات کی فہرست ستمبر ۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۸ء پر موجود ہے۔ اسی طرح میری کتابوں کا تذکرہ بھی صفحہ ۸۱۵ پر ملے گا۔ یہاں کتابت میں اب بھی ملتے جلتے

[illegible]

آخری سوال نے جواب میں اپنی زندگی کا اتمام قعد انہوں نے کیا "جسے ۱۹۴۱ء میں کہ میں پانچہ شہر (اب مقبوضہ شہر) کے اعلیٰ درجے میں فوجی جماعت کا طالب علم تھا۔ یہ تمام دریا کے پونچھ میں تیر رہا تھا۔ وہ پانی کا ایک بڑا دریا آیا۔ میں اسے لگا۔ بازو رہا تھا، اپنے لیے پانی میرے May-day کا مرصدا تھا۔ دریا کے کنارے بیٹھا ایک نوجوان میری مددواریا میں آتا۔ اس نے مجھے ڈوبتے ہوئے پھینکا۔ دریا کے کنارے اندھ جان پیدا۔ بس مجھے ہوٹل آیا تو ایک ساتھی نے تاکید کیا کہ یہ تمام جان تھا، وہ تھی جس پانچہ آزاد شہر کا صدر اور رہا تھا۔

دوا ۽ ۽ آراء

”رندو بابا“ پر رشید علی، یونیورسٹی نامہ ”مکتب“ (مظفر آباد اور اوچنڈی، پشاور) لکھتے ہیں: ”یہ
 شیخ نہیں جعفری کے تارک شیعہ تھے یہاں آری شیعہ یا مکتب آری شیعہ بہت نامور تھے۔ یہ شیخ انہوں
 کے ماس کو روبرو میں شیخ کے ماس ہوا تھا کہ میں عام کے دیوانہ کی طرح شیخ کے ماس کے
 رندوں کی لہائی رندو بابا کے مطالعے سے پتا چلتا ہے۔ جعفری صاحب کے مکتبہ انہوں میں عام کے بہت
 سے تھے۔“ (مکتبہ)۔ ان کی تحریر میں ”اس کی چٹائی اور مطالعے کی کمری کا پتا چتا ہے۔“

درآمد سرکار محمد حبیب خان، عدم آباد سے لیتے ہیں۔ یہ شہر حسین نغری سے پندرہ
دھات زرعدہ بانہ میں ریاست ہوس، شہر کی معاشی زندگی کی اتنی خوب صورت معائنہ ہے۔
سے Anthropology نے نصاب میں رکھا ہے۔ ملکی و ریاستی موضوعات و آسانی اور شہر
میں پیش کیا ہے۔ علوم انسانی پر اس قدر توجہ سے رکھا ہے کہ اس کے (مطلبہ ص ۱۸)

Mr. Syed Basheer Hussain Jafri,

11 Satellite Town Rawalpindi Pakistan

جملہ جہالت ہے۔ ایسا فرما کر ایسا لگتا ہے۔
بھی اچھے لگتے ہیں۔

۶۲۰۰۰۰
۶۲,۰۰۰



ڈاکٹر بلقیس جہاں

بھوپال، بندوستان

ہم پال میں قریب ایک صدی تک بیاد کی حکومت رہی ہے۔ اُن کی علم پروری و ادب و آرائی کے وفاق نہیں۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں تعلیم نسوان کی طرف خاص توجہ دی۔ قدامت پسندی کے باوجود علم و دست و پاؤں سے اپنی بچیوں و اسکولوں میں داخل کرایا۔ یہ سلسلہ اب تیز رفتاری سے اور میں بھی جاری و ساری رہا۔ یہ اپنی قدامت پسندی میں جن کے نام مذہم اقباس کے پانچ گونہ "مذہب کلیمہ" منسوب یا ہے۔

یوں ہی کہ وہ جس پر جب ہر منظر، اسے پس تو ایک ہوشیار کی نظر آتی ہے۔ ماضی
کی بات پھر یہ ماضی تو اسے جس میں سوچ کا سلسلہ رہا جیسی صاحب، جوان شاعر، خیر ہوں (۱)
توئی فائدہ کار، تیسرا ہے (۲) انہی میں سوچ کا سلسلہ رہا (۳) ایسی محقق اور قلم کار ہوں (۴)
میں ہوں اور میں ہوں قلم کار کی نظر آتی ہے۔

(۱) "بیدارش"۔ مذاکرہ میں حصہ لے سکتا ہے۔ (۲) "پہچان" میں میٹریس
 "بیدارش" کے صفحہ ۳۳۵ پر ہے۔ (۳) ان کا نام "بیدارش" کے صفحہ ۳۳۵ پر ہے۔
 (۴) "بیدارش" میں ہے۔ ان کا ذکر بھی "بیدارش" کے صفحہ ۹ پر ہے۔

[illegible][illegible]

ہفتیس برس کے دور میں کتنی تبدیلیاں آئی ہیں۔ چارپائی۔ تیلی۔ ان کے والد کا نام بھی
کھوکھڑا تھا اور اس کے میوں کا نام بھی کھوکھڑا ہے۔ وہ ہیں۔ شاہی کے بعد عورتوں کا نام بدلنے کا
مقبول بھی ٹھیک ہے۔ مگر آپ اتنے رٹاویں کبھی نہ لے لے یہ کرتے ہیں۔ گھر میں کے میوں
بالکل اور کے قسم کے ہیں۔ ہوتے تھے باب تمہارے والد نے اپنا نام نہیں لکھا تو میں جس جوڈو ہوتا
تمہارے نام کو بدلوں۔ تم ہفتیس جہاں ہی اچھی ہو۔

وہ اپنی زندگی کا یادگار وقت اپنی شادی و بیاہتی ہیں اور بھتیجیاں کہ میرے میں اور بچیاں اور
نواسوں کے ساتھ جو بڑے وقت میں وہ میری زندگی کا سب سے اہم وقت ہے۔ اس کے بعد گاؤں میں
میرے ایک چھوٹی سی دکان ہے یہ بچوں کے لئے کھانے اور کھانے والی چیزیں اور ان کے
بچوں کی سہولت میں آباد کرتی ہے۔ ان کا سہارا کہ بچے پاس نہیں ہوتے تب میرے دل کے
معمود ہیں ان کے پاس اور بچوں کی خوشیوں میں ہے جس کے لئے کافی ہے۔

13. 13 likes (chat)

Chakrabarti S, Dasgupta B, Bhopal, M. P., 462001, India



کھے دے کر ریائی بندھی سے
پشیمان تھا خدا بھی ناخدا
بیدار مت
۱۹ اپریل ۲۰۰۱ء
ٹورانٹو

ڈاکٹر بیدار بخت

ٹورانٹو، بینڈا

ہاں اتنی میں اتنی مٹاں سے سرخوشی کا سراغ ملتا ہے
پتے اٹتے ہیں نہ اٹتے ہائے، سب تیرا پہاڑ چلتا ہے
رہتی ہو، سے ہی شمع کے بجٹے یہاں، دنیا میں تو یہاں سے نئی ہی
نہایت کا ہر سینہ دلی دلی و پھر رہی تھی، تیرا یہ شمع بجٹے، دنیا سے
جانناست میں ملے، یہ تھی وہ تیرا آری قلوب سے ہو میں تھے منجھکی ہو، یہ وہی پتے
وہی ہی سے یہ سے تیرا ہندوؤں سے رستم میں جامہ ملی ہی نہیں، کاموں سے شعلہ کا
یہاں سے مانگے یہ، ملن اب یہاں تک مناسبت کا، بے ہوشی سے بدش سے خواہش ہی سے
تک سمجھاں یا ہے، منہا، لیٹنے سے یہ تھی، ہاروں ہی سے، تیری سے، وہاں اس سے
خوب لکھا تھی۔

”جب آنکھ کھلے وہیں سے بچکے ”سویرا“۔

مجھے اس میں سے نہ رہا، یہ بیدار نہ تھی، منہ سے منی ملی وہ وہاں چھوٹی ہی
تھی۔ میری ان سے یہ گفتگو ۱۹ اپریل ۲۰۰۱ء بدھ کے دن ہوئی تھی، یہ گفتگو ٹورانٹو

بیدار نہ ہونے کے سبب سے بڑے شہر میں گھومنے کے لیے جاکے رہیں تھیں۔ ان شہر کے شہر
میں تانے پونے ہوتی رہتی تھیں۔ وہاں ہر گھر پر چاند کا نور پڑا ہوا تھا۔ شہر کے شہر اور شہر
میں تو میں نے کائنات اور آویسٹ پر ریکارڈ کیا ہے۔ تو نے تو صرف پتہ چھوڑا ہے۔ اور آویسٹ
پر ریکارڈ کیا ہے۔ اور آویسٹ پر ریکارڈ کیا ہے۔ اس کے وقت میں کام آیا۔

یہ تانے پونے کا وقت ۱۹ فروری ۲۰۰۳ء کا تھا۔ اس کی تانیں چھوڑیں تھیں۔ اس کی
شہر۔ چھوڑے دونوں میں اس کی تانیں تھیں۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان کی تانیں تھیں۔ ان کی تانیں
چاہے۔ چاہے صاحب دلا سے دیتے رہے۔ مگر۔ مگر۔

پھر میری سب سے پرانی دوستی کی کام تھی۔ میں نے ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان کی تانیں
تھیں۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔
اس تانے (نریش نریش) کا یہ شعر سامنے آیا۔ اور میرے ہاتھ تانوں پر جیسے کی تانے کا نور جیسے
نکلنے لگا۔ مرہم کا پھر یار رکھ دیا ہو۔

”ارے ایک میں یا، مجھ جیسے جانے کی کوئی منہ فتنوں کا ٹکڑا ہوتا ہے۔“
جس اور ہوتا رہیں تھے، انھوں نے اس کے تانوں کو لے کر آئے تھے۔

پھر میں کام میں آئی۔ میں نے اس کی تانیں چھوڑیں۔ اور وہاں ان کی تانیں تھیں۔ ان کی تانیں
تھیں۔ اور آویسٹ چل رہا تھا۔ اس کے ساتھ میرے تانے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔

”ہمارے زمانے میں وہ آدمیوں نے تذکرے لکھے ہیں۔ ایک ڈاکٹر مالک نے اس کے
دوسرے زمانے میں آپ نے ڈاکٹر مالک رام نے ان کو لے کر آئے تھے۔ جو مچے ہیں
نہیں آپ کے لکھے تذکرے اس لحاظ سے اہم ہیں کہ وہ زندہ شعرا شہر تھے۔ اور ان کے
بارے میں ہیں۔ ایک جیسا کہ آپ نے یہ کیا کہ اس میں غیہ معروف اور ان کو متاثر کر
ساتھ ایک نیا بلو پینڈی کی شکل ہے۔ آپ نے مشہور معروف اور غیہ مشہور کی تانیں
راہیں رہیں۔ آپ کی تانیں تھیں۔ اس کے پاس تھیں۔ اور آپ نے اس کی تانیں تھیں۔ ان کی تانیں
چھوڑے اور ان کی تانیں تھیں۔ اس کے پاس تھیں۔ اس کے پاس تھیں۔ اس کے پاس تھیں۔ اس کے پاس تھیں۔
لکھے اس لحاظ سے جیسا کہ آپ نے کیا کہ اس میں غیہ معروف اور ان کو متاثر کر
تھیں۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔
اس تانے کی تانیں تھیں۔ اس تانے کی تانیں تھیں۔ اس تانے کی تانیں تھیں۔ اس تانے کی تانیں تھیں۔
تھیں۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔ ان تانوں کو لے کر آئے تھے۔

میں نے کہا ”چند دنوں کے بعد اس کے تانے میں نے غیہ معروف شعرا اور ان کی تانیں
معروف کے ساتھ شامل کر کے انصافی کی ہے۔“

بیدار بخت نے کہا ”یہ درست نہیں۔ میں آپ کو اس تانے کی تانیں (پھر یہ

تاریخ کی طرف میرا دل دھکیلتا ہے اور جب میری تعلیم میں وہ مدت کا دور چلا گیا
 جس کی مدت چار سو سال سے زیادہ تھی۔ اس میں ایک ایسا لمحہ تھا جو مجھ سے پہلے
 میں نے مستور ترین دنوں میں چھپا رکھا تھا۔ یہ تھا کہ ۱۹۶۶ء میں میں نے
 ایک ٹیچر کی تھی جو میری تعلیم سے پہلے ۱۹۶۶ء میں آئی تھی۔ ۱۹۶۶ء میں
 کے لندن میں شادی کی۔ میں نے اپنے والدین سے یہ شادی منگوائی تھی۔ لیکن انھیں معلوم ہو گیا تھا
 کہ یہ باب تم نے احتجاج دینی قاتلوں کے قاتل سے ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ سب کچھ

بینڈ میں بند ہے۔ ۱۹۶۶ء میں آئے۔ یہاں اپنی انہنوں کے ذریعے شادی کی گئی
 باہر شادی ہوئی۔ یہ ۱۹۶۶ء میں تھا جو میری زندگی کا ایک اہم واقعہ تھا۔ یہاں سے
 ایک مسافر کے میں ملی۔ اس کا نام غفری، اور خیر الدین بھی آئے۔ ان کے ساتھ ایک قیوم
 میرے گھر میں رہا۔ انھوں نے شادی کی قیوم کے پاس چاندنی تھی۔ ان کے لیے مرقا توں میں
 شادی اور شخصیت کا یہاں یہ ہو گیا۔ میرے دل میں اس کی شادی کا ایک لمحہ رہا۔ اس کے
 پاس بھی اور میں نے یہ کیا۔ میں نے اس کے ساتھ رہا۔

پیدا ہوا میرے لیے یہاں میں ہو کے قاتلوں نے یہ کیا۔ اس کی شادی ہو گئی
 نہ ہو سکی ہو؟

”جی ہاں! اس نے خواتین میں رہا۔ یہاں تھی۔ میں نہیں جانتی تھی
 کہ وہ شادی کیا تھا۔ لیکن تمہیں نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شادی کے
 وقت یہاں کو بھی لکھا۔ انھوں نے دوسرا افرونی کی طرف دیکھا۔ اس کی شادی کے
 میری خواہش ورنہ ہیٹ گیا۔ یہ دیکھا کہ اس نے خیر الدین سے کہا۔

”آپ کی خواہش میں نے“ اور اسی میں میں نے آپ کی خواہش سے
 پہلی خواہش میں شادی کی تھی۔ یہ آپ کے لئے کافی ہے۔

”خیر الدین“ بیدار کے ہوا کہ وہ اپنی شادی کے لئے نہیں چاہتا تھا
 کہ یہ نظم گفتنی کے قارئین بھی ملاحظہ کریں۔

ہاؤس پلانٹ

یہاں سے اب آئے ہیں

سے لگتے ہیں اگلے

تو جی میں اس کی میری شادی نہیں ہوتی

سے آئے۔ اب اس میں اس کی شادی نہیں ہوتی

میں نے اس سے رشتہ میں چڑھا
جانتے ہو، تم کتنے قسمت والے ہو؟
آندھی، پالے، ڈکھ، بیماری
سب سے ہی محفوظ ہو تم
وقت ضرورت تم کو پانی، کھانا سب مل جاتا ہے
مفت کی توڑا کرتے ہو،
نہیں قاتل، ہے ۔

جیسا کہ بات چیت میں
ہو لا تم بھی میری محرومی سے ناواقف ہو
شیشوں کے اس پار ہوا کی اٹھیلی کو دیکھ کے
میرے جسم کی ہر ہر پور چٹنے لگتی ہے
میری شاخیں شوخ پرندوں کے چھوٹنے کو
رات اور دن ترسا کرتی ہیں
باہر کے چیزوں کو دیکھو
ان میں چڑیاں گھر کرتی ہیں
اور مسافر چھاؤں میں ان کی دم لیتے ہیں
اور میں، میں تو بس اچھا لگتا ہوں

اب میں نے شرمی زندگی سے رابطہ قائم کیا۔ "بیدار ہمارے تھے۔
نیشنل صاحب وراثت کیان سے ماہرین کا رشتہ تھا۔ میں نے پہلے تو شورنامہ میں
لکھا تھا کہ یہ ہندوؤں کی نسبت غم کے لئے میں کا مرنی روح سمیٹی جا سکتی ہے۔ میں نے
دین تارا، محمد مدد قادی، نیشنل مدین عادی، حسن بٹ، نوپاں متل، میر جی، راشد، محمد،
نور، ختم الیہا وغیرہ کے نام سے ترستے ہیں۔ میں نے حبیب الرحمن صاحب کے نام کا
گھر مکتب یا دار اس کا اسمی طور پر لیا ہے۔ (نخن درنخم میں اس کا حوالہ اور تدار
کتاب حبیب الرحمن کے قافلہ میں شامل ہے) نیشنل صاحب کا نام تو مشرق کے محراب تک پہنچ
تھا۔ یہ دن پڑھتے۔ شمس اور منور روتی کا نام ایک، احمد و تاریزی حیثیت رہتا ہے۔ ان تمام
کینیڈا میں ڈاکٹر خالد سکیل، ولی عالم شاہین، طارق حسن اور امجد میں محمد عمر مبین نے اردو زبان
ادب کی خدمت کے لیے ایک مہر و منت ہیں۔

میں نے ان تمام زبانوں کی یہ غایت محنت کی ہے۔ اب میں تمام زبانوں میں
تمام تمام زبانوں کی شاعری کا ترجمہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایک یا بہت سے۔

تھے کہ سب سے اوّل ان کا کلام ایسا کہ ان کا تہمت تھی یا "وہ ترجمے کے نوپا
 نہ تھے، غیب یا ان کی یہ وجہ یہ تھی تھی کہ میرے اپنے "وہ زمانہ حال کے دور کے اپنے ہم
 نہیں پرچہ لکھتے وہ دمری کی میں یہ فی قریں قاتلہ وار پڑھیں گے اور ان تماموں اور انہوں
 کہ ان کی قریں وار علی خزانہ میں۔ ایک بار میں پیکر اختہ الایمان کے گھر قاتلوں نے کہا
 یہ دیکھتے صاحب کی اتنی یہ لکھیں ہیں۔ ان پر کام کرو۔ میں نے ان کا کلام دیکھا۔ وہ نوپا
 وہ میں میرے قریں قاتلہ میں قاتلہ جس کا نام اختہ الایمان تھا، ایسی ایسی قصوں کو پھیرا
 ہے کہ بقول ان کی نظم کے ایک مصرعے کے

کیا جنوں کر گیا شہور ہے ۱۱

ان عنوان سے میں نے ایک مضمون لکھا اور اس کی ثبات جو مرتب کی اس کے آخر میں وہ مضمون شامل کر دیا۔ میں نے اس کی انجوری ٹھوس وثوق کیا۔ خیر الامانات کی شاعری کی عمر ساٹھ سال سے کم نہ تھی۔ ان کا حال یہ تھا کہ اپنے بچھڑے کے یہ کلام جمع کیا اور راشد کو دکھایا۔ راشد نے اسے اس کے قریب کاٹ پیٹ نر نکال پھینکا۔ پھر میرا جی کو دکھایا۔ انہوں نے بھی یہ نہ چاہا کہ جو پچاس ۲۸ یا ۲۹ نظمیں تھیں۔ وہ خود اپنے کلام سے مطمئن نہ ہوتے تو رد کر دیتے۔ انہیں انہی نظمیں کو انہوں نے رد کر دیا تھا۔ بخرون کا بھی یہی حال تھا۔ ایک مجموعہ چھپ چھڑا تھا۔ انہوں نے اسے نام سے چند نظمیں، غزلیں کے اضافے سے شائع ہوا۔ اب اتنی محنت اور خود احتسابی کرنے والے کم رو گئے ہیں۔"

”آپ ارادے مستقبل کے لیے امید ہیں؟“ میرا ٹکا سوال تھا۔

یہ سب باتیں سن کر ان کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ ان کے خیال میں یہ تو کچھ اور ہے۔ ان کے خیال میں یہ تو کچھ اور ہے۔ ان کے خیال میں یہ تو کچھ اور ہے۔

’آپ نے ترے میں کسی سے معاونت لی ہے۔‘

تو یہاں بغیر معذرت کے اپنے کام سے میں مطمئن نہ تھا۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ
میں یہاں پہلے پہل میں سردار جعفری کی ایک ٹیم نورٹو میں ہماری پڑاؤن ستا شائے پڑھی اور پھر ان
کی تاعی کے واسطے سے ہمارے درمیان تھا۔ خیال سوا میں نے جعفری صاحب کی پانچ نظموں
کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ستا شائے سوا نے میں میری مدد کرتی رہی، لیکن عملی تحریری طور پر میرا

پیدا کرتا۔ یہاں کی مرفوس، نحر کی کمان، تپانے والے بعدیہ، Jaegar کے قہقہے
 کے آگے کا سمدھتے سے چھوٹنے کے کھینچنے والے نحر کی "ک" کی پانیسہ "و" کے ٹانگے
 مسدوفیت کی وجہ سے وقت نہیں نکال پاتی تھیں۔ چنانچہ یہی بعد کی معادوں میں "ن" سے وہم
 (Leslie Lavigne) ہیں۔ "نحر میں ن کی شام دھنکی نہیں۔ یہاں چوں کے ساتھ جوہر..."
 خاصا اہم رہا۔

"بیدار آپ تو راہ در نحر میں وہاں ہاؤں پر اتر رہے ہیں۔ اس سے
 "ک" کو پوت "ثابت ہوئے۔"
 "ایسا نہیں ہے۔" بیدار مٹے۔

"آپ یہ کہتی ہیں راہ کے ٹاٹر موت پیدا دیتے ہیں؟" ریا، ترقی رہتی نہیں دیتے۔
 جتنی بچوں کتابیں احسن کے طور پر دے دیتے ہیں۔ چو ٹاٹر، رانی دیتے ہیں وہ میں اس شام
 دے دیتا ہوں جس کا کلام ہوتا ہے۔ راہ شام کی ن کرکے ہاؤں میں جاتی ہیں بہہ کھانے
 "نئے جتنا بعد فوجتہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ "اوب کے ہاؤں کی مدد میں "ا" ہاؤں..."
 اوب پڑھ کر میں یقیناً امیر ہو گیا ہوں۔

بیدار بخت کا چہرے کی عادات کے پانچ ارکان کے "تہ در راہان" دہن و یاد
 سر کے میں جچی میں نرم راہی کی سر میں ہنس رہی تھی "ک" ہاؤں کے مرقی "ک" کے ٹانگے۔
 اتنے جاتے ہاؤں میں فتوہ مند قی کا ثبات ملتی۔ چنانچہ میں "ن" کی "ک" کی کتابوں میں
 ہوئی۔

Dr. Baidar Bakht
 21 White Leaf Crescent
 Scarborough, ONTARIO
 M1V 3G1 CANADA



پروین عاطف

لاہور، پاکستان

ہست ہست انوں کی بات سے دب گئے کسی سے پراپن کا پسند تو سب سے پہلے تھا، مجھے
 - متا دل تھی۔ میں اپنی سدا سے ساتھ ہے آئی، مری۔ آری تھی سڑھلوٹل تھا۔ چنانچہ پرایا کا یہ سہ ہمار
 نہ چا ساقی رہا اور یہاں ساقی کہ میں پڑھتی تھی۔ پڑھیں کی پڑھیں خود ہی یہ تھی کہ وہ خود کو پر حوالی
 رہی۔ میں نے کتاب سمجھا۔ رہیں کہ پڑھیں کی پڑھیں یہاں یہاں (میں سمجھاں فر سسٹہ)
 کے قلم کے یہ ہیں کہ "میں تھی دھرم" کا سوال ہمارے ہمارے۔ وہاں میں چکا گیا کہ پرایا سب پر گیند
 کا لب سے ساتھ میں ہیں۔ پڑھیں یہاں کا لب نے مینہ پڑھیں اور کی تھان کی تھی۔

یہ نچر، چھل یا مٹھ پر۔ یہ دین کو دیکھنے سے بچنے کے لئے ہے۔ چھین موری
 تھی۔ پانے سے بچا رہا تھا۔ اور چھل موری سے اس نے اپنے پیارے نکمہ سے
 وقت بھرتی۔ مونا شام نے تیار کیا۔ اپنے بچوں سے ملنے کے لئے تیار رہی ہے۔ نکمہ کے مجھے پر میں ہا
 اور نہ نامہ "پُر" (یعنی نہ بدوش) جو یا۔ تاب سے جیتے پر پڑا دین کی تصویر دیکھ کر میں پھر
 سب چھین موری۔ تھی پیاری اس سے ملنے والی عورت سے رات بھر کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔ مونا پٹی اس
 تاب سے دیکھتا ہے۔ "مونا" میں نہیں پڑا دین سے نکمہ

مرد کے ذہنی تنگی ہے۔ اسے ذہنی طور پر محنت سہاں جیسے ذہنی محنت کا وقت
 بہت کم ملتا ہے۔ اس کے ذہنی تنگی کی وجہ سے وہ اپنی (appliance) کی طرح
 رہتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے ذہنی طور پر محنت سہاں
 ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر
 محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے
 ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔

مگر میں پروین کے اس جملے سے متفق نہیں ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے وقت کے ساتھ ساتھ
 محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے
 ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔

پروین کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔
 اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی طور پر محنت سہاں ہوتا ہے۔

مہ نچھلا:

حقیقت یہ ہے کہ میں ایک انیسویں صدی کا آدمی ہوں۔ اس لیے میں اس کے
 لیے نہیں ہوں۔ اس لیے میں اس کے لیے نہیں ہوں۔ اس لیے میں اس کے لیے نہیں ہوں۔

[illegible]

فہرستوں و بابوں و حصوں کے تحت درج ذیل مضامین (موضوعات)۔

زمین، راجہ پیر کے مشن کے چیلنجوں، مصائب و مشکلات کے اس کے سامنے تھے۔

تہذیب و تمدن (۱۰۰)

ہم کہتے ہیں شہر کی مٹی ہے پر، توں کے، توں کی شہر کی تمہاریاں ہیں۔ ہات

تے کرتے نہ رہے۔ محراب کے سر پہ جس (ہالے میں غم آگیا)

ایک برس کا وہ بچہ میری طرف سے بڑی محنت کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔

وہ پڑھائی میں جیسوں کے تے مری ٹھوہ بڑھتی ہے اپنی اہل سے جہاں میں

بہارِ انجیل (مسیحیوں پر)۔

تصنيف: ١٩٨٠

میرا اپنی تاثیر ہی کے لئے کہ وہ خاص ترین اوجوں میں نہیں

ہرین کے اس جملے پر مجھے محترمہ بانو قدسیہ کا کہنا یاد آ رہا ہے

یہ دین ایسا اب پیرا مرقع ہے کہ جس سے قہر کی محبت کی جگہ کافی گھریں گے۔

بادوں کے کہیں بھی جوہن برستے ہیں محراب سے نکلے۔

پڑھیں، سب اسے مافوقِ قدریہ آپ نے اسے اس کے مُنتہی ہوئے۔

Mr. PAPER, Mr. AUST,

117 J Model Econ, Lahore, Pakistan



زندگی کو حوصلے دینے گئے
اب سر سے بچتے بڑے ہونے گئے

پروین لاشاری

۶-۱۲-۲۰

پروین لاشاری

لندن، برطانیہ

میں نے اپنی زندگی میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے

میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے
میں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے کئی کتابیں اردو ادب کے لیے

۱۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۲۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۳۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۴۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۵۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۶۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۷۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۸۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۹۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔
 ۱۰۔ ایں فی ان قدرت کے تحت نہیں رہتا۔

[illegible]

یہ دین کے سلسلہ کا مسہد بھی کہتے ہیں۔ ہاں۔ چوں کہ وہ دریدروں دنیا سے ایک ٹھکانہ
ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ اپنے کمال کے علم و حکمت سے فیضان کی بات کیا جاسکتی ہے۔
نورِ دین کی دریدروں کے لئے بھی یہ (۵) جگہوں میں علم سے اپنے دین کے دریدروں کی سہولت
پہنچنے سے چوں کہ یہ براہِ راست ہے جس میں احمدیہ شریعت یا قیامِ دین کے سلسلہ کا ٹھکانہ ہے
بارگاہِ شادی کے بعد چہ دین میں آئیں وہ بی بی بی بی و دیگر اس کے لئے ہیں۔ چنانچہ
کے پرانے بی بی بی بی میں احمدیہ شریعت یا قیامِ دین کے سلسلہ کا ٹھکانہ ہے۔

میں نے پڑھیں کہ پانچواں کلاس کے فسادوں کے موضوعات۔ مضمون پڑھا، تے ہیں پڑھیں۔ تمہیں سے کیا یہ کہ وہاں کے پانچواں کلاس کے ہیں۔ میں نے کلاس کی میں نمونہ پائی ہے میری تخلیقات جن ماحول میں پڑھیں۔ میں میں ان کی تصویریں دیتی ہوں۔ ویسے میرے افسانوں کے زیادہ تر موضوعات یہاں کی زندگی، اس کے مسائل کے آئینہ دار ہیں۔ میں نے یہاں اپنی تہذیب و ادبی قدریں دہرائے ہیں۔ جس طرح یہاں کے مسائل و تہذیب



تجھ کو مانگے مانگے ہوئے ہیں فوہیں سے جنتِ عورت
 آئے دانوں کو تو وہ کسی کی حرا د چنبے ہیں گد

تہذیب محسن علوی

چند سوالاتی جواب

میں تو کچھ جتنی نہیں پائی تھی، مگر اس کوئی وجہ نہیں، کہ سے تاروں میں تو آتا ہے ہی
 کہ جس میں کوئی تاروں میں نہیں ہے، تو یہ کہ سے تاروں میں تو آتا ہے ہی
 میں تو کوئی کوئی یہ کہ سے تاروں میں نہیں ہے، تو یہ کہ سے تاروں میں تو آتا ہے ہی
 کہ سے تاروں میں نہیں ہے، تو یہ کہ سے تاروں میں تو آتا ہے ہی

میں نے ان کے لئے اپنی تمام دولتیں اور تمام جائیدادیں ان کے لئے وقف کر دی ہیں۔

اسپ کے درپے ہمیں اپنی ماحول بن گیا وقت نے مجھ سے یہ سنا یہ کہ میں یہ

نہا یوں تکی محاشہ کے پاس دے گئے ہیں۔ دو سال کے بعد آج میں وہاں پہنچیں گے۔
 اس کے بعد میں نے کہا کہ میں نے اس کو اپنا گھر بنا دیا ہے۔ یہاں عوامی سہولتیں بھی
 فراہم کی گئی ہیں۔ اس کے بعد وہ گھر میں آئے اور میں نے ان کو یہاں کی خوبیاں بتائی
 ہیں۔ انھوں نے یہ کہہ کر اس کے ایک گھر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ گھر ہے۔ وہ یہ کہتے
 ہیں کہ وہ گھر ہے۔ اس کے بعد وہ گھر میں آئے ہیں۔ وہ گھر کے کمرے میں آئے ہیں۔
 ان کے دل میں گھر آئے ہیں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ گھر ہے۔ وہ گھر کے کمرے میں
 آئے ہیں۔ وہ گھر کے کمرے میں آئے ہیں۔ وہ گھر کے کمرے میں آئے ہیں۔

[illegible]

میں نے دریافت کیا کہ میں جس راہ پر آتی ہوں اسے کیا نام رکھوں
آپ نے فرمایا کہ اسے "مہمراں" کہہ دو۔ تمام رشتہ میں یہ آئیہ مہمراں
کہاں سے آئی یہی نام رکھیں گے۔

[illegible]

[illegible]

Mrs. Tabassum Mohsin Alavi,

۱۔ خُش ہے سینے میں شوقِ دہن چرخ ہے مے مکیں میں شوقِ دہن
 ۲۔ کجاں نہ شخص و تاجرانوں کا خدا کے شمعوں کی چاکریوں کا
 ۳۔ یوں دیکھتی ہے شہزادیاں کہ ترپا شہی سب دریں ہے پیرا یہ شہزادے ہیں مہر و ہیرا
 ۴۔ دیکھو تو اُڑتی ہے ہر دمِ مستِ مظلومِ تاجدارِ رت ان تاجداروں کی شہادتِ نامِ خطاں ہے
 ۵۔ اُن جہان کی پاؤں کیوں دیکھتی ہے انشا اللہ

میں ہوں۔ جانتی تھی کہ رشتی کو اردو کے علاوہ عربی، انگریزی اور فارسی پر مکمل عبور حاصل ہے، جس نے
 واپس آ کر سیدین اخبارات میں مقامی اور بین الاقوامی موضوعات پر ۵۵۰ سے بیشتر مضمونات
 لکھیں۔ ان میں سے کئی پر اردو، فارسی اور عربی میں لکھے گئے ہیں۔ انہیں بہت قیمتی مضمونوں سے
 شہرت ملی۔ آپ نے ان تمام مضمونوں میں اردو کے لکھنے سے بہت زیادہ مضمون شائع کیے ہیں جن میں
 ہے۔ آپ نے اردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی اور سنسکرت میں لکھے گئے مضمونوں پر لکھے
 اور لکھنے سے قطعی دل چسپی نہیں ہے۔

ثنی و خدمت کیا۔ ان دنوں امید ہے کہ میں قادیان میں بھی رہوں یا مستقبل کا یہ میں۔
 آپ نے یہاں بڑی سوچا۔ اردو کا شاعر خوب چل چلا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ باب صاحب اردو
 کے بارے میں یہ زبوں ہے ہی ہو اور اچھی جاتی رہے گی۔ آپ کے خیال میں ہمارے بانی کی اس
 معدوم ہو رہی ہے "ہمارے آبادی" ہے۔ "مجھے قادیان اور وہاں نہیں" کہہ کر انہوں نے قادیان کے
 بانی سنبھالے۔ اس بارے میں کہہ سکتے ہیں۔ یہ قادیان کا مرکز ہے جس نے اردو اور
 مستقبل کا یہ ہے۔ میں آئی تجھیں (۵۶) اس بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ اس بارے میں کہہ سکتے ہیں۔
 جو مئی ترقی کر رہے ہیں۔

میں نے اس سے متعلق نہیں سمجھی تھی میں اس سے اس پر ہمت رکھنے سے قیودیت پر تھکا ہوا تھی
اس تک کہ وہ زندہ ہے۔ یہ بھی جی پاتی میں اور اگلے سال میں اسے اپنی بی بی کا یہ سہارا
یہ بھی زندہ ہے۔ شکر رب کا یہاں اس کے پاس ہے۔ وہ اپنے ہم زندہ ہے۔

پہلے چھ اٹھ سال روزگار میں تبدیلی ہے۔ اسے یہ چھ سال کی کہیں سے کہیں
تک میں جو روزگار میں تبدیلی ہے۔ اسے اس کی اصل و شغل سے کہیں سے کہیں

نئی سے پہلے یا رچی نہ کی زبان فی قصہ اور ترقی ہے آپ مراد میں آتی ہے۔

کے دور میں یہ زمینیں نہ صرف ملک میں بلکہ ریاستوں کے درمیان بھی ہوتی تھیں۔ ان کے بارے میں کوئی معلومات نہیں مل سکتی۔
 ان زمینوں کے بارے میں کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ اور پھر حم و ادب کا جو اثر ان قوموں میں بندھنے کا اثر تھا یہ بھی
 نہ صرف ان پر نہیں تھا بلکہ ان کے تمام چھوٹے بڑے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا

بے آپ نے ان قوموں کی قوموں کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ۱۳۔ ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان قوموں کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 سندھ میں ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا

یہ ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 یہ زمینیں ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 یہ زمینیں ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 یہ زمینیں ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا

ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا

ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا
 ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا

ان کے ذوق و شوق کا معیار بنایا۔ ان کے ذوق و شوق کی تہیں کے لئے ان کے ہاتھ بے آپ نے ان قوموں کے ذوق و شوق کا

[illegible]

رحمت کا مین کے امیدوار آیا ہوں

منہ ڈھائیے کفن میں شرمسار آیا ہوں

چلنے سے دیا باور گناہ نے پیدل

تاہوت میں کانڈھوں یہ سوار آیا ہوں

بہت تھیں۔ انھوں نے اس رہائی کی بہت قریب تک نہیں سہیہ روحانی تھی۔

رحمت کا امیدوار ہوں یا رب

از بس کہ خطاوار ہوں یارب

رحمت کا مزدار نہیں ہوں مگر میں

پھر بھی رحمت کا خطاب گار ہوں یا رب

[illegible]

Mr. Mohammad Iqbal Khan

Laila Strom, M.P. 464228 India



ثریا انجم

سائنس دان، امریکہ

ثریا انجم کا نام نہیں ہے آپ کے لیے اتنا جانا پڑا نام، یہ وہ ہے جو آپ کے نام
 کے بھی بھتیجی ہی میں۔ وہ یہ کہ یہ تھی کہ وہ بچے بچے میں سے تھی، انھیں
 وہ ان کا نام میں سے نہیں۔ ساقی:

موت سے پہلے نہیں دتی مانی باقی ہے اس میں نہ تو نام نہ تین وقت یہ میں
 کا منب، نیم شہر، رہا، تو کامیڈ، "رقمیدہ و ریاض" ہائی ہیں، "بہار" و "مست" میں
 تھی ہائی ہیں۔ اس میں سے وہ ہے پہلے ہی قدم پہ آپ نام کے حریت کا ناموں پر وہ ہزار
 ہے آئی ہے، جس کے دھیرے یہ حوصلہ پایا۔ پایا۔

آپ کی مائے خواب جی، دیکھتے آتے آتے۔ اس خواب بھتیجی ہیں، اس
 اپنا متد، محرم، رہا۔ یہ انھوں نے آپ کے بارے میں مجھے بتایا۔ ۱۹۳۲ء میں، وہ کہہ رہے ہیں
 نیمہ کے سے کاہن، مدد، مائیں میں یہ انھوں میں۔ ان کے وہ ان انھوں کے تھے اس کا
 تے تھے، اس وہ سے اس کی نیکی کو بہت نیمہ کی چھائی بدوں پہ اس کا اثر ایک یا
 شہید کی ناموں کے تعلق بھتیجی ہیں۔ اس کے وہ انھوں کے سے آریک یہ وہ ان کے سے

نے دے تھے۔ بارہویں مہینے میں نے اسے ساتھ چھوڑ دیا۔ دست آئے تھے۔ وہاں سے
 وہ اجرات سے قسب رہا۔ شریا کے وہاں کی بات یہ کہ عام تھے۔ خاں باغ میں طلب
 شریا کو دہشتے میں ہی مٹی تھی۔

سینہ بارے میں انہوں نے بتایا۔ میری تعلیم کا آغاز۔ چن میں ہوا۔ میں نے ایک
 پارٹی سکول میں پانچویں تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد نمونہ کالج چھوڑنے کے بعد وہاں سے
 تقسیم بند کے وقت پورا آئے۔ ایف اے میں نے پورا آ کر کیا اور پی اے کے لیے میں نے
 پورا کالج میں داخلہ لیا۔ میرے پاس سب کا مضمون تھا، یونکہ میرے والد کا خیال تھا کہ مسلمان
 طالب علم سائنس جیسے مضمون مضمون کے مجھ سے ہیں اور ریاضی ایک مشکل مضمون ہے۔ طالب علم
 آسان مضمون کے پرغوش رہتے ہیں تاکہ محنت نہ کرنی پڑے، میری خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے
 میری شادی اس زمانے میں ہوئی جب میں بی اے فائنل میں تھی۔ اس طرح ریاضی سے جلد ہی
 جان چھوٹ گئی۔

میرے کالج کی تعلیم کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ مجھ میں تیاری کر کے بی اے پاس کیا اور
 پھر اردو میں ایم اے کیا۔ میرے خاندان آرمی میں تھے۔ ایک دفعہ اچھا کہہ رہا تھا کہ ہوتا ہوا بارہویں چھٹے کا
 دہائی پیدا ہوا۔ چنانچہ میں نے ڈھاکہ کے یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ ڈیڑھ سال انگریزی ڈیپارٹمنٹ کے
 پیرامیٹر کے۔ پھر پورا آ کر پڑا۔ ایسی کی وجہ میرے میاں کی بیماری بھی تھی اور تہ دل بھی تھا جو کہ
 فوجیوں کے لیے بہت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ وہاں سے واپس پر تین سال میرے خاندان بیمار رہ کر
 انتقال کر گئے۔ یہ ۱۹۶۹ء کا زمانہ تھا۔

ب زندہ اس دور میں داخل ہو چکی تھی کہ چھوڑنے کو نہ تو جی چاہتا تھا نہ کہیں سے
 حوصلہ ملا۔ اہل مطالعے کا سلسلہ جاری رہا۔ میں نے ان برسوں میں بہت سنجیدگی سے کتابیں
 پڑھیں۔ جو ابھی کتاب ہاتھ لگ جاتی ہیں اس کا مطالعہ ضرور کرتی۔ یہ بھی اپنی دلچسپی کی وجہ سے۔
 میں نے کسی پرانے کتاب کے تحت نہیں پڑھا۔ نہ ہی میرا افسانہ نگار بننے کا پروگرام تھا۔ پھر ۱۹۸۳ء میں
 جب میں مرید آباد آئی تو مجھ کے قریب دلی لاہوری میری ساتھی بن گئی۔ دوسرا کوئی ملنے والا نہیں
 تھا۔ اس وقت ڈیڑھ ایک تہائی تھی کہ زندگی جیسے ایک غار میں گزر رہی تھی۔ مگر نہ رہی گئی۔ یہ
 اچھا رہا کہ میں نے اپنے آپ کو مصروف رکھا۔ ہر چیز سلینے کی پوری کوشش کی، لیکن چاہت چھو بھی
 کرتے رہو، تنہائی کہیں نہیں جاتی۔

میں نے ایک اتفاق سمجھ میں کیا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں بہائی لکھوں گی۔
 اہل شاعری کا شوق ہمیشہ ہی رہا لیکن وہ بھی باقاعدہ نہیں ہوئی اور اتفاق یہ ہوا کہ ایک بار میں
 اپنے بڑے بیٹے کے گھر گئی۔ وہاں اس نے مجھے اس انجیل سے شائع ہونے والا ہفت روزہ
 پڑھا۔ "نہ لاکر دیا۔ میں نے اس میں ایک کہانی پڑھی تب میرے دل میں خیال آیا کہ میں

۔ میں بھی بہن بھائیوں کے ساتھ رہا۔ میں نے مجھے دوسرا دیا۔ میں نے سوچا کہ یہ کیا
 یہ ایک دکان ہے جس میں کچھ جیسے کچھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے اس وقت ہتھیار بھی وہاں سے
 یہ وہی دکان ہے۔ میں نے وہاں سے کچھ دیکھا۔ میں نے اس وقت سے اس وقت سے
 یہ کچھ دیکھا۔ پھر دکان کے بعد میں نے اس وقت سے اس وقت سے
 تے بتایا کہ کہانی چھپ گئی ہے۔ اور اسے جسے لکھنا تھا اس نے اس وقت سے اس وقت سے
 ہاں۔ اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے

اور اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اور اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے

شاید اس کی وجہ یہ بھی رہی ہو کہ مجھے لگتا ہے کہ میں نے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے

پھر اس کے بعد میں نے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے

میں نے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے
 اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے اس وقت سے

میں نے ان کو اپنے رعبہ میں رہنے پر مجبور کیا تھا۔ ان کے راجہ نے ان میں سے
 سب کو موتی دے دیے تھے۔ ان پر تارے لگائے گئے تھے۔ ان کی عسکرانہی کے لئے ہتھیار
 بھی دیے گئے۔ ان کو دس سال کی عمر تک رہنے کے لئے چھ سو سال کا گھومنا پڑا تھا۔

یہ وہی وہی کہانی ہے۔ میری دوسری کتاب بھی اس سے جلد شائع ہوئی۔
 میرے لئے وہی وہی کہانی ہے۔ اس کے بارے میں میں نے یہ

دوسری کتاب لکھی ہے۔ (The widow of Ephesus) اس کا نام
 میں نے وہی ہی رکھا ہے۔ یہ دوسری کہانی پر کتاب میں شائع ہو چکی ہے۔
 قریباً اسی زبان و ادب کے حوالے سے ایک سال کے جواب میں

”دو زبان اور اس کا ادب“ کہی ہے۔ کہانی ”ارباب قدرتی کا ٹکڑا ہے۔ نئی پوری“
 ”اب سے مکمل طور پر اب ہم رہتے ہیں۔ اس میں ترجیحات کا ہر مسئلہ ہے۔ اب وہی وہی اور
 ہمیں اسی زبان پر لکھتے ہیں۔ مسودہ اس قدر ہے کہ ایک مٹا کر دے دیا جاتا ہے۔
 یہ وہی وہی کہانی ہے۔ یہ کہانی سنو سنو کے بارے میں ہے۔
 ہم پر کی اب اس زبان میں جیتے ہیں۔ یہ نچے اردو زبان و ادب و علم و مقبولیت کا ہر موڑ سے
 چائے کے یہ آٹن کے ادب و جی زندگی کے ساتھ چھٹا ہوا۔ اس وقت کا ایک کتاب ہے۔ اب
 آج کی بات ہے۔ اب وہی وہی کہانی ہے۔ اس میں ہر زبان میں۔ اگر ہم اپنے
 ملک کی بات کریں تو اس میں خودی کے ساتھ ہے۔ اس کے لئے وہی وہی کہانی ہے۔
 اس کا ادب ہم لکھتے ہیں۔ جو کہ جیتے ہیں۔ اب بھی کتاب کہیں خریدتے ہیں۔ ایک
 اور اس کے ساتھ جیتے ہیں۔ جو کہ اس کے ساتھ ہے۔ اب وہی وہی کہانی ہے۔ خرید کر
 جیتی ہیں۔ اس کتاب پر خرچ کرتے ہیں۔ انہیں نہیں دیتے۔ ہمارے ملک کے حالات کو دیکھتے
 ہوئے یہ ضروری ہے کہ

(۱) قلم ملک میں سامراج و سیاست اور گاہوں میں اس کے کھولے جا میں اور تعلیم
 عام کی جائے۔

(ب) سب کے حساب میں تبدیلی کی جائے۔ ایسا حساب رکھا جائے جس سے
 پڑھنے والوں کو اب سے بھی انہیں پیر ہو۔

(ن) اس کے ساتھ ساتھ جیتی جیتی ہیں۔ ان کے ساتھ ایڈیشن شائع کی جائیں۔
 (۱) اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 روشناس کرایا جائے۔

یہ آپ سے سنا ہے کہ آپ نے ہندو اور بون ہے
 پتا آپ تو یہ ہیں کہ نام یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ آپ
 میں ارشاد پندرہ سو بیس، تندرہ قوی، تندرہ سس، عادت سس میں لیتے،
 ہیں جن کا نام پیش رہا ہے۔ میں نے اس کی بات کر رہی ہوں۔ خوشی پریم چند کی بعض
 کہانیاں ہیں جو میرے رندوں میں ہیں۔ خواتین میں تو انہیں گویاں پر یہ کہتے تھے قدرت حاصل
 ہے۔

میں جانتی ہوں کہ میں ارشاد پندرہ سو بیس قوی تھی۔ اس کی کہانیوں میں حقیقت اور
 تخیل کا میل ہوا ہے خوب جدا معلوم ہوتا تھا۔ یہ کہانیوں کی شہادت اور تہذیب کا
 باعث بن گیا تھا۔ بعد کی کہانیوں میں تبدیلی آئی تھی۔ ان کی کہانیوں کی خاص خوبی شدت کا اثر
 ہے جبکہ رندوں کی یہاں عورت کے مختلف روپ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ راجندر سنگھ بڑے
 دیکھنے والے ہیں حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے اور قاری کے سامنے زندگی کے درد اور دکھ کا حقائق
 پیش کرتا ہے۔ میں جس طرح ارشاد پندرہ سے متاثر ہوئی تھی اس طرح مغرب کے لکھنے والوں میں
 کائناتی چیخوف، دوستوفسکی، کی موپاساں اور کافکا میرے خیالات پر بہت اثر انداز ہوئے۔ میں
 نے اس کے بار ناموں و بہت اس کا اثر پڑھا۔ میرے پاس بہت وقت ہوتا تھا اور دوسرے وقت سے
 کا بھی مجھے بے حد شوق ہے۔ چیخوف تو مختصر کہانیوں (Short Stories) کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔
 کائناتی بہت عظیم مینے والا ہے۔ کا کا علامت نگاری کے باوجود واقعات اور حقائق کو کمال تفصیل
 سے پیش کرتا ہے۔ وہ ایک اور جنس تخلیق کار ہے اور ایک زبردست راہنما (Craftsman)
 ہے۔ اور قاری کے اس بات کی توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی کہانیاں پڑھ کر زندگی کی تفہیم بہتر طور پر
 کر لیں۔ اس کی کہانیوں میں وہ خود اور مکمل اپنے ساتھ ساتھ آتا ہے۔

بازو قدسیہ بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں۔ دنیا کی بازو کو میں نے پڑھا نہیں مگر سب سے کہ وہ
 بہت اچھا مینے، اس میں سے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہیں میں نے پڑھا ہے۔ پڑھنا اور پڑھتے رہنا
 میرا مشن ہے۔

Suraiya Inam
 3670, Ralston Avenue
 Hill Sbrough, CA94010 USA.
 PAKISTAN:
 Block No 2 Street No. 133
 Defence Society LAHORE CANTT
 LAHORE PAKISTAN



مقولہ: سادہ اسٹنڈیاں چھاواں
جامعہ لٹریچر

جاوید اختر پاشا

نیویارک، امریکہ

رشتی میں بھی ابھی ایک دن بھی مل جاتی ہے کہ جو چھوٹے "پارٹ" بنائے "درس" سے
چھوٹے وہ "اکسیر" ہو ہی جائے۔

یہ ہمدردی کے نغمے اس وقت بھی یاد میں ہے جاوید پاشا کے "درس" کے نمونے
"انتداب آفرین" میں جناب محمد مصطفیٰ عید و احسن ذیل آفرین پڑھیں۔

"ایک بزرگ و برتر کا مہمان تھا کہ ایک مہمان و صاحبِ عدا کے بغیر ہوا کھانا نہ کھاتے۔ ان دنوں میں
آتا تو کھانا کھولتا ہے۔ ایک روز وہ ایک مہمان و صاحبِ عدا کے جس کے خوب یہ سونے کا پتھر لگا ہوا
کے پیچہ نہ تو اسم اللہ پڑھی ورنہ بعد میں رب کا شکر ادا کیا۔ بزرگ کا مہمانوں کو یہ پتہ نہ معلوم ہوا
مہمانانِ نہ تھا کہ انہیں دیکھ ہوا کہ یہی صاحبِ عدا تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے کام دیا۔ اس کے بعد اس
ان شاعر نے اس سے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ہی بار میں پریشان ہو گئے۔"

جناب مصطفیٰ عید و مرحوم ہیں۔ ان کا دوشیزا دو دو مسکراتے ہاتھ رہیں، اپنے
تھے۔ ایسا کس مرحوم سے ہو سکتا ہے۔ ان کی شہرہ گامی مریضوں کے رہی، ان کی اس کا سبب
رہا ہر شہر پر جو سال بھر ان کا جو بے نیامی سے اپنے پرکار ہوا ہوا ہے۔ ان کے قافلے ان کے ہاں

نہیں ہے بلکہ (1) (2) (3) (4) (5) (6) (7) (8) (9) (10) (11) (12) (13) (14) (15) (16) (17) (18) (19) (20) (21) (22) (23) (24) (25) (26) (27) (28) (29) (30) (31) (32) (33) (34) (35) (36) (37) (38) (39) (40) (41) (42) (43) (44) (45) (46) (47) (48) (49) (50) (51) (52) (53) (54) (55) (56) (57) (58) (59) (60) (61) (62) (63) (64) (65) (66) (67) (68) (69) (70) (71) (72) (73) (74) (75) (76) (77) (78) (79) (80) (81) (82) (83) (84) (85) (86) (87) (88) (89) (90) (91) (92) (93) (94) (95) (96) (97) (98) (99) (100) (101) (102) (103) (104) (105) (106) (107) (108) (109) (110) (111) (112) (113) (114) (115) (116) (117) (118) (119) (120) (121) (122) (123) (124) (125) (126) (127) (128) (129) (130) (131) (132) (133) (134) (135) (136) (137) (138) (139) (140) (141) (142) (143) (144) (145) (146) (147) (148) (149) (150) (151) (152) (153) (154) (155) (156) (157) (158) (159) (160) (161) (162) (163) (164) (165) (166) (167) (168) (169) (170) (171) (172) (173) (174) (175) (176) (177) (178) (179) (180) (181) (182) (183) (184) (185) (186) (187) (188) (189) (190) (191) (192) (193) (194) (195) (196) (197) (198) (199) (200) (201) (202) (203) (204) (205) (206) (207) (208) (209) (210) (211) (212) (213) (214) (215) (216) (217) (218) (219) (220) (221) (222) (223) (224) (225) (226) (227) (228) (229) (230) (231) (232) (233) (234) (235) (236) (237) (238) (239) (240) (241) (242) (243) (244) (245) (246) (247) (248) (249) (250) (251) (252) (253) (254) (255) (256) (257) (258) (259) (260) (261) (262) (263) (264) (265) (266) (267) (268) (269) (270) (271) (272) (273) (274) (275) (276) (277) (278) (279) (280) (281) (282) (283) (284) (285) (286) (287) (288) (289) (290) (291) (292) (293) (294) (295) (296) (297) (298) (299) (300) (301) (302) (303) (304) (305) (306) (307) (308) (309) (310) (311) (312) (313) (314) (315) (316) (317) (318) (319) (320) (321) (322) (323) (324) (325) (326) (327) (328) (329) (330) (331) (332) (333) (334) (335) (336) (337) (338) (339) (340) (341) (342) (343) (344) (345) (346) (347) (348) (349) (350) (351) (352) (353) (354) (355) (356) (357) (358) (359) (360) (361) (362) (363) (364) (365) (366) (367) (368) (369) (370) (371) (372) (373) (374) (375) (376) (377) (378) (379) (380) (381) (382) (383) (384) (385) (386) (387) (388) (389) (390) (391) (392) (393) (394) (395) (396) (397) (398) (399) (400) (401) (402) (403) (404) (405) (406) (407) (408) (409) (410) (411) (412) (413) (414) (415) (416) (417) (418) (419) (420) (421) (422) (423) (424) (425) (426) (427) (428) (429) (430) (431) (432) (433) (434) (435) (436) (437) (438) (439) (440) (441) (442) (443) (444) (445) (446) (447) (448) (449) (450) (451) (452) (453) (454) (455) (456) (457) (458) (459) (460) (461) (462) (463) (464) (465) (466) (467) (468) (469) (470) (471) (472) (473) (474) (475) (476) (477) (478) (479) (480) (481) (482) (483) (484) (485) (486) (487) (488) (489) (490) (491) (492) (493) (494) (495) (496) (497) (498) (499) (500) (501) (502) (503) (504) (505) (506) (507) (508) (509) (510) (511) (512) (513) (514) (515) (516) (517) (518) (519) (520) (521) (522) (523) (524) (525) (526) (527) (528) (529) (530) (531) (532) (533) (534) (535) (536) (537) (538) (539) (540) (541) (542) (543) (544) (545) (546) (547) (548) (549) (550) (551) (552) (553) (554) (555) (556) (557) (558) (559) (560) (561) (562) (563) (564) (565) (566) (567) (568) (569) (570) (571) (572) (573) (574) (575) (576) (577) (578) (579) (580) (581) (582) (583) (584) (585) (586) (587) (588) (589) (590) (591) (592) (593) (594) (595) (596) (597) (598) (599) (600) (601) (602) (603) (604) (605) (606) (607) (608) (609) (610) (611) (612) (613) (614) (615) (616) (617) (618) (619) (620) (621) (622) (623) (624) (625) (626) (627) (628) (629) (630) (631) (632) (633) (634) (635) (636) (637) (638) (639) (640) (641) (642) (643) (644) (645) (646) (647) (648) (649) (650) (651) (652) (653) (654) (655) (656) (657) (658) (659) (660) (661) (662) (663) (664) (665) (666) (667) (668) (669) (670) (671) (672) (673) (674) (675) (676) (677) (678) (679) (680) (681) (682) (683) (684) (685) (686) (687) (688) (689) (690) (691) (692) (693) (694) (695) (696) (697) (698) (699) (700) (701) (702) (703) (704) (705) (706) (707) (708) (709) (710) (711) (712) (713) (714) (715) (716) (717) (718) (719) (720) (721) (722) (723) (724) (725) (726) (727) (728) (729) (730) (731) (732) (733) (734) (735) (736) (737) (738) (739) (740) (741) (742) (743) (744) (745) (746) (747) (748) (749) (750) (751) (752) (753) (754) (755) (756) (757) (758) (759) (760) (761) (762) (763) (764) (765) (766) (767) (768) (769) (770) (771) (772) (773) (774) (775) (776) (777) (778) (779) (780) (781) (782) (783) (784) (785) (786) (787) (788) (789) (790) (791) (792) (793) (794) (795) (796) (797) (798) (799) (800) (801) (802) (803) (804) (805) (806) (807) (808) (809) (810) (811) (812) (813) (814) (815) (816) (817) (818) (819) (820) (821) (822) (823) (824) (825) (826) (827) (828) (829) (830) (831) (832) (833) (834) (835) (836) (837) (838) (839) (

[illegible]

کے لیے۔ چوں کہ گھوڑا گھینے پر م (نہیں یہی) اور سیاہی مٹھو سے نہتہ درناؤ یا تو اس
 پر دیا ہے) اور گھوڑا ق (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے) یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے)
 نہتہ سے نہتہ یہ گھوڑا یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے) یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے)
 یہ گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے) یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے) یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے)
 یہ گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے) یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے) یا گھوڑا (مٹھو سے نہتہ درناؤ سے)

انہوں نے بچہ ایبوں کو دھند سے نکال کر دیکھا۔ ان دنوں وہ اتنی بڑی تھیں کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی ہو کر باہر کی طرف دیکھ سکتی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑا بڑا گھر ہے۔ انہوں نے کہا: ”وہ گھر کونسا ہے؟“

[illegible]



میوش مندی یہ بچے دیکھ حقیقت کو اتیر
دلِ نادان یہ بچے رہنے دے خوابوں کا اسیر
سید جعفر امیر
دارالکتور مجتہد

سید جعفر امیر

امریکیو نیٹس، امریکہ

دن دن کے لیے ضروری ہے کہ ایسے اورب و تمام بچے ہوتے ہیں جو نہ صرف وقت
وقت و رات کی نگاہی میں بدلنا نہایت مشکل و انتہائی دشوار ہے۔ یہاں
وقت میں تقویم کی وجہ سے ہم بچے کے ہاں ہر روز کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ
روانہ زندگی میں مصروف آسانی اور سہولت حاصل کی جاتی ہے۔ یہاں پر انگریز
نصیحت کا خیال آتا ہے۔ سید جعفر امیر نے یہی اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ انسانی
اور مخصوص حالت پر تعارفی کتاب میں جن باتوں میں ہم نے بیان کیا ہے ان کی
مراد یہ ہے کہ تخلیقات کی وجہ ان کے ابتدائی زندگی کے حالات پر ان کے بعد
انسانی زندگی کے لیے ان کے لیے یہ کتاب بہت ہی مفید ہے۔

یہ پہلی کتاب ہے جو ہم نے پڑھی ہے۔ یہ کتاب ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہے۔
یہ کتاب ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہمیں ان باتوں کو یاد رکھنا ہے جو ہمیں
کے والد سید منظور حسین رضوی مرحوم جن کا آج بھی ہر وقت ہر جگہ ہر جگہ
ہر جگہ یاد رکھنا ہے۔ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ ہمیں ان باتوں کو یاد رکھنا ہے

ستارے شخص کے نام پر یہ رونے لگا۔ وہ میں بھی ترس گیا اور جوش میں آگئی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔
 آواز میں غماز سے زیادہ غمناک ہے۔ یہ چاہتا ہے۔ چند مشائخ اس سے کہتے ہیں۔
 آواز میں غمناک اور آواز اور ترجمہ کے اصول جو اس کتاب میں استعمال ہوئے ہیں۔
 مثال نمبر (۱)

I have grown away from the world what have these rises to
 do with me

منظوم آزاد ترجمہ:

فراق یا دوری میں رزمیہ بات سے جہاں رندوں سے غمناک ہے۔ اور انہیں
 غمناک تر ہے۔ یہ "اس دنیا سے یہ" ہے۔ اس آواز میں (تو) کے لئے یہ غمناک
 مثال نمبر (۲)

THESE THOUGHTS TORMENT ME IN INFINITE DETAIL
 AND TEARS FALL AS THE DROPS OF RAIN

منظوم آزاد ترجمہ:

یہ قدر مجھ کو تارتے ہیں غمناک ہے۔ اس آواز میں غمناک ہے۔
 غمناک تر ہے۔ یہ خیالات مجھ کو بہت پریشان کرتے ہیں اور یہ کہ اس آواز میں غمناک ہے۔
 مثال نمبر (۳) کا غمناک ہے:

* The Eighth Year of Tenryaku (954)

SHALL not touch upon the frivolous love notes I had
 received from time to time. Now the Prince was beginning
 to send messages. Most men would have gone through a
 suitable intermediary, a lady in waiting perhaps, but he went
 directly to my father with hints, possibly half joking at first
 that he would like to marry me. and even after I had
 indicated how inappropriate I found the idea he sent a
 mounted messenger to pound on my gate. I scarcely
 needed to ask who it was. With the house in an uproar I
 finally had to take the message though I would have
 preferred to refuse it. My women only became noisier

[illegible][illegible]

یہ سب سے بڑا ٹیکس ہے۔ یہ ملک کی آمدنی کا نصف سے زائد حصہ دیتا ہے۔
اس کے علاوہ دیگر ٹیکس بھی ہیں جن میں سے ایک زمین پر ٹیکس ہے۔ یہ زمین پر
ملک کی آمدنی کا نصف سے زائد حصہ دیتا ہے۔

"آمد سر" کے معنی ملاحظہ ہوں۔

$\frac{d}{dt} \left(\frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$

[illegible]

کہ جیسے قوس قزح پھیل کر بکھر جائے
علائی کوٹ سی دامن میں جیسے لہرائے

ہے رقصِ رنگِ فجرِ بادلوں کی چار۔
میں ہیں سرخ، کہیں زرد، اور کہیں اہ۔

1. $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$
 2. $\frac{1}{2} \times \frac{1}{4} = \frac{1}{8}$
 3. $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4} = \frac{1}{16}$
 4. $\frac{1}{4} \times \frac{1}{8} = \frac{1}{32}$
 5. $\frac{1}{8} \times \frac{1}{8} = \frac{1}{64}$
 6. $\frac{1}{8} \times \frac{1}{16} = \frac{1}{128}$
 7. $\frac{1}{16} \times \frac{1}{16} = \frac{1}{256}$
 8. $\frac{1}{16} \times \frac{1}{32} = \frac{1}{512}$
 9. $\frac{1}{32} \times \frac{1}{32} = \frac{1}{1024}$
 10. $\frac{1}{32} \times \frac{1}{64} = \frac{1}{2048}$
 11. $\frac{1}{64} \times \frac{1}{64} = \frac{1}{4096}$
 12. $\frac{1}{64} \times \frac{1}{128} = \frac{1}{8192}$
 13. $\frac{1}{128} \times \frac{1}{128} = \frac{1}{16384}$
 14. $\frac{1}{128} \times \frac{1}{256} = \frac{1}{32768}$
 15. $\frac{1}{256} \times \frac{1}{256} = \frac{1}{65536}$
 16. $\frac{1}{256} \times \frac{1}{512} = \frac{1}{131072}$
 17. $\frac{1}{512} \times \frac{1}{512} = \frac{1}{262144}$
 18. $\frac{1}{512} \times \frac{1}{1024} = \frac{1}{524288}$
 19. $\frac{1}{1024} \times \frac{1}{1024} = \frac{1}{1048576}$
 20. $\frac{1}{1024} \times \frac{1}{2048} = \frac{1}{2097152}$
 21. $\frac{1}{2048} \times \frac{1}{2048} = \frac{1}{4194304}$
 22. $\frac{1}{2048} \times \frac{1}{4096} = \frac{1}{8388608}$
 23. $\frac{1}{4096} \times \frac{1}{4096} = \frac{1}{16777216}$
 24. $\frac{1}{4096} \times \frac{1}{8192} = \frac{1}{33554432}$
 25. $\frac{1}{8192} \times \frac{1}{8192} = \frac{1}{67108864}$
 26. $\frac{1}{8192} \times \frac{1}{16384} = \frac{1}{134217728}$
 27. $\frac{1}{16384} \times \frac{1}{16384} = \frac{1}{268435456}$
 28. $\frac{1}{16384} \times \frac{1}{32768} = \frac{1}{536870912}$
 29. $\frac{1}{32768} \times \frac{1}{32768} = \frac{1}{1073741824}$
 30. $\frac{1}{32768} \times \frac{1}{65536} = \frac{1}{2147483648}$
 31. $\frac{1}{65536} \times \frac{1}{65536} = \frac{1}{4294967296}$
 32. $\frac{1}{65536} \times \frac{1}{131072} = \frac{1}{8589934592}$
 33. $\frac{1}{131072} \times \frac{1}{131072} = \frac{1}{17179869184}$
 34. $\frac{1}{131072} \times \frac{1}{262144} = \frac{1}{34359738368}$
 35. $\frac{1}{262144} \times \frac{1}{262144} = \frac{1}{68719476736}$
 36. $\frac{1}{262144} \times \frac{1}{524288} = \frac{1}{137438953472}$
 37. $\frac{1}{524288} \times \frac{1}{524288} = \frac{1}{274877906944}$
 38. $\frac{1}{524288} \times \frac{1}{1048576} = \frac{1}{549755813888}$
 39. $\frac{1}{1048576} \times \frac{1}{1048576} = \frac{1}{1099511627776}$
 40. $\frac{1}{1048576} \times \frac{1}{2097152} = \frac{1}{2199023255552}$
 41. $\frac{1}{2097152} \times \frac{1}{2097152} = \frac{1}{4398046511104}$
 42. $\frac{1}{2097152} \times \frac{1}{4194304} = \frac{1}{8796093022208}$
 43. $\frac{1}{4194304} \times \frac{1}{4194304} = \frac{1}{17592186044416}$
 44. $\frac{1}{4194304} \times \frac{1}{8388608} = \frac{1}{35184372088832}$
 45. $\frac{1}{8388608} \times \frac{1}{8388608} = \frac{1}{70368744177664}$
 46. $\frac{1}{8388608} \times \frac{1}{16777216} = \frac{1}{140737488355328}$
 47. $\frac{1}{16777216} \times \frac{1}{16777216} = \frac{1}{281474976710656}$
 48. $\frac{1}{16777216} \times \frac{1}{33554432} = \frac{1}{562949953421312}$
 49. $\frac{1}{33554432} \times \frac{1}{33554432} = \frac{1}{1125899906842624}$
 50. $\frac{1}{33554432} \times \frac{1}{67108864} = \frac{1}{2251799813685248}$
 51. $\frac{1}{67108864} \times \frac{1}{67108864} = \frac{1}{4503599627370496}$
 52. $\frac{1}{67108864} \times \frac{1}{134217728} = \frac{1}{9007199254740992}$
 53. $\frac{1}{134217728} \times \frac{1}{134217728} = \frac{1}{18014398509481984}$
 54. $\frac{1}{134217728} \times \frac{1}{268435456} = \frac{1}{36028797018963968}$
 55. $\frac{1}{268435456} \times \frac{1}{268435456} = \frac{1}{72057594037927936}$
 56. $\frac{1}{268435456} \times \frac{1}{536870912} = \frac{1}{144115188075855872}$
 57. $\frac{1}{536870912} \times \frac{1}{536870912} = \frac{1}{288230376151711744}$
 58. $\frac{1}{536870912} \times \frac{1}{1073741824} = \frac{1}{576460752303423488}$
 59. $\frac{1}{1073741824} \times \frac{1}{1073741824} = \frac{1}{1152921504606846976}$
 60. $\frac{1}{1073741824} \times \frac{1}{2147483648} = \frac{1}{2305843009213693952}$
 61. $\frac{1}{2147483648} \times \frac{1}{2147483648} = \frac{1}{4611686018427387904}$
 62. $\frac{1}{2147483648} \times \frac{1}{4294967296} = \frac{1}{9223372036854775808}$
 63. $\frac{1}{4294967296} \times \frac{1}{4294967296} = \frac{1}{18446744073709551616}$
 64. $\frac{1}{4294967296} \times \frac{1}{8589934592} = \frac{1}{36893488147419103232}$
 65. $\frac{1}{8589934592} \times \frac{1}{8589934592} = \frac{1}{73786976294838206464}$
 66. $\frac{1}{8589934592} \times \frac{1}{16777216} = \frac{1}{147573952589676412928}$
 67. $\frac{1}{16777216} \times \frac{1}{16777216} = \frac{1}{295147905179352825856}$
 68. $\frac{1}{16777216} \times \frac{1}{33554432} = \frac{1}{590295810358705651712}$
 69. $\frac{1}{33554432} \times \frac{1}{33554432} = \frac{1}{1180591620717411303424}$
 70. $\frac{1}{33554432} \times \frac{1}{67108864} = \frac{1}{2361183241434822606848}$
 71. $\frac{1}{67108864} \times \frac{1}{67108864} = \frac{1}{4722366482869645213696}$
 72. $\frac{1}{67108864} \times \frac{1}{134217728} = \frac{1}{9444732965739290427392}$
 73. $\frac{1}{134217728} \times \frac{1}{$

[illegible]

$\frac{d}{dt} \left(\frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$

$\frac{1}{\sqrt{\pi}} \int_{-\infty}^{\infty} f(x) e^{-x^2} dx = \frac{1}{\sqrt{\pi}}$



اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ
 اس کی زندگی کا یہ سلسلہ
 جو کہ اس کی زندگی کا یہ سلسلہ
 جو کہ اس کی زندگی کا یہ سلسلہ
 جو کہ اس کی زندگی کا یہ سلسلہ

ڈاکٹر جمال الدین جمال

کیلیفورنیا، امریکہ

یہ ایک منجانب مریضوں میں وائٹ جمال الدین صاحب۔ ہمیشہ مشاغل کام میں ہوتے ہیں۔
 اوریت سے سونے سے فارت برآمد ہے۔ خوبی کی یہ بھی ہے کہ فنی تعلیم ان کی اکیلی بی بی ہے۔
 امریکہ کے اسپینٹسٹ میں پیشہ بھی یہ ہی ہے مگر رغبت اور ہشتی اردو شاعری کے عارف اور ان سے
 ہے۔ اور ان کی مضمون پرانی مفید اور مستند کتاب لکھی ہیں۔

یہ تار سے عین شاعر ناصر خان ناصر کے متا ہیں۔ یا یوں کہیں کہ ناصر خان نے اورینڈ
 وزیر (مرید) میں بیٹھ کر بھی وائٹ جمال الدین کے قدموں میں بیٹھے بیٹھے ہیں تو یہ ناصر خان کے
 مقدر کا عروج ہے اور ان کے کردار کی حسن و خوبی بھی۔

ڈاکٹر جمال الدین نے اپنی عمر کا ایک نہایت قیمتی حصہ اردو ادب کے سرمایے میں اضافے
 کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اب وہ امریکی اس منزل پر ہیں کہ جہاں آرام و فراخ و غنہ وری ہوتا ہے مگر وائٹ
 جمال پھر نہ پھرتے رہنے کے قابل ہیں۔ ابھی حال ہی میں اردو عارف اور اردو شاعری میں مروجہ
 اور ان پر ایک نئے کتاب شائع ہوئی ہے۔

وائٹ جمال الدین ۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء کے دن موضع سہرپاں گلہ تھانہ کلیہ میں تحصیل

موسم شیعہ پوشیا پر پنجاب (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ انیس اردو کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی،
 تھریری، ہسپانوی اور سبھی زبانیں پڑھنے کی حد تک سیکھیں۔ ان کے پاس کئی کئی
 کے مضمین ہمیشہ سے عربی، ریاضی اور فلسفے کے فنی تعلیم کے لیے اپنی اپنی کتابیں ۱۹۴۰ء میں یا
 میرے اسپیشلسٹ (ڈی ایچ آر) کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے بارہا ہسپتال اور میں ریڈیو
 تعمیر پست کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، اور طبیب شعبہ مستثنیٰ از جرمہ معتمد (سعودی عرب)
 میں بھی رہے۔

ڈاکٹر جمال نے بتایا کہ ان کی "بی زندگی کا آغاز یف ایس سی کی تعمیر کے دوران ہوا۔ اور
 کے رہائے گا۔" میں نے اسے اپنے پیہم نمائین و چند مسکراتے ہوئے۔ ڈاکٹر جمال شہر میں تھے
 تھے، وہ بی بی، انوں زبانوں میں لکھتے ہیں۔

نئی کتاب میں انہوں نے "اردو شاعری میں مروجہ اوزار" کے عنوان سے تین سو سالہ اردو
 شاعری میں سے ۶۰ (۱۰۰) شاعری کی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک ہے۔ یہ کتاب میسرز کاشرین لاہور سے
 شائع ہوئی ہوئی ہے۔

۱۰۔ "نئی کتاب" "تعمیر عربی" کے جس میں عربی و فارسی اور عربی کے عربی پرانی
 کے "مجموعہ فراموشی کی ہے۔ یہ کتاب بھی میسرز کاشرین لاہور سے شائع
 کی ہے۔ ڈاکٹر جمال نے اپنی "۳۰۰ کے تھریری میں صدی کی کتاب مانی تین زبانوں کی
 تائیں۔ عربی میں سے ایذا، بچوں کی تعلیمات پر مبنی تھیں۔

نیمہ شہید جمال کے انتقال کے بعد ان کی اولاد اپنی تالیفات (۱) پارتی - عربی و
 داتا ۱۹۴۰ء سے ۱۹۹۰ء تک اور (۱۱) پارتی - عربی و عربی ۱۹۴۰ء تک شائع ہوئی
 تھیں۔ اردو ان کے لیے بی بی ایس کے "Lipprints and The Treatment of
 جمابہ، فیہرے کے توفیق کے انتقال کے بعد کتاب بھی ہے جو عربی کتاب "شاعری کے
 ایک سو مانی" انارکلی لاہور پستان کے شاعر کی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے نمائین کا "اردو اور
 پنجابی کلام کا مجموعہ زیر طبع ہے۔

گو ماگوں خصوصیات کے مالک ڈاکٹر جمال سے میں نے پوچھا کہ ان کی روپ بندی
 آپ بھی شکار ہوئے یا نہیں؟

انہوں نے غمخیز کر بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں کہا

"انہوں کی روپ بندی ہمیشہ سے رہی ہے۔ چاروں کے مخصوص میں علامہ مروت کے انہوں
 میں پائی جاتی ہے۔ اس روپ بندی سے زبان و لب کو صرف تقصیر ہی نہیں بلکہ پوری مدد ملتی ہے۔
 یہاں کہ اس سے مسابقت کی فضا پیدا ہوتی ہے اور انہیں آگے بڑھنے کی توجہ ملتی ہے۔ اس کے
 اس میں جو محسوس نہیں ہوتا۔"

۔۔۔ صاحب نیات کے ہاں سے جواب میں تھا

میں نے بھی ایسا محسوس نہیں کیا کہ میں اردو ادب کو اپنا کر شہرت اور مالی اعتبار سے
 نامور رہا ہوں۔ یہاں کہ میں نے ادب کو پیشہ نہیں بنایا اس لئے مالی اعتبار سے اس میں پیدا
 نہیں ہوتا۔ اور یہ برعکس غریبی یا غریبی میں نہایت تو بھی مالی اعتبار سے صورت حال چھوٹکتی نہ ہوتی۔
 مالی منفعت تو صرف ٹھیکریوں میں ملنے میں ہے اور میں ٹھیکریاں نہ تھی تاہم واقعی انگریزی نہیں جانتا۔ علم
 عربی میں بہت کم تھا۔ انسانی فائنل میں مسلمانوں نے غیر معمولی ہمت دی تھی، ۔۔۔ اور حسبِ اختیار وہاں
 یونان سے لے کر انیسویں صدی تک کی ترقی کی ٹرمارش سمجھنے کی دوسری قوم سے نہیں یہ بعد اچھے کی طرح
 خود ایسا کیا ہے۔ کئی نئی نئی شے کے رشتہ کی وجہ سے عربی کے جاننے والے کم ہوتے جا رہے ہیں
 اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایک بڑی کتاب لکھ کر اس زبان پر علم کو محفوظ کر دیا جائے۔ نہ اس میں
 کوئی مالی منفعت ہے اور نہ ہی یہ میرا مقصد تھا۔

اردو کے مستقبل کے تحفظ کے حوالے سے انہوں نے کہا "اس سوال کا مکمل جواب چند شعر
 میں دینا ممکن نہیں ہے میں اس کے سرفہرشی پھوپھو (بغیر، رائل کے) چند گزارشات پیش کروں گا۔

■ اردو کا اردو ادارہ حکومتوں کی پالیسیوں پر ہے جو فی الحال اس کے خلاف ہیں۔

اس سے اردو بولنے والے اور پڑھنے والے پر یہ غرضیہ حملہ ہوتا ہے کہ اسمبلیوں کے ممبروں کے
 ذریعے حکومتوں کو اس کے حق میں بولنے کے لئے مسلسل کوشش کریں۔

■ سر آپ کی ماری زبان اردو ہے اور آپ پاکستان میں رہتے ہیں تو مقامی زبانوں کے
 الفاظ و رموز و رسم کو اردو میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش نہ کریں۔

■ سر آپ پاک و ہند سے باہر رہتے ہیں تو اپنے بچوں کو اردو لکھنا پڑھنا ضرور سکھائیں۔

پاک و ہند سے تباہ فرہاد میں "میں اور انہیں اپنے گھر میں رکھیں اور بہریرا ہوں میں
 رکھوائیں۔

■ پاک و ہند میں اردو تنظیمیں جو وقتی چھٹکارہ کر رہی ہیں ان کو مایہ دویں۔

■ سب بچوں کے شعری میں سدا کی شائری کا سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا ہے اس لئے بڑے

شاعروں اور ادیبوں اور نثر دانوں کو چاہیے کہ اپنے تنقیدی مضامین کو نو عمر شعرا اور دبا کے نقائے کو

نوائے تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان نثر دانوں کو دوسرے کی طرف بھی رہنمائی کریں۔ جو ادبی

تنظیمیں تنقیدی جدوجہد میں متقدم کرتی ہیں انہیں خصوصی ادھر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

■ اردو ادب بہت مشکل میں ہے۔ اس کی بڑی وجہ سب فروشیوں کی وٹ ٹھوسٹ ہے۔ کیسٹ

"ایات بنائے" وہاں سے 15 فیصد پیشین پیتے ہیں جب کہ سب فروش پبلشر سے 50 فیصد

پیشین پیتا ہے۔ ادبی تنظیموں کو چاہیے کہ ریورس شہر کے ذریعے حکومتوں پر زور دیں کہ کتب

فروشی کا پیشین بھی 15 فیصد دیا جائے۔

اردو زبان کے رسم الخط کی تبدیلی کے متعلق انہوں نے کہا: "میں اردو رسم خط بدلنے کا سخت مخالف ہوں۔ جہاں تک خط اس کا تعلق ہے، نیا کا کوئی رسم خط ان سے بہتر نہیں۔ ٹھیکری (رومن) رسم الخط میں اردو رسم خط سے میں زیادہ متاثر ہوں۔ اردو کا رسم خط بدلنے سے نہ صرف ہماری اور قریبی سے جا میں گئے بلکہ اردو اسباب کا سراسر مایہ بھی تباہ ہو جائے گا۔"

ڈاکٹر جمال کو عرب شعر میں زہتیر، حب بن ربیع، خض، عم بن ابی ربیع، جریر، فزوق، مسیت، ورمق، ابی ربیع کے بعد کی وحی، اور خلیفہ اور بنی کے وارث شاعر اور فاضل شاعر اردو کے سید اشعار، سب اعلیٰ اہم آباء، مداح، اقبال، ورفیض احمد فیض پسند ہیں۔

اردو کے مستقبل کے حوالے سے ڈاکٹر جمال بدین جمال نے جو پیش قیمت مشورے دیے ہیں ان پر عمل درآمد ہو تو بلاشبہ اردو زندہ و پائیدار رہے گی۔ اردو ازیں ڈاکٹر جمال بدین کی ٹھیکری میں حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ اردو کے قیام کے لیے اردو کے شعرا، خصوصاً عرب میں اردو کے شاعر، شعرا، شاعرات، قیام پائیں۔

Dr. Jamal-ud-din,

8929 Royal Gateway, Elk Grove, CA 95624, U.S.A



ایک دگر بے عزت کرو۔ نغرتوں میں دکھائی دیا۔
 انسانی سطح پر سب برابر ہیں۔ بڑا کون چھوٹا کون!
 جمشید مرزا ۱۵/۱/۵۱

جمشید مرزا

بیز، میڈل سیکس، برطانیہ

پراہر میں مغل نے جب جمشید مراد کی کہانیاں پڑھیں تو کہا: "یہ اپنی کہانیوں میں تپہ نہیں
 رتے، اور اصدق کی سمت نہیں جھکاتے۔ یہ بھی افسانہ نگاری کی ایک ٹیکنیک ہے۔"
 افسانہ نگار شاہدہ احمد نے ان کی کہانیوں کے مجموعے "دیکھیں کیا پایا" میں لکھا: "یہ دھیمے لب
 و لہجہ کی کہانیاں ہیں۔ ان کی کہانی پھر کیا سو؟" میں سران کا قلم آراں بھی غلط سمجھتا تو کہانی میں
 عورت کی نسائیت بخروٹ سونے میں دینے لگتی۔"
 صنف صدیقی کہتی ہیں: "عام طور پر دھیمے نسل کے گمراہ سونے کا رونا روتے نظر آتے ہیں
 گمراہ ہونے کے لئے یہ نئے اور نئی نہیں کہ وہ مغرب میں ہوں۔ نئی نسل پاکستان میں بھی گمراہ ہو سکتی ہے۔
 جمشید مرزا نے اپنی کہانیوں میں نوجوان نسل کو بڑے استقامت اور حتم سے پیش کیا ہے۔"
 جمشید مرزا نے ایک ناول "سون" "شکرو" لکھا۔ یہ جمشید مرزا کی جنم جھومی ہے۔ جمشید نے
 ۱۹۳۴ء میں اسی مٹی میں جنم پایا۔ شکرو مشرقی پنجاب کی ایک چھوٹی سی ریاست "جیند" کی رانی دھانی تھی۔
 وہاں ہندوؤں، مسلمانوں، درندوں کا تائب ایک جیسا تھا۔ چالیس بیچاں بھاری وہ آیا کی پڑا امن اور
 قصبہ سے پاک تھی۔ جب بھارت اور پاکستان کی مرحدوں کا احاطہ ہوا تو بعض شہسپندوں کی وجہ سے

سب سے پہلی خبر ہے کہ ہاتھ، منہ، کتے کے ذوق میں ہیں۔ یہ چاروں
کے حقوق ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کے پاس تو پوچھنا نہیں ہے کہ ان کے پاس
تو کتے کمرہ ہیں۔ یہ ایک من پڑپڑ، ٹوٹی ہوئی کتوں کے کتوں کے کتوں کے
خود گھسوں۔ میں نے سنا اور بات آئی گئی ہوگی۔

[illegible]

۱۰۰۰ روپے جو ان کی خدمت میں ایک پتہ دار نے ان کے ہاتھ میں
 لے لیا، اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں
 مراد کی موت پر ان کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں
 ان کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں
 ان کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں
 ان کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں ایک پتہ دار کے ہاتھ میں

[illegible]

[illegible]

1990ء کے مشہور کتاب "مختصر تاریخ شوق" کے پانچویں ایڈیشن پر
 غلام قتیب جتوئی کی کتاب "The RSA (Clare-RSA)" کے بارے میں یہ مصنفین (NQ)
 (Business Administration-Finance-RSA) کے قلمی کاموں پر مشتمل (Add)
 (Teacher-Certificate-City & Guild) کے قلمی کاموں پر مشتمل (Add)
 نگاری اور ادبی محفلوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

[illegible][illegible][illegible]

[illegible]

Mr Jamshed Mirza,



حمید قیصر

بریڈ فورڈ، برطانیہ

ست یا قمبر ۲۰۰۳ء کے مہینے میں میری ملاقات حمید قیصر سے ہوئی تھی۔ محترم بھائی منصورہ اپنی شیخ کے گھر پر، محترمہ شہداء عتیف اور بناب منصورہ قاتی کے گھر آئے تھے۔ اس پہلی ملاقات میں ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس بندے کے مزاج میں منافقت نہیں ہے۔

پھر جب میں نے ان کی کہانیاں پڑھیں تو میری رائے اور پختہ ہوئی۔ حمید قیصر کی کہانیوں میں بھی ان کی شخصیت کا پورا جھلکتا ہے۔ وہ اپنی کہانیوں میں بھی مجھے ایسے ہی مخصوص نظر آئے جیسے کہ ذاتی زندگی میں ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ فن کار اور اپنے فن کے ساتھ مجلس نے سو تو رند و رنگارنگ سن مر رہ جاتا ہے کہ طمع زیادہ عرصہ کار گز نہیں ہوتا۔

میں نے حمید قیصر کی سب سے کہانیاں پڑھی ہیں۔ گوارہ رواں اور دوسری عورت۔ اس کی کہانیوں کا یہ مجموعہ 'میرہ حبیبوں' میں اس کے جس کا تیسرے پیریشن میں لکھا ہے کہ ۲۰۰۳ء میں اس کی طبیعت کا احساس میں نے یہ محسوس کیا کہ اس کی کہانیوں میں سے اس کا دوسرا کیا یہ کہانی ہونے سے باوجود حاکمی کہانی ہے۔ مزے سیٹھ سے کہانی ہارنے حوتوں نے ارمیٹن سے۔ کانٹن اور نگار کی ہے۔ مانی کے اختتام پر جب کہانی کار کے جوتے نے اپنے، لب کی کہانی کٹی چلی تو کہانی

موتے۔ اپنا اندر سے کھنکھاتا۔ یہ بھی عیدِ قیامت کا جی ہے۔ یہ بارے جس جی ہے۔
 ماسرہ میں نہیں ہوتا۔ یہ جی ہونی اور بارے پہ پہنے عیدِ قیامت میں ہونی کے بارے
 ہمارے سامنے لاتے ہیں۔

یہ باتیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حیدر قیسہ و جانی کشتہ کا حاکم بھی آقا ہے اور جانی سے
 دیکھتے ہیںے معاشرے سے خدا کا واسطہ ہے کہ اگر وہ آئینہ اٹھاتا بھی آتا ہے۔ ان سے یہاں میں بہا
 نہیں۔ یہاں وہ پندگاری کی آواز ہے کہ جو اس کے قارئین و مددگار اپنے ساتھ لے جاتے ہیں وہ غور و فکر
 پر بھی مجبور کرتی ہے۔

نمیدانند و نشو و نما و بیانی و طریق چاپ و درج است به هر چه چاہد و
زندگی کا احوال سنا میں یا کوئی اہم واقعہ۔

تو ہم نے ہاتھ بٹا کر زندگی کے اس سفر کو آگے بڑھانے میں مدد کی۔
 کے جواب میں انہوں نے تفصیل سے سنایا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

[illegible]

میں آگ بھڑکتی ہے۔ یہ جیسے آتے ہی میرے خون سے ہونے لگتا ہے اور میں زور زور سے چیکنے لگتا ہوں۔
 کئی اہستہ سے تھکنے کے ساتھ یا کئی تیز فٹ سے نیچے جا کر پڑ جاتا ہوں۔ یہاں سے کسی کے ٹھنڈے
 ہونے کے ساتھ ساتھ تھوڑی دیر بعد میری نگاہیں اندھیرے سے ہانوس ہوم میں توپل کے دوسرے سرے کی
 طرف سے آتے ہوئے پہنچتی ہیں۔ وہ دروازوں کی ٹھنڈی اور بھیڑیوں پر پڑتے پڑتے کسی نے کسی طرف کی
 مانی کا ان تک جا پہنچا۔ اب مجھے اس کی ہوتی ہے۔ پتا نہیں کہ وہ کہاں سے آتی تھی۔ میں سارا
 سویرا اس خوف کے ساتھ رہا۔ میں نے اسے تو وہاں روک کر دیکھا تھا کہ بعد کاڑی کا وہ زرد کھوٹے میں گامیاب ہو گیا اور
 بڑھاپے کا ایک ایک سر کے سب و باج نکلا۔ سب کو میں نے نہیں چوت نہ دیا تھا۔ وہ گاڑی بدستور نکلی
 ہوئی تھی۔

اب چھو اپنے بارے میں اپنے پرچے لکھنا شروع کیا۔ وہاں تو وہاں چھوٹے چھوٹے
 تھے۔ یہ بھی ایک بھائی ہے۔ اس کو اندر سے میرا ہوا ہوا پیرا تھا۔ اس کی کال سے
 میں قیہہ نکالتا تھا۔ میں نفع میاؤں کے ایک نئے پیرے کا ہانگ میں سے مارا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں
 پیدا ہوا۔ یہ شہر صدیوں سے اریک کے سندھ کے غار کے واقع ہے۔ یہ ایک قلعہ کا آغاز ہے۔ یہاں شہر
 سے ۱۹۶۳ء میں والدہ کی ماں بھائی کی موت کے بعد میں بہت تیزی سے بڑھ پڑا۔ وہ بدھ کے جانے
 کے بعد یہ خلا بھی پورا نہ ہوا۔ پڑھائی کی لگن شہر سے تھی۔ میں نے گورنمنٹ ہائی سکول کا ہانگ
 سے ۱۹۶۷ء میں میٹرک کیا۔ میٹرک کے بعد ۱۹۶۸ء میں ہانگ سے میں (۳۰) میل دور میاؤں
 ہانگ میں داخلہ لیا۔ یوں کہ خوب ہانگ ہانگ کے باقیات کے ٹکڑوں کے انچے پر جوں اور ان کے اپنے
 شمعوں و مہر پھیلنے کے طرح طرح کے نظریات الحق تھے۔ انہوں نے ہانگ میں ہانگ میں بنے ہوئے
 رہا کرنے میں خیل میں بنایا۔ انہوں نے ہانگ سے میاؤں کے پیرے پر واقع ہیں۔ چنانچہ وہاں سے
 کئی سالوں کا سفر کر کے آگیا۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء پر آٹھاب تھا۔ سب پائنتاں میں عام انتخابات ہوئے
 اور تین (opposition) کے نتائج مانے گئے۔ اس کے بعد یہاں ایک سوشلسٹ جماعت بنی۔ اس
 پارٹی کے قلمی ادارے بند ہو گئے۔ اس دور میں وہاں آگیا ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ
 کو اس کے وسط پر استبداد کی سلطنت کے رنگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے اندر ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ
 میرے والد صاحب بھی اس جبری حکام کے تحت خلاف تھے اور ایک عرصے کے پائنتاں کی آمد
 رہے تھے۔ اس دور کو ہجرت کے لئے بہترین اور چاروں ہانگ کے امام آباد پہنچے آئے۔ ہانگ
 کے دور میں تک آمد ہنگ آگے کے صدیقی میں پائنتاں باندھ کر ظلم و ستم کے خلاف نعرے لگائے۔
 اس تحریک میں ہانگ کے پائنتاں کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ
 دیریت کے میں بھی مکمل طور پر اس تحریک میں شامل ہو گئی۔ پائنتاں کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ
 ۱۹۷۵ء میں میری شادی ہوئی۔ اس وقت تک میرے پاس ۱۰ سال کا لڑکا تھا۔ اس کا نام آج بھی
 میں ہی تھی۔ بعد ازاں ان کا لڑکا ان بھی پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ کے ہانگ

پرائیویٹ (private) - میڈیکل یا سائنس کی تعلیمی اداروں کے لیے کتابیں لکھنے والے۔
 قلمی - ریاست پاکستان کا مآبہ میں درجستہ نقیبین - ۱۳۳۷ھ میں قلمی کے قلمی۔
 وزارت سیاست و ثقافت کے تحت ایک ادارہ ہے۔ اس ادارہ کے شعبہ تصانیف و نشریات میں نشریات
 کی تمام اشاعتیں ہوتی ہیں۔ جہاں نئے نئے اور پرانے (publishing & marketing) کا
 تجربہ حاصل ہوا۔ بعد ازاں ۱۹۹۹ء میں قلمی ریاست پاکستان کے صدر نقیبین بناب پروفیسر نقیبین
 نقیبین کی طرف سے ہفتہ پوریشن (postion) کی آفر (offer) ہوئی اور ایک بار پھر میں نے قلمی
 میں پرنٹنگ انچارج (Printing charge) کی حیثیت سے کام کا آغاز کیا۔ دو سال بعد شعر
 کی پوریشن (circulation) و اشاعت کے لیے قلمی کے قلمی کے قلمی (charge) کے لیے آیا۔
 تب سے اب تک میں قلمی میں پوریشن نقیبین کی حیثیت کے تحت تمام اشاعتیں ہوتی ہیں۔
 قلمی کی قلمی کے تحت دو جریدہ سرکاری راہ "بی جریڈ" و "بی جریڈ" اور شش ماہی "جریدہ پاکستان
 لٹریچر" (Pakistan Literature) جاری ہوتے ہیں جن کی مارکیٹنگ اور اشاعت میرے ذمہ
 ہیں۔ ان جریدہ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔

"میر جی" کی زندگی کا آغاز رسول جی کے زمانے میں
 ہوا تھا۔ جہاں میں نے بچوں کے جریدہ "مسرت" بچوں کی وی جی، قصہ، قصہ و تربیت، اور انہوں
 میں بچوں کے لیے بنایا تھا۔ تاہم میرا پسند افسانے کیے کا چھوٹا سا نامہ "جنگ و اپنڈی" کے "بی
 جی" میں ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ اور پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ میری کہانیاں پاکستان کے تمام قلمی و راہی
 رسائل و جریدہ میں شائع ہوتی ہیں۔ میرا افسانوی مجموعہ "سیسوں" ۱۱ اپریل ۱۹۹۶ء میں
 اشاعت ہوا۔ اس وقت اس کا مآبہ سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ۱۰۰۰ ایڈیشن ۲۰۰۰ء میں ریر جی کی پیشہ
 رو پندوں کے شائع ہوا۔ قلمی ایڈیشن بھی اسی ادارے میں زیر طبع ہے۔

"کیا آپ نے شعر بھی کہے؟"

"جی ہاں۔ کالج کے ابتدائی دنوں میں شاعری کا آغاز کرتے ہوئے میں نے غزل اور نظم
 دونوں صناف میں طبع آزمائی کی۔ بعد ازاں میری کہانی شاعری پر غالب آئی۔ جہاں تک ٹی غزل
 اور نظم کے تجربے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ میرے تجربے بات ہماری زندگی کی ترقی اور خوب صورتی میں
 نہایت کامیاب ثابت ہوتے ہیں۔ اب میں بھی نے تجربے سے ہماری میں نہیں ٹی نظم، غزل کا تجربہ یونہی
 نہ کیا۔ قلمی قلمی اپنی حدود و حدود کے لیے "دربارِ روضہ" میں ہفتہ شائع کر رہا ہے۔ اور "زندگی
 نامہ" نامہ اپنے ناموں میں جاتا ہے۔

نمیدہ قلمی ادارہ کے مستقبل سے بہت پر امید ہیں۔ اس کا کہنا ہے "رہبان و اب" کی
 معاشرت اور تہذیب کے ساتھ ساتھ بھٹکتے پھولتے ہیں۔ اردو ایک خوب صورت اور مکمل زبان ہے۔
 اس کا دامن بے حد وسیع ہے۔ اور اس زبان میں دیگر علاقائی اور بڑی عالمی زبانوں کے غلط کے

یہ ہے۔ سپینڈر ہند ہے۔ نے بی بی سدرت و تہاش ہے۔ کی بھی بی بی زبان کی یہ بی بی بی بی
 ہمیں ہیں نے سے اتے، انسان کی تہذیب، شہمت کے ساتھ آئے۔ رہتی ہے در شمار اب ہمیت
 ہے۔ میں جہاں تک اردو کے رسم الخط کے تبدیلی کے بارے میں بات ہے، اردو زبان کا موجودہ رسم خط
 نہایت آسان و سادہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سے تبدیلی کے کوئی یہ رسم خط درست یا جانا نہ سہی
 ہے۔ نے رسم خط سے مانوس ہوتے ہوتے یہ ایسا غلطیہ ہو جائے کہ ہر مفسر نہ ہو گا۔ ہمارے بی بی
 نسل جو پہلے ہی انگلش اور اردو میڈیم کے کنفیوژن (confusion) کا شکار ہے اب وہ جس قدر اردو
 زبان سے ہم آہنگ ہے مانوس ہے وہ جو اردو رسم خط کی تبدیلی سے اردو زبان سے ہمت اور ہوجائے گی۔
 چنانچہ میرے نزدیک ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

اگلے سوال کے جواب میں حمید قیس نے بڑے قہار سے کہا: "میں اردو زبان کو پناہ کرتا ہوں
 کہ میں نہیں رہا طرفی مدد میں رہا ہوں۔ مجھے نظمیں آتے ہوئے تقریباً نو سو برس ہیں اور
 میں دوسری بار یہاں آیا ہوں۔ مجھے یہاں اردو کی مدد سے ہے۔ ایک قہار ہے یہاں آ کر مجھے پنی
 کمر و سر کی درست کرنے کا موقع ملا اور یہ کہ مجھے تھوڑی بہت یاد آتی ہے جو اس سے بہت
 سے وہ نہیں آتی۔ سوچے تو میں قہار میں رہا ہوں۔"

حمید قیس نے کہا: "میں ہمیشہ غائب، اقبالی، فنیس اور حمید امجد سے متاثر رہا ہوں۔ انہوں
 کا۔" چھٹی صدی کے شاعروں میں انیس احمد ندیم قاسمی، اقبال، نسیم، احمد شہر، قرقمین، میر اور
 قیس تمکین کی تخلیقات پسند ہیں۔

حمید قیس بڑے فوراً سے ایک سرمایہ جریڈڈ "کادیب" شائع کر رہے ہیں۔

Mr. Hameed Qaiser,

Tajeeb Quarterly 79 Carisle Road, Bradford BD8 8BE UK

e-mail: tajeeb@hotmail.com



خالد خواجہ

لاس اینجلس، امریکہ

شہر میں رہ کے بھی حق بات کہنے والا
مرے اندر ہے کوئی گاؤں کا رہنے والا

بہت آباد، پاکستان کی مٹی میں جنم لینے والے خالد کے اندر بھی تک گاؤں کا رہنے والا
تھر انسان موجود ہے اس نے باوجود امریکہ میں اسے بسے سوئے ربح صدی گزر چکی ہے۔ خالد
شاعر بھی ہے اور افسانہ نگار بھی۔ افسانے لکھتی سی نہیں زمانہ بنا تا بھی ہے۔ اپنی زندگی کا ایک یادگار
واقعہ اس نے افسانوی انداز میں ہی سنایا۔ خالد کی زبانی وہ واقعہ یوں ہے ”میں ہائی اسکول میں
تھیں سب احمد فراز کی کتاب ”راشبہ شائع ہوئی۔ اس زمانے میں ہندو پاک میں قتل شہنائی اور
سردھارہ سیاہی پھیلاتے تھے۔ راہبندی کے پاکستان سنٹر میں کتاب کا افتتاح ہوا۔ فتح محمد ملک
نے ایک اچھا مضمون لکھا۔ نمونے فراز کے بہت سے اشعار کے حوالے سے ثابت کیا تھا یہ
ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ”راشبہ فیض، احمد فیض اور احمد ندیم کاشی کے رنگ میں شعر کہتے ہیں اور
ان کا اسلوب اتنی فیصد فیض کا، اور بیس فیصد ندیم کا ہے۔ اور یوں فراز ان دونوں شعرا سے بری طرح
متاثر ہیں۔“

[illegible]

یاد نے غی اس نشین، افسانے ملتے ہیں، جیسے "یزید کے مینے" داستانِ یون [۹۱۱]، شام سے پہلے، مجھے جیتے دو "اور" "کمیٹی چوک کے ارد گرد"۔

ان کا مکتا ہے "اردو تہذیب و ثقافت کا زبان سے کہ نہ صرف ہندو پاک بلکہ جہاں جہاں اردو بولتا ہے۔ رہتے ہیں وہاں وہاں پیدا ہونے والی زبان بن چکی ہے۔ یہ غیر منقسم ہندوستان کی اور سب پاکستان کی بھی شہر ہے۔ تہذیب و ثقافت، عروج و زوال اور سب شہر تہذیب و ثقافت کی زمین ہے۔ امیر خسرو سے لے کر پھر نہ سب تک درحالیہ تک بعد خلد خواجہ اور سلطان مہر تک یہ زبان ایک جہتی اور مہر و محبت کی ترجمان رہی ہے۔ میر خسرو کی شاعری میں جو ماحول ملتا ہے وہ ایران، توران کا نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مٹی کی کہانی ہے، اس مٹی کی جہاں سے انہوں نے اپنی شعر گوئی کا آغاز کیا۔ اچھے میں یہ شعر سنا کر بات ختم کرنا۔ تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ یہ زبان اتنی جلدی فن کی مٹی نہیں چھو سکتی۔ یہ شعر خواہ اندھ خان یقین کا ہے۔

بچاں خوں کر کے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے

یہ کافر جیوت رہتا تو بت خانے کے کام آتا

بائیٹکے کس مضمون اور باب کے اعتبار سے اردو نے قلمی منزلیں طے کی ہیں اور کتنی وشارتزر
 راتوں سے تڑپی ہے۔ گو آج ہندوپاک میں اسے سربوہاں مملکت کی دوسرے پرستی حاصل نہیں جس
 نے بھی ک زبان و عروج تک پہنچا لیکن کیا ہم خود اردو کے پرستار اس کی سرپرستی نہیں کر سکتے؟ میں
 آپ کو ایک لطیفہ سنوں۔ ہماری سابقہ وزیر عظمیٰ صاحبہ خیر بھٹو ایک جلسے میں تقریر فرما رہی
 تھیں۔ جب اس کے سیکریٹری نے ان کو تقریر ختم کرنے کا اشارہ کیا تو وہ پوچھیں: ”کیا دن بجنے
 والا ہے؟“

اس سرپرستی پر بھی ہم اردو کے مستقبل سے مایوس نہیں ہیں۔

Mr Khalid Kouwaya,

Pride Printing Inc. 6651 Western #1 Buena Park, CA 90621 U.S.A.



میں نے اپنے دل سے لیا ہے
کلمہ سر بلبل صبر و وفا کا

راہیں سبھی ہمارے
سچے دوست

ڈاکٹر خالد سہیل

لورنٹو، کنیڈا

ڈاکٹر خالد سہیل کے شہر جاپہ در نہیں دھونڈ سیتے تو بھی بن گئے ہیں وہ "۵۰" راہیں ہیں
وہ کاکیل گئے تو چہ اس طرح جیسے شیر میں شہر کھل گیا ہو۔ ان کے خنوں باقیں رہتی ہیں۔ اس سے پہلے
نہایت مینھی مسکراہٹ ادنیٰ ہے اور وہی سے تمام فی سلاہل بھر میں تر رہتی ہے۔ وہ سبھی کلمے سے
پس پردہ غم جہاں سے ہم در غم و دریاں نے ان کت انھوں نے جانوں میں جی رہی ہیں اسیتے ہیں در شاہان
کے ہیں۔ وہاں ان کی شاعری میں بھی کتہہ ہے۔ ان کی ایک شعر ہے پند اشق را نہ چیت بہ نسوں
نے پاکستان میں مارشل لا کے دور میں کہی تھی۔

مات پچوں کی سوچوں پہ لب سے پہرے ہیں کہیں سے آئے کا آراہوں وہی
جو باہر پر نقش ہوئے انہوں نے وہ شہر و را کا شاید ہے بے شاہ وہی
تمام شہر کو آزاد یوں کی خبریں یہ قصے قفس پہ رقم سے کشیاں وہی
شب حیات بڑی مختصر رہی خالد نہ مہتاب کی آیت نے ساتوں وہی
خالد نے اپنے وطن سے ہی نہیں تمام سے پچوں کے حصوں کا مطالعہ کیا ہے وہاں کا ٹیپ بھی ان کے
انھوں میں مزار ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے جب رندوں کی آغوش میں آکر صلی تو اپنی بیوی کی ہوا

روایت کی رو سے اس میں تصور پیدا نہ ملتا تھا۔ تاریخی اور محض کے یہ اشتباہ ہیں۔ انہوں نے ان کے
تغیر بنے آگاہی کے نقش قدم پر نہیں رہے تھے۔ اس سلسلہ میں حیات و سینے سے محبت کی گئی تھی۔ اس ماحول
میں انہوں نے ایمان قابل قدر تھا۔ تب رہا کہ وہ اس میں رہا جرم۔ یہ کہ وہ اپنی خوف کی مرہیں اور نہ نہیں۔
روایت سے انحراف نہ صرف تاہم یہ بعد قابل مزا جرم تھا۔ میں اپنے چاروں طرف دیکھتا تو احساس ہوتا۔

اس درجہ روایت کی دیواریں تھیں۔ نسلوں سے کسی شخص نے باہر نہیں دیکھا
میرا جی چاہتا تھا کہ میں اس ماحول سے بہت دور بہت دور بھاگ جاؤں۔ مگر ممکن نہ تھا۔ میرے شعور نے جب
جوہریت کی طرف قدم بڑھائے تو مجھے پڑھنے لکھنے کا جنون ہو گیا۔ میں ساری دنیا سے کٹ کر اپنی ذات میں
ایک دیباہ بن گیا۔ میرا قدم میرا تھا۔ اس قریب بھی۔ وہ مجھے ڈھارس بھی دیتا تھا۔ میری اقدار پر چڑکے بھی
گاتا تھا اور میرے بیان کو ریدتا بھی رہتا۔ میں نے اپنے قدم کو بند بنایا تو میرے لئے دیواریں میں کھڑکیاں
کھل گئیں۔

میں اپنے ماحول سے ایک عجیب رشتے میں منسلک تھا۔ میں ان ادیبوں اور دانشوروں سے رہا۔ وہ
قریب تھا جو مدتوں پہلے اس ارفانی سے کوچ کر چکے تھے۔ لیکن میرے آس پاس بسنے والے انہوں نے انہیں
ایک ایسی اہمیت میں موقوف تھے کہ میرے لئے ان کی پیچیدگی اور اپنی ذات کی شناخت مشکل ہو گئی تھی۔ مجھے اس
اجہوم میں کھوجانے کا ڈر تھا۔ میں نے قدم قدم پر۔

اپنی پرواز کا اندازہ لگانے کے لئے اپنے ماحول سے آزاد فضا میں نکلیں
میں جب اپنی تلاش میں چند قدم آگے بڑھا تو میری ملاقات چند ایسے رشتہ داروں، استادوں اور دوستوں سے
ہوئی جو میری طرح سے اپنے گھر والوں سے نئی دنیا کی تلاش میں نکلے تھے۔ چنانچہ ہم نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام
کر آگے بڑھنا شروع کیا۔ ہمارے سامنے شاہراہیں نہ تھیں، صرف چٹانیں تھیں۔ لیکن ان چٹانوں پر چند
نقش قدم کی حوصلہ افزائی کے لئے کافی تھے۔ ہم زندگی کی کان میں مختلف نظریوں اور مضامین سے متناہیں
یہ ہم نے دوسرے سے حد کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اپنے اپنے تجربات کی کسوٹی پر پرکھتے رہے۔

ڈاکٹر خالد تھیل ۵ جولائی ۱۹۵۲ء کو پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے خیر
میڈیکل کالج پشاور سے ایم بی بی ایس کیا، ۱۹۸۲ء میں کینیڈا کی میموریل یونیورسٹی سے ایف آر سی پی
نفسیات میں کیا۔ وہ عمری سے انہوں نے لکھنا شروع کر دیا تھا۔ شاعری بھی کی اور افسانے بھی لکھے۔ انگریزی
سے ماہی ادب کے تراجم بھی کیے اور نفسیات کے حوالے سے بھی لکھا ہے۔ اس کی خوشنمائی رہی کہ یہ اپنے
مشاہدات و خوبیوں کو تخلیقی طور پر پیش کریں۔ اصناف کا چناؤ ان کے لئے ثانوی رہا کیونکہ بقول ان کے یہ سب
ایک ہی منزل تک پہنچنے کے مختلف راستے ہیں اور بنیادی وجہ اس بات پر رشتی چاہیے کہ اپنے مخصوص نکتہ نظر کو
تخلیقی طور پر اپنے پڑھنے والوں تک پہنچائیں۔

وہ بہت تھے۔ بس میں نے لکھنا شروع کیا اور جب میرے ذہن و قلب کے کینہ پر پتھر
واضح نقوش ابھرنے لگے تو میں نے اپنے فرائض اور شعروں میں ان کے رنگ بھرنے چاہے۔ میں پندوں کی

میں نے اپنی ترقی، اپنی بہت مہنت، اپنی چاروں طرف سے بلند آن لوگوں کی رسائی سے بالآخر جو ہاتھوں میں تیر
میں درندہ قفس لیے ہوئے تھے۔

پیشانی صحن میں، تہمت و تجویز کی تماش میں، میں شرق و غرب کی شاہد ہوں،
سحر اس... یوں، انگوٹوں، ارشوں میں کھستہ کا رہا۔ جلد جلد اپنی روح کی بیاں بجھانے سے رہا۔
مجھے یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ میری سائنسی حسیہ کے برخلاف پانی کا بھی ایک رنگ تھا، ایک ذائقہ تھا۔

میں جب مغرب میں آتا تو نفسیات و اپنے پیشے کے طور پر اختیار کیا۔ میرے لئے یہ اوجہ اور
نفسی سے قریب ترین پیشہ تھا۔ میں پڑھتا رہا، لکھتا رہا، اپنی ذات کی گہریوں سے پردے اٹھاتا رہا، انہوں کی
زندگیوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور ان طبیبوں کے ساتھ اکتا جھٹکتا رہا جو انسان اور کائنات کے رازوں کی
تعمیم کو سمجھنے میں ابھرتے رہے۔ یہ محنت، یہ جدوجہد، یہ کوشش، یہ جستجو ایک نئی زندگی، نئی دنیا کی تلاش میں
تھی، اس کی انیا حیاں ہمارے دانشی سے روشن تر ہو گئے۔ میرے نزدیک یہی جدوجہد ہمیں انسانیت کے
معیاری طائفے سے جاتی ہے۔ مجھے خبر ہے کہ میں اس چھوٹے سے قافلے میں شامل ہوں جو اس منزل کی
طرف چل رہا ہے۔

اردو ادب میں بہت مشاعروں اور دیوانوں نے عورت کے حقوق کی بات کی ہے۔ خاندان بننا ہے
کہ ان کی ذات اور شخصیت کے ارتقا میں عورت کی رفقت نے بڑا نامہ برار کیا ہے۔ اپنی یہ نظم میں وہ
تے ہیں۔

میرنی ماں نے زیست کے چورب پر ہمت کے پتھر چھوڑے
چاہت کے پتھریت سنا۔ اس ہمت نے اس چاہت نے
دو گلیوں کا روپ سنوارا

اس طرح خالد کی نظموں میں عورت کی عظمت و تقدس کا اظہار ملتا ہے۔ ایک جگہ وہ کہتے ہیں "میرے بچپن
میں میرے اہل خاندان میں لڑکپن میں اس تادم اور جوانی میں دوستوں نے مجھے بہت پیار، خلوص دیا۔ شاید یہی
وجہ کہ مجھے زندگی سے محبت اور انسانوں پر اعتبار کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ اپنے اندر سے ہم روز پرانی کی
ملاقات عورت سے ہوئی، میری ماں، میری بہن، میری دوست، میری محبوبہ۔ ہر قدم پر میں سے سفاکیاں
اٹتے، اٹھتا اور اس دن کا انتظار کرتے ہوئے پایا جب وہ اپنے ماحول سے مردوں کے برابر لطف اندوز ہونے لگی
اور معاشرہ اسے مرد کے برابر قبول کر سکے گا۔"

خالد نے بتایا انہیں بطور ماہر نفسیات ان انسانوں کے ساتھ بھی وہ چار قدم چلنے کا موقع ملا جس سے
ساتھ زندگی اور وہ انہیں انسانوں نے سوتیلے بہن کا سا سلوک کیا، وہ لوگ جو اپنی ذات کا قوازن تو میری حد
وجہ میں اپنی قوازن کھو بیٹھے، وہ تنہا یوں کے اور غم میں سلگتے رہے "اور اپنے ماحول اور اپنی نوع انسان سے
بے تعلق ہو گئے۔ بقول خالد ان تمام لوگوں نے انہیں اپنی بصر میں اور بصیرت میں اٹھائیں۔

وزیست کی رہوں میں ان سرنگوں کے جی بڑے، جب آپ ماحول کو اپنی ذات پر تک و تے



تاہم ہم عبودیت پر نہ نہایت ہے ختمیہ کی
حالت میں سو آپ کرب ہم کو عیث بنام کیا

03.09.2021

ویپک بُد کی

پڑو، گجرات، ہندوستان

۲۳ جوانی ۱۹۳۲ء کے اخبار ”جنگ انداز“ میں مولانا محمد علی حسرت نے نہیں لکھا کہ ”ہم کی پانچ سو سالہ تاریخ و قومیت اتنی چاہا کہ ہم نے یہی یا یہی کر لی ہے جس سے ہمیں یہ بھی ہو گیا ہے کہ ہم نے یہ جتنے والی فلموں کو بھی اچھا پسند کیا ہے کہ ”خیر یہ بات“ یا ”ب“۔

تجسس کا جذبہ ہے۔ سخاوت میں ۱۰۰ گنا ہے۔ جس میں دوس تو غلط نہ ہو گا کہ تجسس ہی ایک صحفی کو
ناممکن بنی ہو۔ اس کتاب پڑھنے میں تعلیمی اور تفریحی کام ہے۔

یہ جملی میرے شمس کی تھا کہ وہ پیپ مدنی کی بیویوں میں ایک خیر مرثیہ بن گئے تھے۔
مدنی نے لکھا کہ "پیپ مدنی کے ساتھ ان میں سے کسی نے نہیں دیکھا تو وہ پیپ کے
انسانیت کی بات یوں ہے۔ شمس کی پندرتوں کے ساتھ (surname) کی طرح پیپ
جاتے ہیں جیسے شمس کی پندرتوں کے ساتھ وہ ان کے ساتھ جاتے ہیں اور ان کے
کی شمس مدنی زمین کی مدنی کے وقت سے وقت سے (شمس کی زمین میں مدنی) کا راز مدنی
یا تھا جس کی وجہ سے انہیں مدنی کے لئے وقت سے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ وہ

[illegible]

نئی دہلی ہی سے کنور سین نے بڑا موثر تجربہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے فساد کے بارے میں
یہ حقیقت جیسا کہ آپ اپنے فسادوں کے تاریخی زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق اپنی ریسرچ اور
اپنے مقدمات کو دیکھ لیا ہے۔ آپ اس میں خوب کامیاب ہیں۔ سب سے زیادہ بات یہ ہے کہ
آپ نے پاس کے کوہست چوتھے اور اسے صفحہ قومی پر جانے کے لیے بہت سی باتیں دی ہیں اور ان میں
بہت سی باتیں شہریت کا نقطہ نظر پر مبنی ہیں۔

راے درست ہے۔" ایپ ہائی ایک فسانہ نگار ہے جو نہ ہندو ہے نہ مسلمان اور نہ ہی رانی۔
اس کا دل ایک مظلوم کے کہہ سے تڑپتا ہے۔ اناسیت پر غصہ و بربریت دیکھ کر اس کی آنکھیں خون چرے
آشموں سے سباریز ہوتی ہیں۔ اس نے کہا: "اپریل ۱۹۷۲ء کو اپنے خط میں مجھے بھی
"محترمہ صاحبہ نے مجھ سے کہا: آپ ایک مظلوم

آپ کا ۱۳ فروری کا تحریر شدہ خط ہم موصول ہوا۔ جو بوقت میں تاحیر ہوئی۔
 بات ہی چنواہی تھی کہ اپنے سارے پرسنل کا مہلتی کر کے پڑے۔ یہاں جرات میں تیس پرسنل رجمنٹ
 (postal region) میں ورم رجمنٹ ۵ الٹ الٹ پوسٹ ماسٹر جنرل ہے ٹکراؤ مہینوں سے قیوں
 رہے۔ ۵۵ مہینوں کی ویدہ ہاں یوں کہ ہم آپ اور رت لٹ کے فسرٹ ریڈر ہوئے اور بھی ت
 ویدہ سی ویتا رہی نہیں ہئی۔ ۱۱ مہینے یہ کہ ۲۸ فروری سے جرات کے ساتھ فرق ہارائے
 فسادات کے باعث بد سے بدتر ہوتے گئے۔

چنانچہ اس بارہ سادوں سے یہی لکھنا کہنے مل رہا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں اپنے آبائی وطن شیمیر میں تھا کہ وہاں اشتراکی نے دور پھڑپھڑایا۔ بھائی بھائی کا نشان ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے راستیاں خالی ہو گئیں۔ وہاں شیمیری سدا، قنوت میں تھوڑے سے ایسے وہاں سے تارکین رہا یا رہے، انہیں میں آرونی جہاں بدی رہی ہے۔ بہ مشرق تھی تو تھی، وہ تھی شیمیر۔ انی ٹھمن میں میں نے انہیں پورے چہرے میں ایک فہم نہ جھون پانچ لکھا تھا۔ ۱۹۹۹ء میں جب شیمیر جہاں پڑا تو وہاں چاروں کی مدد ہوا پایا۔ اس ساری دنیا کی نیش (indoctrination) تعلیمیں عقیدہ) کے ہی یہ کہ وہوں کا مقصد اور فرق برقی سے جہاں ہے۔ میرے عقیدے انہیں اور پھر جہاں مسلمانوں کے ساتھ نہ رہی ہے۔ اس لیے مسلمان شیمیر دوست نے سارا اندازہ کیا تو ان کی مہم کے بربرائیاں نہ ہوتا۔ کہ ان کے ۸۹ ہٹلے تھی وہی بات تھی۔ انی تھی۔ پھر وہاں کا منظر یہاں کہ خدا کی پامان ہی جس ساری منظر کشی میں نے

۱۹۱۱ء میں تکیہ پر ایک مدرسہ بنایا گیا جس کا مقصد تھا کہ پانچویں صدی تک کے
پیشروں کے سب سے بڑے مذہبی و علمی و فکری کاربانہ گھاٹ کا۔ اے ۱۹۱۱ء میں اورنگزیل کالج میں باقاعدہ
درس لکھی۔ اے ۱۹۱۱ء میں ہی پہلا فلسفہ کرسی کی متنازعہ نشستوں میں تکیہ میں منعقد ہوئی۔ پھر مشہور "سب
مذہبوں پر ایک نظر" نامی کتابوں میں میر کی کہانی لکھی گئی۔ اس کے بعد متنازعہ اخباروں میں
کاتار میں سے فلسفہ سمجھتے رہے۔ قیصر، عثمانی کے فلسفہ کی جانے والا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ
فلسفہ رسالے کے مزاج کے کچھ نہیں تھا۔ یونیورسٹی میں اس انداز پر پڑھو، پھر "دور و درشن"
پر پھر کے پڑھو اور اس میں شرکت کرتا رہا۔ دور و درشن، پھر نے میر ایک فلسفہ ریز کے نام سے بھی
پیدا کیا۔ ایک ایسا جس نے معتد بہاد اعتقاد، پھر پھر کے ایڈیٹوریل بورڈ کے ساتھ دونوں حد تک جڑ رہا۔
پھر دور و درشن میں جس دور میں، دور و درشن، قیصر، قیصر کے ساتھ بحیثیت کارٹونسٹ بھی کام کرتا رہا۔

۱۹۷۱ء میں انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا اور انڈین پولس سروس میں کام شروع کیا۔ اس سے پیشتر جہاں واشیمہ ہینڈلنگ کمیشن (سیلز اینڈ ایمپورٹ) اور پورٹن [واشیمہ گورنمنٹ کونسل ایمپوریم] میں بحیثیت سبزیٹینجر اور پھر پاکستان آفسر کام کیا۔ ۱۹۷۹ء میں فوجی ٹریننگ کے برائے پولس سروس بحیثیت چٹان ڈیپوٹیشن (deputation) پر چلا گیا جہاں ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۹۱ء میں واپس محکمہ ٹیکس میں واپس آیا اور برطانوی پولس سروس واشیمہ کے عہدے تک ترقی پائی۔ ۱۹۹۶ء میں ترقی یافتہ پولس سروس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۹۷ء میں پولس سروس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۹۷ء میں پولس سروس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۹۷ء میں پولس سروس کے عہدے پر فائز ہوئے۔

انڈین پوسٹل سروسز میں آنے سے حدائقہ کی مساعیات اور مجرہ جوہات کی بنا پر ادب سے
گاما چھوٹ گیا۔ ایک اور ہمہ وجہ تھی تاکہ انیس چھٹی میں سرمایہ کاری کا شغل۔ ۱۹۹۳ء میں رندوں نے
ایک ایسی دلت کی سب سے زیادہ خوب ساگنے کا۔ اس سے پہلے ہی ایک روم ٹکٹ میں آ کر اپنے
سارے مسواہات اور شائع شدہ فضا کے آگے کی مدد پر پہنچا تھا۔ مجرہ کے سارے حالات نے دل میں
دلی سوتی پڑھائی و پھر سے بچنے کا کیا۔ ۹۔ ۱۹۹۶ء اور ان میں میں نے وہ سارے فضا کے جنہیں
میں نے شائع کیا تھا، پھر سے لکھو، اور از سر نو شائع کرواے۔ ۱۰۔ پھر نے فضا کے جس قلم بند کیے۔
۱۱۔ میں ان افسانوں کو ایک جا کر لے "تصور" کے چمکے کے عنوان سے کتابی صورت میں اردو اور
ہندی دونوں زبانوں میں شائع کیا۔ پہلا یڈیشن ہندی میں آیا۔ اب ۱۲۔ اس کے یڈیشن کی تیاری کر رہا
ہوں۔ میرے افسانوں کا اور مجموعہ پتھر کے نیچے روا اور ہندی میں زیر طبع ہے۔ شماراں اور مجرہ
میں پھر سے ملتا ہوں۔

ادبوں کی گمراہ ہندی کے متعلق میرا نظریہ ہے کہ اپنی شناخت تو مارتے کے لئے ہندی
شہری ہے۔ یہاں ہی آخر کے یہ جینا، ایس کے کے آسان اور مرے نہیں ہے اور کتاب کے
شہری کے کے رد کے اس کا رد و راست کے نہیں جینا، اور چھاتی رتیں، یہ ہند کے چھاتی طریقے

[illegible]

ڈاکٹر دیو جان میتھیوز

نہیں بہت ہے

[illegible]

مطابق، اپنی رہتی امید میا (Lyudmila) نے ساتھ میرا نہیں بلکہ صد سالہ ساتھیوں
تاریخ میں تاریخ سے تھے۔ یہ تاریخ، اکثر قیامی اور اطہر رضوی صاحب اور ان کے احباب
سے قیام سے متعلق تھی۔ یہ واقعہ یہ کہ قیامی بلکہ ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے
بلکہ قیامی بلکہ ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے
ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے ساتھیوں سے

۱۰۰۰ سے زیادہ کی گئی۔ قوت ۹۹۱ میں اپنی میں، انٹرویو، ہر گز کوئی شخص

آئی، قوت میں آئیں، دوستوں کے لئے تعلق، سب سے بہتر دوست
 ان میں سے قوت میں آئیں، دوستوں کے لئے تعلق، سب سے بہتر دوست
 میں بہت تھک رہی تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 کے آئی تھی، دوستوں میں تھی۔

ساتھ ہی ان کے بعد یہ وہی تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 مجھے مل گئی۔ سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 تھے، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست

کی بولی کے پیش میں قوت میں آئیں، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 ، طویل دور سے فکری، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 میں تھک رہی تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 یہ قوت میں آئی تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 بولی کے پاس سے تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 کے ساتھ تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 میں تھے، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 انھوں نے شریک حیات کے طور پر میرا انتخاب کر لیا تھا۔

تیسرا یہ سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 "اور میں ان کے لئے یہ سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 (Lyudimila) سے کب اور کہاں ہوئی تھی؟"

"میں یہ یہ وہی تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 نہیں تھی۔ یہ سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 میں تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 کے ساتھ تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 میں تھی، سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 یہ سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست

سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست
 سب سے بہتر دوست، سب سے بہتر دوست

وہیں نے شہر کی یہ تین دکانیں، سنبھال لیں۔ ایتنے غلاموں پرستان
 کے فائدہ بہت کم ہو رہے ہیں۔ ان میں وہ بھی نہیں جانتے۔

۱۔ سید، صاحبزادہ، و راجہ مان و اب سے لے کر چلیں اب درمیان میں۔ اس سوال کا جواب تفصیل سے دیتے ہیں۔ اس نے کہا: "یہ قومیں گئے گئے ہیں یہاں سے رشتے و رول میں بھی کسی و راول بان سے دلی و سب نہیں رہا۔ لیکن غا بار دلی سے دور پر میں علم و ادب سے وابستہ رہا۔ زبانوں کے لگاؤ کا یہ نہ تھا کہ۔ دلی چاہتا تھا کہ۔ میں جتنی زبانیں ممکن ہوں سیکھوں۔ لیکن میں نے بعد میں، میرین، جبرانی، جدید یونانی، عربی، فارسی، فرانسیسی، جرمن اور یوپی زبانیں سیکھیں۔ یہ میرے تدریسی پیشے کی ضرورت بھی تھی۔ میں ۱۹۳۳ء میں کیرج یونیورسٹی (انگلینڈ) کا طالب علم تھا۔ میں قدیم یونان اور قدیم مشرق وسطیٰ کے تعلقات پر تحقیق کر رہا تھا اور دارالشرقی علوم و ریسرچل انسٹیٹیوٹ کیمبرج سے منسلک تھا۔ میری غیر دینی تعلیم اٹلی اور یونانی میں ہوئی تھی۔ یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔ ہماری یونیورسٹی میں توسیع ہو رہی تھی۔ لندن، سلوا آف اور رینسل اسٹڈیز کے اکابر چاہتے تھے کہ کوئی شخص ہندوستانی زبانوں کی صوتیات پر کام کرے۔ اس سلسلے میں مجھے وہاں ملازمت ملی اور تب میرے دل میں اردو سیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی۔ اس وقت اردو سکھانے والی کوئی ایسی کتاب نہ ملی جو میری مدد کرتی۔ بہت بعد میں ایک کتاب ملی۔ پھر دوست بھی ملے۔ لیکن پھر میری مصیبت سے لڑ چکی تھی کوئی اور میں نے شوق دہانی کیا۔ میں، غدار، یہ۔ ۱۹۶۱ء میں ایک سال سے یہ رہا۔ یہ اس وقت میری عمر ۳۶ سال تھی۔ اس کے بعد میں اپنی تیار اور جامعہ دہلی کے شعبہ راول کے صدر و راولیٹ صدیقی کے درمیان اس وقت سے پھر رئیس اختر خان سے ملا۔ ان سے بعد میں بڑی دلی ہوئی۔ وہ میرے ہم عصر اور ہم عمر تھے۔ میں نے ان سے شاعری کے رول و قاف لکھے۔ کو میں نے باقاعدہ شاعری بھی نہیں کی۔ یہ انھی رول کے کہ تراویہ، اب۔ میں ورنیل اختر خان برہانی کے مول جیس میں بیٹھ کر رہا تھا۔ یہ زمانہ تھا۔ ۱۹۷۰ء میں میری برقیاتیں جوش صاحب، جی احمد صاحب، فیض صاحب سے ہوئیں اور یہ اپنے انکی صاحب بیٹے ہیں ان سے پوچھیں ان سب دلوں سے میں نے امتساب علم کیا۔ ہندوستان میں میری ملاقاتیں ملی راولی، غفری، کٹنی، شعلی، جان شراختہ، رفاق صاحب، اختر، بیان، ارشد، چندر، مسرت، رقت، میں، میر، ورنہ، م۔ میں۔ میں دلی چوٹی راولی و ۱۱ ایک طالب علم تھا۔ اس قدر آوارہ چوں اور شاعروں نے مجھے علم کا بڑا خزانہ دیا۔"

مذہب کوئی دین و دہلیہ ہے۔ شہر رضوی صاحب نے کافی کتابیں لکھیں۔ پھر ڈاکٹر بن گئے۔
 وہ ان دنوں یونیورسٹی کے شعبہ اعلیٰ تعلیم کے شعبہ دینیات میں تدریس کر رہے ہیں۔
 ان کے شاگردوں میں ایک سال کی تعلیم یافتہ ہیں جن کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔
 ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص نے ایف اے کیا ہے۔ اب ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص
 ایف اے کیا ہے۔ اب ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص نے ایف اے کیا ہے۔ اب ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص
 ایف اے کیا ہے۔ اب ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص نے ایف اے کیا ہے۔ اب ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص

[illegible][illegible][illegible]

نے بے شمار اس ادیب ایسے ہیں جن پر محسوس ہوا کہ سب تک نہیں ہو اور جو ہوا ہے اس میں
 بھی بات تامل میں۔ ان کی اشعار میں یہ ہے۔ "اچھے انہوں نے ایک وقت ساری۔ کتب خانے
 "میں نے محمد قلی قطب شاہ کی شاعری۔ دوائے درد کی طبیعت۔" اس میں ایک

$$1 - \frac{1}{2} = \frac{1}{2} = \frac{1}{2} = \frac{1}{2} = \frac{1}{2}$$

پاپاں یس مس یاپاں

آپ اپنا دروازہ بسن یوں ہی کھلا رکھیے
کیا پتہ کوئی راہی بھول کر ادھر آئے



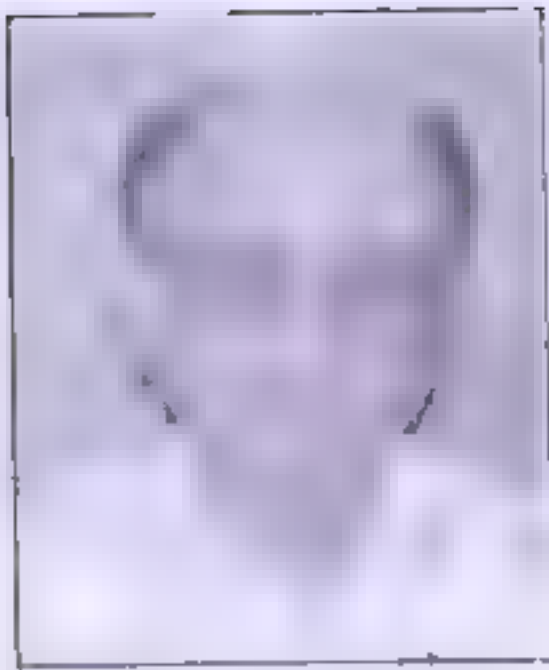
رافتہ رافتہ
۲۶ ستمبر ۲۰۰۳ء

ڈاکٹر راحت سلطانہ راحت حیدرآباد، دکن، ہندوستان

تفنی دنیا میں تھیں یہ نگار اور مزیات میں جہاں چھو پنے ایک اور شاعر تھیں۔
ہیں۔ ہاں ہی نظر لیے گا۔ اور ہم کافی باتیں سے ہیں بے شمار تخلیق کار ہیں جس سے جو اپنی نظریاتی
بنیاد پر سہارے ہیں۔ یہ نظریاتی سرشت میں شامل نہیں۔ یہ ایک خدائی تیز ہے۔ زندگی ہی وہ
قد کوئی اور ہے۔ رتنی کی دیر سے میں قید نہیں کی جا سکتی۔ یہ تو ایسے ایسے پہاڑ ہیں کہ اسے جو ہم
چاہتے ہیں۔

راحت سلطانہ صاحبہ نے فلم نے بھی سی سوس فلمیں بنائیں ہیں۔ انہیں اپنی، ان کا آپ تعین
یہ سوس کے اسٹیٹ کی، رتنی ہندوستان کے مقبوض اور موروثی گوشہ عظیم سب ویدی کی (ان) اہلیہ
شاعری پر مقالہ لکھ کر حاصل کی۔

تفنی ہماری قون مجھے سہارا۔ اسے جاننے کے مختلف کرنے چاہتے ہیں۔ راحت سلطانہ
ان تمام سوس کے اسٹیٹ کی، رتنی ہندوستان کے مقبوض اور موروثی گوشہ عظیم سب ویدی کی (ان) اہلیہ
شاعری پر مقالہ لکھ کر حاصل کی۔



حصار ذات کی محدود وسعتوں میں ذرا
بیکل کے دیکھو تو دنیا بڑی کُشادہ لگے

راشد انور

۲۷ مارچ ۲۰۰۱ء

راشد انور

حیدرآباد، آندھرا پردیش، ہندوستان

میں نے اپنے بچپن میں ہی اپنے والدین کی وفات سے محروم ہو گیا تھا۔ میرے والدین نے میری تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے تمام ممکنہ کوششیں کیں۔ میں نے ایم اے کی تعلیم مکمل کی۔ پھر میں نے ایک سال کے لیے ایک سرکاری ملازمت کی۔ پھر میں نے ایک سال کے لیے ایک سرکاری ملازمت کی۔ پھر میں نے ایک سال کے لیے ایک سرکاری ملازمت کی۔

میں نے اپنے بچپن میں ہی اپنے والدین کی وفات سے محروم ہو گیا تھا۔ میرے والدین نے میری تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے تمام ممکنہ کوششیں کیں۔ میں نے ایم اے کی تعلیم مکمل کی۔ پھر میں نے ایک سال کے لیے ایک سرکاری ملازمت کی۔ پھر میں نے ایک سال کے لیے ایک سرکاری ملازمت کی۔ پھر میں نے ایک سال کے لیے ایک سرکاری ملازمت کی۔

۔ وہی وہی ہے جی نہیں یا۔ دریدر تہا ہی وہی وہی وہی۔ وہی وہی
اس "برمی عادت" کو جانتے ہوئے مجھے ہنسا کر لکھوایا۔

پھر انہوں نے پتہ پار۔ میں بھی "میرا امام مرزا رشید علی خان ہے۔ تجھے آکر ہے۔
ادبی دنیا میں راشد آکر کے نام سے معروف ہوں۔ ۳۱ اگست ۱۹۳۱ء کو حیدرآباد، دکن میں پیدا ہوا۔
تعلیم انگریزی ادب میں بی۔ اے اور پھر ایل ٹی بی اور پی ایچ ڈی حاصل کی۔
میری "اپنی زندگی کا آغاز دس برس کی عمر میں شاعری کی دل چسپی کی وجہ سے ہوا۔ پندرہ
۲۰ برس کی عمر سے شاعری شروع کی ۱۹۴۹ء۔ ۱۹۵۰ء سے ہفت روزہ "شعر کہہ" و "مرثیہ" میں پڑھنا اور
جراہ میں چھپنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ میں شعر کہتا ہوں اور تنقیدی مضامین لکھتا ہوں۔
میرے مطبوعہ شعری مجموعے یہ ہیں۔

- ۱۔ نقش آبر (ستمبر ۱۹۶۳ء) ۲۔ صدائے تیشہ (ستمبر ۱۹۶۱ء)
 - ۳۔ تب ویدہ (نومبر ۱۹۶۴ء) ۴۔ خاک ادا (دسمبر ۱۹۶۹ء)
 - ۵۔ جمع و خراج (دسمبر ۱۹۹۰ء) ۶۔ منزل شوق (اپریل ۱۹۹۱ء میں دو حصوں میں شائع) (۱۹۹۲ء)
 - ۷۔ زخموں کی زباں (دسمبر ۱۹۹۳ء) ۸۔ قرض جاں (۲۰۰۱ء)
 - ۹۔ چار ترتیب شدہ شعری مجموعوں کا حساب اچھے نقد نگینوں میں اور دریا کاں کو یک جا کرنے
"اندوختہ" کے نام سے جنوری ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔
 - ۱۰۔ میر کی غزل گوئی ایک جاہزہ (۱۹۹۹ء)
- مطبوعہ تنقیدی مضامین یہ ہیں۔

- ۱۔ ادب کی جدیات، ۲۔ جاں نثارانہ کی شاعری، ۳۔ شاعرانہ کمالات، ۴۔ سیمان دریا،
 - ۵۔ منہ و مٹی اندین، ۶۔ مٹی سرور، شعری کی آزاد شاعری، ۷۔ آگنی آکھن، ۸۔ سحرمد صبا توئی،
 - ۹۔ ساجی حالات اور ادیب، ۱۰۔ اچھے کا جب تیر رفو شاں، ۱۱۔ فن کار کی آراء کی ظہار، ایک
جدیداتی تجربہ، ۱۲۔ ارادہ بگوں میں تج بوں کے امکانات، وغیرہ۔
- راشد آکر صاحب سے مزید شکوے قلمی میں محترمہ قابل متین دیکھی ہو ایک مختصر خاکہ۔ آپ
و پڑھو اگیا ہوں گی۔ راشد آکر صاحب کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے مختصر تحریر جان سکی۔ اقبول متین
لکھتے ہیں۔

"تعلیم نہیں دے ایک سفید صحت۔ وہ اپنے اہباب میں راشد آکر صاحب میں رشید علی
خان سے بہت سے ہوتا ہے چاہے کچھ بھی جانتا ہے۔ وہ اس امر پر راضی نہیں
(Anstocracy) میں سمجھتا ہوں کہ وہ رشید آکر صاحب کی دیکھ کر ہوتا ہے۔ وہ
لوکا جس نے فرش کے نیچے چھپے نہیں کیے۔ وہ سنہ ۱۹۲۰ء کی دہائی کے دور میں
کا سودا اس کے سر میں سما گیا تھا۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں وہ لوکا نے ٹیٹن کی دہائی میں

علاوہ قلموں کے ذریعے فراموشی ہر لمحہ مانی نہیں رہی۔ انھیں وہ سب کے سب یاد تھے۔
 اور یہ ایسے ہیں سب کے سب ان کی آیتات قویہ ہیں۔ یہ وہ سب کے سب ان کی
 اور ادب کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ خود میر کے کتب خانے میں کے سب کے سب یاد تھے۔ یہ سب
 شعرائی بڑی نایاب دستخط شدہ کتب ہیں۔

پن لندن کے تمام بڑے بڑے قعات یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔
 ان یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔
 سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔

صرف امید پہ قائم ہے نظام عالم
 زیست احساس تمنا کے سوا کچھ بھی نہیں

تو صاحب نے شہ آرا شاعریوں پر سبقتیں لیں۔ یہ سب سب یاد تھے۔
 ان کے سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔
 ان کے سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔ ان کے سب کے سب یاد تھے۔

| | |
|-------------------------|-------------------------|
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |
| ان کے سب کے سب یاد تھے۔ | ان کے سب کے سب یاد تھے۔ |

Mr. Rashid Azar,

Apt. 3-C, Block 3, Falcon Crest, Road No. 10, Banara Hills

Hyderabad, A. P. 500034, India.



تیار۔ کے سوچے سے محروم رہے۔ میرا چاہنا تھا کہ وہ
بڑے بڑے لوگوں سے مل سکے۔ مگر وہیں ہم سب مل کر رہا تھا
اور ہم سب جہاں سے خود کو آزاد کیا۔ رضا علی عابدی

رضا علی عابدی

نندن، برطانیہ

نندن میں یہ ایسے مقامات ہیں کہ آپ دیکھ کر حیرت سے رہ جائیں گے۔ وہاں پر نقش
کر جاتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

یہ وہ مقام ہیں جہاں سے دنیا بھر کی قومیں نکلتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے
آپ فریادیں اٹھاتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے آپ فریادیں اٹھاتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے
رضا علی عابدی کا نام سامنے آتے ہی یاد آئے۔

میں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔
ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔
ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔
ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ ان لوگوں نے ان لوگوں کو اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔

میں نے انہیں دیکھا تھا۔ یاد نہیں کراچی پر میں کلب میں گیا تھا۔ یہاں سے دفتر میں یا
کبھی اور، مگر باقاعدہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ پھر بی بی نے کہا کہ میں نے انہیں چھوڑ دیا۔

[illegible][illegible][illegible]

1. 在 1949 年 10 月 1 日以前，
 2. 在 1949 年 10 月 1 日以后，



سطالعہ سے خرمین و دل روشن ہوتے ہیں
کتاب انساں کی بہترین دوست درسا تھی ہے

ڈاکٹر رضیہ حامد

بھوپال، ہندوستان

جائیدادیں ہیں مٹی ہیں۔ پستان کے ماتے میں سے۔ نور میں، مٹی میں، مٹی
تیا جتنی پرستے تھے جس قدر کہ ان کے ان مددگار تھیں وہاں کہ۔ مٹی پرستے ہیں مٹی
ہوتی ہیں کہ ہر مطالعے میں قاری ان سے تھیں وہاں کہ۔ مٹی پرستے ہیں مٹی
مٹی کی تھیں مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔
کے سرمایہ مجھے کام بھی "فکر و آگہی" کے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔
گزشتہ اٹھارہ (۱۸) سال سے شائع کر رہی ہیں۔ ان کے لئے مٹی پرستے تھے۔
ان کی تھیں مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔
کے مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔
انہیں (مٹی) اور انہیں (مٹی) شائع ہوئی ہیں

۱۹۹۰ء شیعہ مٹی کے تھیں مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔
رکتے ہیں۔ دونوں مل کر اردو زبان و ادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔
۱۹۹۰ء شیعہ مٹی کے تھیں مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔ مٹی پرستے تھے۔



مردوں و عورتوں میں سدا چاڑا خوشی کی مل نہ سکے
نام ہرگز ہے سالم صاحب، چلے اب فراہمے گھر

سالم
محمد سالم

محمد سالم

نیوجرسی، امریکہ

سالم صاحب اپنی غزل سارے مجھے مطلع تھے

میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔
میں نے انھیں میں ساری پیمائشیں کی ہیں۔ شام والی شام صاحب چلے آئیے۔

کامیابی سے محنت و مہنت کی نسبت سے اور اپنے طلب صادق ہو تو انسان کبھی بھی گھٹالے میں نہیں رہتا۔ اور بات سنے تو شاید ہمیشہ افسوس و حسرت کا مد و پسپا ہوا ہے اور ہم ٹھہرے اُس زمانے کے لوگوں کی نسل کے ہوسٹوں میں میں یقین نہیں کرتے۔ بچے تو دینے کے لئے ہی ہے۔ خدمت کا نعم البدل روحانی خوشی دیتی ہے جو مدد سے نہیں ملتی ہے۔ اور یہ بھی رت اعزازات سے نہیں حاصل ہوتا ہے۔ یہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے قدم سے اندر ب اعزازات کا نام لیتے ہیں۔ وہ چند لمحے کے سے خاموش ہو گئے۔ اس سے بعد انہوں نے اپنے بارے میں مناشرا کیا

”میرا پورا نام محمد سرائے اور قلمی نام ہے۔ تاریخ پیدائش ۶ اپریل ۱۹۳۳ء اور مقام پیدائش محلہ مہوان، راجننگا، بہار، ہندوستان ہے۔ لیکن اُس کی سند کے مطابق میرا سنہ پیدائش ۱۹۳۶ء درج ہے۔ ابتدائی تعلیم اور فارسی کی کچھ پر مولوی عین سہیل کی تعلیم کے بعد کانپور کی تعلیم دھوری رہی۔ ایسا ہوا کہ شروع شروع میں میرے والد مرحوم مجھ کو کھیر بنا رہے تھے۔ مگر بعد میں انہوں نے ان خیال میں دیکھا کہ مجھ کو وکیل بنانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن مجھے ویل بننا پسند نہیں تھا کیوں کہ نکالتے پہلے میں جی اور تھمت میں کوئی امتیاز ہی نہیں برتا جاتا بلکہ جھوٹ کو برا تصور کیا جاتا ہے جو میرے مزاج سے بالکل خلاف تھا۔ یہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے جب میں بی اے کے آخری سال میں تھا اور اسی زمانے میں امرہند سیکولر انسٹیٹیوٹ قائم ہوا تھا۔ اچانک یہ خیال آیا کہ یوں نہ ہی اے بی اے کی پڑھائی چھوڑ کر جیسے سے انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لے لیا جائے گا۔ بی اے کے بعد والد کی جانب سے مجھ پر بی اے کی پڑھنے کا دباؤ لگنے کا حال ہی پیدا ہوا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب والد صاحب کو حقیقت معلوم ہوئی تو وہ بہت انوں تک مجھ سے ناراض رہے۔ لیکن پھر میں نے نہیں منایا۔ بہر حال بیوہ کا صلہ کرنے کے بعد میں بھارت بیوی ٹیکسٹائلز لمیٹڈ، بھوپال (Bharat Heavy Electricals Ltd., Bhopal) کے آل انڈیا مقابلے میں بیٹھا اور کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد بھوپال بھینے سے مجھے ٹریننگ اسکول میں انچارج (۸) مینیجنگ انسٹیکل آف ٹریننگ (specialised training) کی۔ اور ۱۹۶۰ء میں اس کا رخانے میں اسپلشن ڈیپارٹمنٹ (Inspection Department) میں جونیئر انسپکٹر کے عہدے پر بحال ہوا۔ پھر والد مرحوم کی خوش پر وہاں کی دس سالہ خدمت ترک کرنے کے بعد میں بھن و بکس چلا گیا اور آبائی جاہدوں کی بھوپال میں ٹک گیا۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد ظفر الدین بھی اب ہیں۔ اس کی صحبت میں مجھے بھی بہت کاشق ہوا۔ میرا ذاتی صیغہ و فکشن کی جانب تھا۔ عبد علیہ شہر ایم اے اور پریکچرل کے ساتھ ساتھ رتن ناتھ سہاسی کی تدبیر محمد ارشد ظفر کی وغیرہ۔ وہ خوب پڑھا۔ نیکو کاموں اور اثرات چند کے کاموں چند راتوں کی یادیں بھی پڑھائے۔ شہرک تک میرے پسندیدہ ماہنامہ جیسویں صدی تھا۔ اس کے افسانوں کو پڑھ کر مجھے بڑا اظہ آتا تھا۔ اب بھی یاد کرتے ہوں کہ آتی ہے۔ ماں میں اسی انور جانوں و بہت پسند رہا تھا۔ کچھ قویہ کے ذوق مرحوم کی کہانیوں سے مجھے افسانہ لکھنے کی تحریک ملی۔ چنانچہ چھپنے لگا۔ وہاں میں فسانے لکھنے کی تدبیر بھی تھی۔ مگر طبعیت

مجتہد نہیں تھا کہ میں امت سے ہے۔ چنانچہ ان ہی دنوں انجمن ترقی پسند متحسین اور جند تہا ن
 نشستیں یہ منازل میں ہوا کرتی تھیں۔ میں وہاں ۱۳۵۴ھ میں جانے لگا تھا۔ لیکن میں نشست میں سے وہ
 سامعین حیثیت سے تشریف ہوتا تھا۔ تاہم ۱۳۵۵ھ کے سال میں جنگ کے ماضی پر ایک کہانی کی
 بنی گئی۔ میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کہانی و نشست میں پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے وہ
 کہانی پڑھی جس کی کافی پیرانی ہوئی۔ اس نشست میں مولانا عبدالعلیم آسی مرحوم، مفتی امام، مفتی
 تہاب حسن، مولانا نور مرحوم، شمیم بیٹی مرحوم، سید منیر، سید محمد شمیم وغیرہ موجود تھے۔ وہ
 کہانی بہت سہل، سلیس، دلچسپ تھی۔ ان ہی دنوں اپنے دوست سید محمد شمیم ترفیہ پرایہ غرض
 تھی۔ اس غزل پر انہوں نے اپنے والد صاحب کی فکر کی مرحوم سے صلاح و ذکر کیں۔ یا میں
 پر اس امتحان کی جو پورے نصف پر شاخ ہوئی۔ اس کے چار شعر لکھے گئے۔

دب کوئی غلی مسخراتی ہے فخر انجام غوں راتی ہے
 تیرے وپے میں دب بھی جا تا ہوں اپنی رسوائی کا راتی ہے
 تم وفا کا جو نام لیتے ہو بے وفا کی بھی اڑاتی ہے
 میری دنیا کو دیکھو راسخ ان کی حسرت بھی مجھ جاتی ہے

یہ غرض بھی انجمن ترقی پسند متحسین شاخ درجہ اولیٰ نشست میں پڑھی گئی۔ اس نشست میں مظہر امام
 صاحب بھی موجود تھے۔ مصوف غزل میں زبردست خوش ہوئے اور مجھ سے کہا کہ شاعر کی جاری رہو
 کامیاب رہو گے۔ لیکن انہوں نے میں نے اس وقت ان کے مشورے پر توجہ نہیں دی اور صرف غزل
 نگاری ہی سے جڑا رہا۔ بالمشابہہ منزل کے دلی ماحول سے مجھے بہت پتھر روشنی ملی۔ مثلاً ہمارے
 چچا کے بھائی سید مظہر امام سے ۱۳۵۴ھ میں میرے مراد ہوئے اور چچا ہم دونوں ایک دوسرے سے
 کہہ رہے تھے کہ مظہر امام صاحب کی یہ ذاتی اپنی ہی ان کے کمر میں تھیں ان میں قیمتی
 کتابوں اور ادبی رسائل کا ہزار تھا۔ وہیں سے مجھے خدا پا کے شہزادہ بی ساطل مشائش اور
 ادب طیب، ساقی، ابی دین، شاعر، شاعر اور وغیرہ کے مقامات کا موقع ملا۔ یہ ادبی تفریح میری علمی و
 ادبی شوق میں بہت معاون ہوئے۔ نظریاتی اور فکری اعتبار سے جو کہ ایک دور کی ان اس وقت کے ادبی
 فکروں میں تشہیل پاتے تھے ان سے میں بڑی آشنا ہوئے۔ وہیں سے مجھے شبنم زیندار، پیدی، محمود،
 عصمت، سجاد ظہیر، قزوینی، حیدر، پیر، تاج، اشرف، ممتاز، مفتی، تہاب، حیات علی، مانی، رحمت اور یوں،
 سہیل، شمیم آبادی، احمد مدنی، قاسمی، یونس، دستگیر، شمس، قاضی، پطرس، بی کی، کے زید، اور یہ سب
 وہ کے کا موقع ملا۔ جو کہ فلاح، فیض، مراد، فخری، مدد، احمد، اختر، بیاض، وغیرہ کی شہری
 تعلیمات میں پڑھیں۔ اور ان کا کافی شرف، سب سے پہلے ان کی ترقی پسند فکری اور فکریات
 سے ان کا تہا ن ملا۔ یہ نشست بہت پرانے چھوٹی تھی اور اس کے وہ ادیبوں کی ہیں
 سب۔ اور یہاں پانچویں سال کے میں موجود تھا۔ ہمارے ان ادیبوں کی یہ سال الدن کی تھی

[illegible]

محمد سالم صاحب نے اپنی زندگی مٹا دے اور قلم کی خدمت میں مصروفِ اردی۔ سرمایہ "وقت، دھن باد، جہاز کھنڈ، بہار" نے ان کی خدمات کے اعتراف میں ایک خوب صورت اور ضخیم "محمد سالم نمبر" شائع کیا ہے۔ نئی سار پہلے سرمایہ "وازن، مالِ گاؤں، مہار شہر" نے بھی ان پر ایک خوش ترتیب دیا تھا۔ ان پر لکھے ہوئے مضامین کا ایک مجموعہ بعنوان "شخص اور عرصہ" ابوذر ہاشمی نے مرتب کیا جو شائع ہو چکا ہے۔ محترمہ شایینہ ام مہتمل یونیورسٹی میں ان کے فکروں پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار کر رہی ہیں۔ پھر بھی یہ اعترافات سالم صاحب کی خدمات کے مقابلے میں کم ہیں۔

ضروری ہے کہ صاحبِ کوان کی زندگی میں خراجِ محبت پیش کرنے کے لئے اہل علم و ادب، نیوجری امریکہ کے مذہبِ ہندوستان میں بھی ان کا جشن منعقد کریں۔ اور جو ادارے ہزاروں ڈالروں پر ان کے انعامات سفارشوں پر رہتے ہیں وہ ان گولڈ نشینوں کے کاموں کی طرف بھی توجہ دیں کہ "اعترافِ محبت و تقسیم" کے اصل مستحق اور حق دار تو ایسے ہی وہ ہیں اور ان کا حق انہیں ان کی زندگی میں مل جائے تو بات ہے۔

Mr. Mohammad Salim.

55 Manor Drive, Apt 8-0, Newark, N J, 07106, U SA



سعدیہ سیٹھی کی تصویروں کی مجموعہ

پروفیسر، جامعہ اسلامیہ، لاہور

پروفیسر، جامعہ اسلامیہ، لاہور

سعدیہ سیٹھی

نورنگہ، برطانیہ

برطانیہ میں نئی شہرہاں سے ریڈیو پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ان میں ڈانگھنچہ، شام کوٹے
باہر ریڈیو پروگراموں کے حاط سے خاصا دل و آغ ہوتا ہے۔ نیکم نام بھی وہاں سے ریڈیو
پر پیش کرتی ہیں۔ انہوں نے نئی جگہ سے یہ سنی سنی سے متعارف ہوا ہے۔ سعدیہ سیٹھی ریڈیو پروگرام
پیش کرتی ہیں۔ شاعرہ بھی ہیں اور افسانہ نگار بھی۔ ان کے افسانوں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) مشرق کی خوش بو (۲) رشتوں کا بھنور

ان کی شاعری کے بھی مجموعے شائع ہوئے ہیں (۱) ایک بہانے کی آرزو اور (۲) رقص خوش و کار
اور یہ بہانے شاعری کا یہ شاعرہ انہیں میں یہ بانی کار۔ ان کی غزل سے ایک شہرہ
سائنس کی ڈوری کا بندھن ٹوٹنے کی دیر ہے۔ مہربان منہ پھیرتے ہاں میں نے اسے دیکھا
ان کی اور کی غزل سے ایک یہ شہرہ بھی بانی کار ہے۔

نئی منہوں کی تلاش میں کوئی کامیاب ذوق۔ اس کی نئی روشی سر آہ پڑے ہوا ہے۔
سعدیہ کے افسانوں کی مجموعے "مشرق کی خوش بو" سے ایک افسانہ "عواں" بیوں "پڑھا" میں شائع
ہے۔ چھوڑ دینا ہے۔ تکرار کی میں ہوتا ہے۔ اس کے بھی بہت سی نئی شاعری ہے۔

مادہ کی خدمت سے ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کی والدہ کی خدمت سے ان کے دل میں چھوڑ دیا۔
 ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔

ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔
 ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔

بچی عمر کے خواب

"جور یہ تمہارا ماں کا خیمہ ہے" قرآن میں تو ہے "یہ رشتے تو قسمت و دھن ہیں۔
 ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔ ان کے دل میں چھوڑ دیا۔

اما کا بلڈ پریشر باکی ہو رہا تھا۔

"میں تم کو ہرگز ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

"اما آپ میری بات تو سن لیں۔"

"میں تمہاری وہی بات نہیں سن رہی تھی۔ ہاں تمہاری چھوٹی سی عمر میں بھی یہ مانے۔"

"اما چلیں مجھے سب" اب بونے پر پہنچ رہی ہیں۔ میری ایک ٹیڈی بلی اب بونے پر

اب بونے پر پہنچ رہی ہیں۔ میری ایک ٹیڈی بلی اب بونے پر پہنچ رہی ہیں۔

میں انہی پر نہیں اتارنا۔ اما آج کل کی سٹائٹ میں اتار دیا نہیں ہوتا۔ میں یہ دوسری

طرح کے شے دوسری ہے۔ اتار دیا نہیں ہوتا۔ میں یہ دوسری طرح کے شے دوسری

ہاں اس قابل ہوئے ہیں۔ ہمیں دینے کا زور دیا ہے۔ ہاں اس قابل ہوئے ہیں۔

ہاں اس قابل ہوئے ہیں۔ ہمیں دینے کا زور دیا ہے۔ ہاں اس قابل ہوئے ہیں۔

تیں اور وہ بہت سے بیٹے جو ان کی مدت مدت چار بیٹیاں تھیں آپ سوجھیں ان میں اور زمانہ انوں
میں بھائی کی بجائے پاچے سات تھیں جہاں سوتے تو ہمارے گھر میں تو اُٹھانے کے پڑ جاتے۔“
”مقتل نہ ہو یہ سارے متدر کے خیل ہیں۔ ان فضول باتوں میں کیوں اپنا وقت ضائع نہ
رہی ہو۔ اندر رکھے تمہاری اور نیال کی شادی کے ساتھ رضیرہ جیسے عورت کی شادی سے فارغ ہو جائے
و۔ باقی تین بچیوں کا بھی متدر وقت سے ساتھ ساتھ کھل جائے گا۔“

”میں آپ تو میری دشمن ہیں۔ خواہ سوچیے وہاں پر شادی ہوتے ہی میری Struggle کا دور
شروع ہو جائے گا۔ جب تک میں اور نیال بہنوں کی شادی سے فارغ ہوں گے میری اپنی اولاد بڑی
ہو جائے گی۔ تو وہاں میں زندگی میں یہ اٹھوں گی۔ ہر وقت کفایت شعاری ہر وقت کچھ کچھ خرچ کرنا۔
سوائے غمی خوشی کے اگر کبھی اتفاق ہو بھی جائے تو کئی نئی مہینے بجٹ کا متاثر ہونا ضروری ہے۔“
وہ تسمو سے ہوں۔ ”انی سواری میں کسی بھی دانیال جیسے بڑے سے شادی کر کے ساری عمر
کفایت شعاری میں نہیں گزار سکتی۔ میں تو یہ دہی سے شادی کروں گی جو امیر ہو۔ کم از کم اس زندگی کا
بھر پور لطف تو لے سکوں۔“

”نہیں ماما کچھ بچ بھی تو جاتے ہیں۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”ماما مجھے زندگی کو نبھانے کے لیے رہا ہے اور وہ میں ہمایوں کے سنگ نہ سکتی ہوں۔ وہ سب کچھ

آسانی سے افورڈ کر سکتے ہیں جو میں چاہتی ہوں۔“

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ تم نے سب کچھ پا لیا باا تہد مرید اور ہمیں خبر تک نہ سولی۔“

وہ ہیڈ پر ہنستے ہوئے بولیں۔ ”یہ ہمایوں کون ہیں؟“

”ماما ہمایوں انڈسٹریز کے مالک۔“

”کیا تم ملک ہمایوں کی بات کر رہی ہو؟“

”جی ہاں۔“ ”وہ نظریں جھکا کر بولی۔“

”جینی رشتہ اپنے حوزے کے لوگوں میں ہونا چاہیے۔ ہم ان لوگوں کے ہم پائ نہیں ہیں اور وہ شخص تو

شادی شدہ ہے۔“

”تو کیا ہو گا۔۔۔ وہ بتاتے ہیں۔۔۔ مجھے یہ نہیں۔۔۔“

”میں تمہیں اپنی زندگی سے تین دن اجازت نہیں دوں گی۔“ ماما غصے سے باہر نکل گئیں اور وہ
گتے سے گتے میں ٹپکنے لگیں۔

وہ اپنے خوابوں کی تعمیر۔۔۔ یہ نائنٹی۔ اس نے دانیال کو صاف صاف بتا دیا:

”وہ جدوجہد کی زندگی نہیں“۔ اس کی۔ اسے تو سب کچھ پلیٹ میں رکھا ہوا چاہیے۔ وہ پیرس،

لندن، مریٹھ، جارجٹن رت انجوسے رہنا چاہتی ہے۔ پارٹیا، امیڈ، رہنا چاہتی ہے۔ خوب اچیر ساری
شائیک رہنا چاہتی ہے۔“

یہ سب کچھ بتاتے ہوئے اس کے چہرے پر قوس و قزح کے رنگ بکھر رہے تھے اور انہیں
خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور پھر سب نے، نیچا۔ مایوں سے رشتہ ہونے میں سب سے زیادہ
رہا دانیال نے اور ادا۔ ماما، دانیال اور چو چو، وہ اس سے شرمندہ تھیں۔ مریٹھ یا برقیں، وہاں تھیں۔ سب
چھ یا گرب دلی سے۔ جب وہ خاموشی سے رخصت ہو رہی تھی تو وہ بختیار رو پڑیں۔

”دیکھو رضیہ اس بچی کی تم نگلی۔ کیسے ایسے ارمان تھے میرے دل میں اس کی شادی سے۔ اس
نے سارے ارمانوں پر پانی پھیر دیا۔ شادیاں ایسے ہوتی ہیں۔“

”اب چپ کر جاؤ منہ سے اور بیٹی کی خوشیوں کے لیے دعا کرو۔ یہ سب اس کی قسمت میں
تھا۔ بندہ قادی آئے اس کی قسمت اچھی لڑے۔ ابھی ہر تو بڑے زور و شور سے شادی کرتے۔ اب
نارے والا صاحب نے ہی منع کر دیا تھا۔ وہ ساری سے صرف نکاح کرنا چاہتے تھے۔ نہ جانے ایسے
پھانس لیا میری معصوم بیٹی کو۔“

وہ اب دل کے پھپھو لے نکال رہی تھیں۔

”رضیہ یہ سب پتھو میرے ساتھ ہی رہیں ہوا۔ اس کی نے مجھے نہیں کا نہیں چھوڑا۔“

”منہ سے اب چپ ہو جاؤ اور اپنی بیٹی کے اچھے مستقبل کی دعا کرو۔“

لندن، اچیرس، امریکہ، ناروے، کہاں کہاں نہیں، وہ گھومیں گے ملک۔ یہاں وہ قادیال دے گئے
ہوئے منہ سے اس کے چہرے پر پھوٹ رہی تھی۔ وہ مٹی خوش تھی۔ وہ اپنی پاس کے مایوں سے فرمائش
کی۔

یہ مطلب ”مطلب یہ کہ مدت نے آپ کو بات نہ مانے کا پتہ دیا۔ تم نہ بڑی۔“

”تمہیں تو کمری کی کیا ضرورت ہے؟“

”نہ درت ہے ماما۔ آپ کی تنخواہ سے تو سرف کھانا پیتا چلتا ہے۔“

”ماما، ارنگ دنیا میں اور بھی چیزیں ہیں۔ ماما میں ارنا چاہتی ہوں۔ نیے آکاش میں

چاہتی ہوں میرے پاس ہیر سارنی، دولت ہو اور میں دنیا بھر کی ساری خوشیاں میٹوں۔“

”راشنی“ وہ اٹھ اٹھی۔ سے بیٹی کی خوشیوں سے اڑ گئے گئے۔

”راشنی اتنے پسے نہیں دیکھتے۔ ان کا نبی مبرا ہوتا ہے۔“

”برائیوں ہوتا ہے۔ اچھی باتیں تو سوچتی چاہیں ماما اور پھر ہمار بھی حق ہے خوشیوں پر۔“

وہ خاموش ہو گئی اسے کچھ جیسے وقت واپس آ گیا ہے۔ یہی دنیا اس کے بھی تھے۔ مگر ملتا تو وہ

جو اس کا مقدر تھا۔

پچھلے ہی دنوں سے وہ میری تھی کہ راشنی کی مصروفیت بڑھ گئی تھیں۔ آج وہ اتنے دنوں بعد

اسکی بیٹھی تھیں۔ جب سے راشنی نے نوکری کی تھی، دنوں ماں بیٹیوں کو اکٹھے مینے کا موقع مہیا ملتا تھا۔

جب سے راشنی بیٹھی تھی۔ احمد صاحب کی باتیں کر رہی تھی۔

”ماما وہ اتنے گر لیں فل ہیں کہ کیا بتاؤں۔“

”بیٹا، مجھے یہ پسند نہیں کہ تم زیادہ کسی میں نہ ہو۔ اپنے کام سے کام رہو، ورنہ زیادہ کسی سے

بات نہ کیا کرو۔“

اس نے دیکھا کہ راشنی کے چہرے پر تاریک سایہ سا لہرا رہا۔

”ماما میں احمد صاحب سے شادی کر رہی ہوں۔“

”تم یہاں جہری ہو؟“ آج بڑے دن بعد وہ دنوں خوش رہا ہوں میں بیٹھی تھیں کہ راشنی کے

اس انکشاف سے وہ جھک رہی تھی۔

”نہیں راشنی یہ نہیں ہو سکتا۔ تم کو پتا ہے کہ احمد صاحب مہر میں تم سے دس ہزار روپے سال بڑے

ہوں گے۔“

یہ نضر حیات کلم نہیں ہے
ہر حال میں آدمی رہا پروں (صبا اکبر آبادی)

نظرِ حیات کلم نہیں ہے
نظرِ حیات کلم نہیں ہے



سلطان جمیل نسیم

کراچی، پاکستان

روہاں میں محترمہ سلطان جمیل نسیم کا جو مقام ہے اس کا تعین صرف یہ کہ ان کا تہ کرہ "گفتنی
حصہ" اس "میں شامل نہ پاتا۔ طریم سے بہت سے دیگر محترمہ "ایوں کی شمولیت اس کے ممکن نہ ہو سکی کہ
وقت بھی ملتا اور کتاب مذکورہ کی سخت بھی، نفع تری تھی۔ چنانچہ "گفتنی حصہ دوم" کی اشاعت کا
فیصلہ تب ہی کیا کہ میں اس شہر ساری کے اس رفعت اس سے نکل سکوں اور ان "ایوں کی محنت
کے ذریعہ اور ارادے ان کی محبت اور شہنشاہی کے نرم و نرم جذبات کے نقاش حسن وقید نوشتہ کرنے میں
اردو تک پہنچا سکوں۔

مشہور افسانہ نگار سلطان جمیل نسیم بھی ان ہی میں سے ہیں جنہوں نے قلم سے سوال نامہ
لے کر باوجود انہوں نے قلم سے قلم لیا۔ "گفتنی حصہ دوم" کا سوال نامہ انہیں محترمہ سلطان نسیم نے چننا، مگر
سلطان جمیل نسیم صاحب میجریشن (1 migration ہجرت) پر نیند اجانے کی تیاری میں مصروف
تھے۔ انہیں ترک وطن کے نیند جانے میں اس لئے تاثر یوں نہ تھا کہ "توں ان کے نیند منتقل ہونے
میں پاکستان کی محنت و دشمنیت میں وہی حلال نہیں پڑتا۔ سید نے قانون کے مطابق آپ چاہیں تو وہی
شہریت کے حامل بن سکتے ہیں جس کے نام پر ان کی شہریت اختیار کرنے والوں کو یہ سمجھ نہیں۔

مجھے جب علم ہوا کہ سلطان جمیل نسیم کنیز اختلال و جنت میں قتل کے مرتکب ہو گیا
(مقیم کنیز) کو فون کر کے سلطان جمیل صاحب کا نمبر لیا اور ان سے یہ پوچھا کہ یہ کتنی سے فون
کرتے ہیں بات حاصل ہوئے کہ تصویریں ان میں سے کتنی فون یا قلم مصروف کرتے تھے۔ پھر
فون کے جواب میں ان کا خیال یہ تھا کہ جی ایف ایف ایف میں اس وقت سے کہ پھر کیا باتوں کا جواب
تھہر ہو پنی یا اشت میں مختصر کرتے ہیں۔ یہ خط و کتابت
محطات ادب محترمہ سلطانہ مہر

آپ و تسیر میں نے آپ کو خط لکھا آپ کی خوشی کے حق میں آپ کے سوا
کے جو بات تھے اور آپ نے فون کیا۔ لیکن میں کوئی بات یا پتہ نہیں دے سکتا اس کے
کچھ کہنا ہوتا ہے وہ بزبان قلم کہہ دیتا ہوں۔

ایک وقت کا راجہ کے رہنے والے وقت سے آپ کی شہر کی خبریں پتہ ہوتا
ہیں۔ نتیجہ آپ کا فون کیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے انہیں یہ بات لی۔ ان کا
سایہ نے آپ کا فون نمبر اس کے بعد انہیں تصویر بھیج دیا۔
لکھنے تصویر حاضر ہے۔

جب فون بات دیرنی ہی نہیں کرتے دیکھتے ہیں تو اب یہاں (مکہ آبادی)
نہیں ہے میں آئینہ ہوں جی آپ کی خدمت۔ اب وہ سب پتے چھپ گئے۔
اب جو گزروے یا مقدر یا نصیب

۴/ دسمبر ۱۹۵۰ء مخلص، سلطان جمیل نسیم

یہ سب باتیں پہلے سیدھی سیدھی لکھی تھیں اور جوں جوں جملہ معاملات میں وہاں سے
مال کی تہنیت قبول فرمایا اور اس سید میں پندہ نظر میں آئی تو سمجھا کہ ان
سلطان جمیل نسیم مشہور تاجداروں کے بیٹے ہیں ان کا شمار شہریت کے
ہوں؟ یہ وہ خود بتائیں گے۔ میرے پاس تو ان کا صاحب یہ باتیں تھیں۔
درمیان میں وہ اپنی ناقص لکھی کہ اب یہ پتہ چھپا پتی ہیں۔ میرے پاس تو ان
جمیل سے، نسیم تخلص۔ ہارن پیدائش ۱۹۱۳ء است ۱۹۵۳ء (آرہ یو پی، بھارت) اب وہ گتہ ۵
اس میں جو جگہ یہ تھا کہ آبادی۔ ہارن پیدائش ۱۹۱۳ء است ۱۹۵۳ء والدین شہر کے
ہے۔ فون کی تشددی سلسلے میں یہت ہیں وہاں کے خاندان کے سربراہ ہیں۔ مخلص کی سب
سے بھی رشتہ مالتے۔ بہر حال ہارن کی عمر ۴۰ یا پھر ۵۰ سال کی ہے اس لیے اس کی
آہٹ میں تھا، جب کہ انہیں ۱۹۵۰ء والدین کے ساتھ اپنی رہنمائی کے لیے مدعو کیا
گیا، انہیں اپنی میں ایک سال کے بعد یہ آبادی منتقل کیا گیا اس لیے اس کی مدد
اسول کے کوئی نہایت پائی۔ یہاں پر فون کی ۱۹۵۵ء میں یہاں سے مدد ملی

۱۔ پارکسٹن ہیر (سینٹ) ۱۔ پارکسٹن مرید پورستان حیدرآباد میں ۱۹۶۵ء میں ڈی ایل (UBL) میں ملازمت مل گئی۔ یوں ندران سندھ کے نئی چھوٹے بڑے شہروں میں رہنے کا تعلق رہا۔ ۱۔ ستمبر ۱۹۶۳ء۔ شاہی ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں۔ پتی چاہ۔ سو گیا جہاں جو یاد بازار روضہ بازار اور پھر روضہ جیسی بڑی پرانچوں میں قیام رہا۔ ۱۹۷۲ء میں ۱۹۷۳ء میں بی اے اور ۱۹۸۰ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔

۱۹۸۰ء میں تھانی لینڈ، ۱۹۸۴ء میں سنگا پور، ہیشیا، انڈونیشیا کا مختصر دورہ کیا۔ ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۳ء میں فلپائن، مسریہ ۱۹۹۹ء میں نیڈا اور امریکہ گھومے۔ بکینڈ کی شہریت بھی رکھتا ہوں۔ ۱۹۹۵ء میں ڈی ایل سے نائب صدر کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔ ۱۹۸۸ء میں پہلے عمر دیا تھا۔ ۱۹۹۵ء میں دوسرے عمر دیا ۱۹۹۶ء میں جج کی سعادت حاصل کی۔

۱۱۔ میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ دو بیٹوں ورہو بیٹیوں کی شاہی ہو چکی ہے۔ جو پتو سلطان جمیل نسیم نے بتا دیں حوالے سے ان کے حوصلے اور ان کی جدوجہد قابل تحسین ہے کہ وہ شاہی کے بعد ملازمت کے ساتھ تعلیم کے حصوں میں بھی مصروف رہے اور اعلیٰ تعلیم کی منزل تک پہنچے۔ ان کے افسانوں کے چار مجموعے اور ریڈیو پر نشر ہونے والے سات ڈراموں کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ فسانوں کے مجموعوں کے نام اور ان کے سنہ اشاعت یہ ہیں: ”کھویا ہوا آدمی“ ۱۹۸۵ء میں ”سایہ سبب“ ۱۹۸۹ء میں ”ایک شام کا قصہ“ ۲۰۰۵ء میں اور ”میں آئینہ ہوں“ ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئے۔ ریڈیائی ڈراموں کے مجموعہ کا نام ”جنگل زمین خوشبو“ ہے۔

”آپ نے افسانے لکھنا سب شروع کیے؟“ سلطان جمیل نسیم کہنے لگے: ”اب خون کی ریش میں شامل ہے۔ ۱۹۵۵ء میں شعر کہنا اور افسانہ لکھنا شروع کیا تھا۔ شاعری کے بارے میں اندازہ ہو گیا کہ اگر غزل گوئی کو فن ٹھہراؤں گا تو حبیب جالب سے آگے نہ جاسکوں گا، اگر نظم نگاری پر توجہ دی تو متیم نیازی بن کر رو جاؤں گا۔ اس لئے تیسرے درجے کے شعرا میں آن پھنسون تو شعر نہ لکھنا چاہتا ہوں ورنہ حاصل وراپن کا مافسانہ نگاری ہے۔ ۱۹۵۳ء میں پہلا افسانہ شائع ہوا۔“

سلطان جمیل نسیم کی گفتگو بھی اس کے نام کی طرح شگفتہ اور خوب صورت ہے۔ اور ان گفتگو کر آیا وہیوں کی مراد ہندی کا کہ اس سے اردو اب اور زبان کی ترویج کو نقص پہنچتا ہے۔ مگر سلطان جمیل کی فکر مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”مہذرت کے ساتھ عطف روں کا کہ میں اس بات سے بالکل متعلق نہیں ہوں کہ وہیں کی روپ ہندی نے اردو اب اور زبان کو نقص پہنچایا ہے۔ جو کہنے والا خیال وہیں اور زبان کے بارے میں شہید رہا ہے اسے اس سے کہی اس کا متاثر مل گیا۔ روپ ہندی کے ماتحت جس کو بھی بائیں پر چڑھایا گیا وہیں پندرہ سوں میں منہ کے بل زمین پر تن کرنا اب کی تاریخ میں بہت سے حوصلے مل جائیں گے۔ آپ کے اگلے سوال کے جواب میں یہ بھی کہ زمین کے کسی حصے میں، میں

نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اردو ادب میں اس کی بھی اعتبار سے خسارے میں رہا ہوں۔ لیکن میری بیگم مجھ سے متفق نہیں ہیں کم از کم مالی اعتبار سے۔

سلطان جمیل اس نقطہ نظر سے بھی اتفاق نہیں رکھتے کہ اردو زبان کا مستقبل وئی بہت خوش آمد نہیں۔ ان کا جہاں سے کہیں زبان میں زندگی رہنے کی حمایت نہیں ہے تاہم جو زبان پرست اور مذہب تک مہم جوئی کی محاسن پر پامال ہیں ان میں سے یہ شاعری کے ساتھ، اسی زندگی کے ساتھ ہے۔ زبان کا مستقبل ہماریک نہیں ہے۔ آج کل سارا مباحثہ رسم الخط کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ رسم الخط بھی بظاہر سوچوں میں سال تک مہم جوہ و صورت میں قیام رہا ہے۔ میں جس رسم الخط میں افسانے لکھ رہا ہوں فی لیں اس کے بدلنے کا حامی نہیں ہوں۔ آئینل مجھے مار کیوں؟

اور اگلے سواں کے جواب میں ان کا جواب ہے "میں یہ اس طے ہوا ہے کہ کو پسند کرتا ہوں جس کی تحریر سے روشنی کی ایک کرن جی قلم میں متل ہو جائے۔ اور "وہ طے ہو چکے ہیں کہ وہ چر رہے ہیں" میری زندگی کا سب سے یادگار۔ یادگار سے آپ کی مراد بھی نہ سمجھ سکتا ہوں، اتفاق ہے تو وہ تمیں تاریخوں پر پچھلے جواب ہے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء کو یہ طے ہے ۳۰ نومبر ۱۹۹۱ء کو رات تک میرے والد حضرت صبا ابراہیمی امداد آباد کے ایک ہسپتال میں جلد پریشہ چیمبر کے کمرے میں میرے بھائی شعیب عالم کے ساتھ خود چل کر گئے، اور ۳۰ نومبر کو اپنے چار بیٹوں کے کاندھوں پر وہ اس کے۔

سلطان جمیل شعیب بھی چاق و چوبند ہیں۔ وہاں آتی ہیں وہاں سے سوائے رائے کے "اب تیرے رتی ہیں، سر بھکا مراد سے بہتے زار و باقی ہیں کہ زمر پر "قلم شہادت" رکھو۔ یہاں یہ وہاں حقیقت ہوتی ہیں، جبرامدن رہتے جنتی ہیں اور یا ٹیپ کہ ان کے افسانوں کا پانچواں نمبر اس تذکرے کی اشاعت تک پایہ تکمیل کو پہنچا ہوا ہو۔

Mr. Sultan Janul Nasim,

A-49, Block 3 Gulshan-e-Iqbal, Karachi, 75300, Pakistan

OR,

315, 10 Willowridge Rd, Etobicoke, ON, M9R 3Y8, Canada

یا محمد یا محمد بن سجاد
ہم اس سے بہتر کوئی وظیفہ پس

سلطان محمود
3/12/53



سلطان محمود

برصغیر، برطانیہ

”قلم کے ذریعے انہوں نے ادب میں ہو یا سنی فتنہ میں، دونوں میدانوں کے شہسوار سچائی کے انبار کو اپنا سیوا سمجھتے ہیں۔ خبر یا مواد کی تلاش، ویب صحافی کا مسئلہ ہوتا ہے۔ سچی فی کے لیے یہ آسانی ہے۔ خبر یہ واقعہ اس کی دسترس میں آتے ہی رقم ہو جاتا ہے لیکن، ویب جب تک تجلیں کی اس منزل میں ”میرٹھ“ نہ رہے اور مخصوص صنف ادب کی فنی اسلوبیاتی اور فکری قدر یا، صوبوں کا لحاظ نہ کرے اس وقت تک فن پارہ وجود میں نہیں آ سکتا۔“

ان خیالات کو قلم بند کیا ہے ڈاکٹر ممتاز احمد خان نے جو ان کے مضمون ”ادب اور صحافت“ قریشی ورفی سے ”طبوغہ روزنامہ“ جنم 9 ستمبر 2002ء کا ایک اقتباس ہے۔ ڈاکٹر ممتاز صاحب کا یہ مضمون اپنی جگہ خوب ایک بصیرت افروز ہے۔ اسی طرح ممتاز سنی فی اور ادیب سنی فی کی کتاب ”سناچہرے“ جو 2003ء میں شائع ہوئی ہے ایک اہم کتاب ہے۔

کتاب کی فہرست پر نظر آئیے تو مضموعات کے لحاظ سے یہ کتاب سنی فی کا لم، خودنوشت، خاکے اور تھمے فلسفوں کے ایک مجموعے کے ضمن میں آتی ہے۔ اس کتاب کی تمام مہمانیاں یا مضمون نگارین نہیں ہیں بلکہ انھیں ”دارالافتاء میں“ کہنا چاہیے کہ جو واقعات معصوم پر نازل ہوئے یا جن سے معصوم

”میں تو برقیاتی کی دنیا میں ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے داخل ہوا تھا اور جسے سب گزرنے کے بعد آج بھی میں صرف ایک رپورٹر ہی مانتا ہوں۔ میں نے وہی ادیب ہوں اور نہ شاعر، نہ صاحب طرز، نہ نگار، نہ داستان طرز، نہ صرف خبریں لکھنا ہی میرا اہل تجربہ ہے اور اس میدان میں بھی ابھی مجھے بہت کچھ دیکھنا اور بہت کچھ سیکھنا ہے۔“

خبروں کی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے اور یہی زبان کتاب نویس کے لیے بھی استعمال کی جائے تو غلطیوں کا اہکان بہر حال موجود رہتا ہے۔ میں کتاب کی زبان سے غیر آشنا غمخیز اور کسی زبان میں اس کتاب کو تحریر کرنے پر مجبور ہوں جو مجھے آتی ہے۔ لہذا آپ کو میری غلطیوں کو بھی برداشت کرنا پڑے گا اور میرے انداز تحریر کو بھی۔ بہتہ ایک بات کی میں آپ سے درخواست کرچاہوں گا کہ میں نے ایک اہم منصوبہ کی بنیاد رکھ دی ہے اور اس پر جیسا قیاس مواد بھی دستاویزی طور پر فراہم کر دیا ہے۔ آگے مل دانش، اہل نظر اور اہل قلم دونوں کا کام ہے کہ اپنی ذات اور اپنے روشن مستقبل سے مل بھر کو بے نیاز ہو کر اس اہم موضوع کی طرف بھی توجہ دیں۔“

سلطان صاحب کی اس کتاب کو پنجاب یونیورسٹی کے طلباء حوالہ جاتی کتاب کے طور پر پڑھتے ہیں۔ مشہور اسکالر اور دانش ور ڈائریکٹر لدھوی ان کی سب کو ”مثبت قومی خدمت“ قرار دیتے ہیں۔ ان کی کتاب ”باقی سب خیریت ہے“ عوام میں بے حد مقبول ہوئی۔ اسے پڑھ کر ایک حوالدار امتیاز علی نے خط کے ذریعے ان سے فرمائش کی کہ وہ ایسی ہی ایک اور تصنیف منظر عام پر لائیں۔ سلطان محمود نے اس وطن کے جہان سپاہی کی خواہش کے تحت اس میں یہ کتاب مرتب کی۔ یوں انھوں نے ادب اور صنعت دونوں میدانوں میں خدمات انجام دیں۔

ڈائریکٹر احمد علی اپنے اسی مضمون ”ادب اور صنعت“ قوتیں اور فضا“ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ اچھا ادب اپنے پڑھنے والے پر یہ تاثر دلانا چاہتا ہے کہ اس سے جانوں کا جو بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ ادب انسان کو مدد بھی سکتا ہے۔ ادب قلم میں وہاں سے قربت سے بھی بنا رہا ہے۔ صرف منظر عامی نہیں کرتا۔ ادب میں سب انسانی، اجتماعی، اقتصادی، تعلیمی، برشتوں کی شکست، خوف، وحیر، مفلسی، معاشرتی عدم توازن، جیسے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے اور اس پر اسے قوت کی بہت سی کا شعور بھی ملتا رہتا ہے۔ خدا کی ہستی اور جہانوں میں شہادت صدیقی جیسے ناول نگار نے شہر کی اور دیہی معاشرتوں کی حقیقت پر اندازہ لگایا ہے۔ جرائم پیشہ افراد کی کتاب کشنی کی ہے۔ یہی کام انگلینڈ میں چارلس ڈکنسن نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا۔ صنعت میں بھی یہی سیرا رہا ہے۔ یہی ہے۔ وہ دیرایوں کے خاتمے کے لیے اپنے طور پر خبروں اور مضامین کے ذریعے احساس دہانی ہے اور حکومتوں کو اصلاح حوالے کے لیے آمادہ کرتی ہے اور دوسری طرف عوام انسان میں ایک نئی حس کہ نظم کو اپنانے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ جس طرح ادیب پر رائج زبان رسنے میں مامیوں، ستاروں، دیہات اور قصبوں کے کام لیتا ہے اسی طرح سانی بھی اپنے کام کرتا ہے مگر اس کی راتوں کی زندگی میں رہتی ہے۔ صنعت کا ایک بڑا انسان

[illegible]

اب آپ یقیناً یہ جاننا چاہیں گے کہ میں نے کس کا واحد کون سے "قانون" اس تھا مگر سنئے کہ ان کا نام راجہ آئنرل جیک اسٹرا ہے۔ جو برطانیہ کے وزیر داخلہ اور نیاک چند زیرک سیاست دانوں کی صف میں گننے کے ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں وزیر اعظم اور وزیر خزانہ کے بعد سب سے اہم اور کلیدی عہدہ وزیر داخلہ ہوتی ہے۔ ملک میں پولیس، مسلح فوج، قانون نافذ کرنے والے تمام ادارے اور خفیہ ایجنسیاں وزیر داخلہ کے ماتحت ہیں۔ اپنے بیٹے کو خود اپنے، قوموں پولیس کے حوالے کرنے کے بعد مسٹر جیک اسٹرا نے برطانوی پارلیمنٹ میں ایک قیمتی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا

میری کہ اپنے اپنے قانون شکنی کا ایک منہ پر نہیں کہتا میں اور کہہ دوں میں
میں کہ قانون کے تحت مہم چلی، کے ساتھ میں۔ کی جتنی شے قانون سے باہر تھے وہ قانون اب اس نہیں
تے۔ چاہے میں خود اس یا میرا بیٹا۔

اب وہ ریٹائرڈ رہی ہے آپ تو میں۔ یہ ہمارے ملک میں وہی ایسی مثال ہے کہ کی جن میں،
نہیں اور میرے سنیے، سیکرٹری پاؤں در آئی یا رہے ملک کے اپنے ملک ہمارے جو قانونی حالت پر کہہ رہے ہیں
مقتصدت خود اپنے ہاتھوں حیدر حسن حیدر پور میں کے دوسرے یہ ہمارے معاشرے میں یہ
'نیک سارجنٹ' (برطانیہ میں ٹرینک سارجنٹ وٹریٹک ہمارے ہیں) کو قتل ہوتے ہو سکتی
ہے۔ وہ ان پر خود ہر وقت مجھے میں یہ عمر، کہ ہمارے میں یہاں ہارنی ہارنی کرنے کی جرات
نہیں ہے۔ کے فوراً یہاں سے ہمارے میں تمہارے چاروں کروں گا۔

ہر قانونی اور یہ خود نہ حیدر اس کے اپنے ملکی قانون کے تحت میں جو قتل ملک مثال
قانون ہمارے قانونی حالت بھی ملک کی خوش آئند مثالوں سے غیر مناسب۔

ساتھ میں اس صاحب نے اپنے نئی اور خیرات اور جو کتاب واقعات اپنی کتاب میں لکھے
ہیں۔ اس نے ہر قانونی معاشرے کی خرابیوں کی بھی مٹائی ہے۔ ساتھیوں، نکتوں ملنے اپنی
تہیوں میں بھی دیا نند اور اور کھرے ہیں۔

Mr. Sultan Mahmood
78, Oakfield Road
Sally Park, B29- 7EG, UK.



رہنمائی گاہ ہے جامعہ میں علم و تربیت

77.10/17

پروفیسر سلیمان اطہر جاوید

حیدرآباد، دکن، ہندوستان

تو اسے ایک ادیب، شاعر اور مشہور سلیم محمد سوم نے اپنے ایک اتنے ہیاد میں کہا تھا
 "ایک بٹن تمنا اور افسہ بٹن کی تمنا اور کوئی اور کارن تمنا اور بینک بینک کی تمنا اور سب سے خوش گور
 حقائق کی رحمت کی تمنا و ایک بٹن میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔ ان باتوں سے ایک ادیب سماجی آدمی بھلے
 بن بن جائے مگر وہ ادیب نہیں ہو سکتا جیسا وہ ان چیزوں کے بغیر ہو سکتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ خوش
 بنانا حیدرہ بات سے مگر بٹن کی کارن کوئی بڑا ادیب نہیں بن سکتا۔"

یہ فیصلہ سلیمان احمد جہاں سے ملنے والے بارے میں پڑھنے والے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔
انہیں ان کی زندگی میں جتنے منصب پیش ہوئے وہ انہوں نے سب کے ارادے کی پوری فہم کو پیش نظر
رکھتے ہوئے اپنی قومی و ملی ترقی کے لیے دیے، جس پر یہ گمان ہے کہ اردو اکادمی، جامعہ اردو،
حیدرآباد یونیورسٹی اور علامہ اقبال یونیورسٹی کی مہمان پر فہمی اور اس سے بڑھ کر کبھی
عہدوں سے انہوں نے اپنی زندگی بھر کے لیے اپنی خدمت و ترقی کی اور عزت و
تیز دھڑوں نے ان کے فکر و فکر کو بھی سب سے زیادہ ان کا سچے نظر ہمیشہ یہی رہا کہ عہدوں اور
۲۰۰ رات کا حصول بھی مستعدیت سے نہیں ہوتا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس کی فکر و فکر کے ذریعے سے

متعین ہوتا ہے جو تلوڑ کے بند سے نہیں۔

جو پروفیسر سیدمان اظہر کو جانتے ہیں نہیں معلوم ہے کہ ان کے قول اور فعل میں تضاد نہیں۔
میں پروفیسر صاحب کا تعارف پیش کرنے سے پہلے نہ مرنی چھوڑتی ہوں کہ پروفیسر من سعید من سعید رہا
کچھ حصہ یہاں پیش کروں (۱)۔

پروفیسر من سعید پروفیسر سیدمان اظہر جہاں کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: "جہاں پروفیسر صاحب
ان شہریت میں ایک خاموش دزمرد، مگر پرتین کوئی نیست نہ جو پہلی ہی ملاقات میں سننے والے وان سے ساتھ
ہو سکتا ہوتا ہے۔ ان کا رفتار ان کے سر سے آراؤ ہوتے ہی کبھی تم بھی نہیں رہتا بعد اس رفتاری عفت سے
مکمل ہوتے تھا ہے۔ وہ ایک بے محکمہ رشتے میں بندھ جاتا ہے جس میں وہ اپنی ساری دنیا اپنے "اریکا" میں
بکھیر دیا وہ عزیز ہو جاتے ہیں۔

وقت تغیر کا قیاس ہے۔ ہر گھڑی منقلب زمانے میں انسان نئی صورتوں کے منہ بنی ہو کر اوجھڑتا
ہے۔ کوشش کرتا ہے اور کبھی اس قدر حاصل بھی جاتا ہے کہ اس کی اصلی صورت بھی بنی نہیں جاتی۔ لیکن جہاں پروفیسر
صاحب نے ان معاملات میں وقت نہیں دیا ہے، حقائق کے پاس ولی ظاہر ہوا ہے، اس کی ان ساری
کے معاملے میں، اپنے برائوں اور کبھی کبھی اپنے خوراؤں کے احکام کے معاملے میں۔

جہاں پروفیسر صاحب ایک رنگی سے قائل ہیں۔ وہ اس وضع امر کی کو چاہتے تھے ہیں۔ میسر
(بحوالہ "اسانیات کا سائنس گرمانی سول میسر یونیورسٹی، ۱۹۵۷ء) کہ پروفیسر من سعید من سعید میں ایک "مارن
ہو گیا تھا۔ میری وادہ سے تھا اس وقت عرض کے مضمون پر ان سے گفتگو ہوئی تھی۔ پھر جواب دیا
کہ "ہاں ایک رشتہ بن گیا تو وہ آخر وقت تک نہ رہا۔ مگر میں تمہارے "اسانیات" کے بارے میں عرض کر رہا تھا؟ یہ
شاعری تو اپنی بندہ سرت کا ظہور ہے۔ مجھے یاد ہے۔ وہ دونوں وقت کے اور احادیث کو شریک کے قیام
میں رہا ہے۔ یہ قہر تھا چلے۔ میں اس کی قبر کی زیارت کروں اور کتا پنہاں تب ہی چلے گا۔ اور یہی
کیا اور کہا کہ اب قدرے سکون حاصل ہوا۔

پتی اور نگور سے ملنے والے جہاں پروفیسر صاحب کا شمار شہریتوں کے اور پروفیسر
میں نہیں ہوتا، "اپنی جگہ ہوں، تو یہی بچے ہوں، اندر سے ہوں یا بیرونی دنیا تو مصداقیت میں آتا ہے،
شاہ میں ہمارے بچے کے مخصوص ہو چکے ہیں جس میں میرے جیسے دانشور کیلئے ہر سبب سے ہمارے ہمارے
شریک ہو جاتے۔ جہاں پروفیسر صاحب کو، اس کا نہایت شوق ہے، اور وہ اپنی درمیان میں اور وہ اپنی جگہ
کی کجواب تہمت سے۔ شام سے رات اور رات سے آگے رات ہو جاتی ہے چلے سے ہیں۔ آخر کے وہ پتے
"آخر پتے" آخر کے۔ ابھی ال، ابھی میں ہیں کبھی وہاں میں کبھی نہیں، میں ہی اپنے دل پر چلے
میں نے پہچان لیا ہے۔ چوتھری میں۔ "مارو" کی مسائل پر بحث ہونے سے۔ ان کے بارے
میں میں پروفیسر صاحب نے "مزال" کے مسائل ۱۹۵۷ء میں پروفیسر من سعید، روزنامہ سیاست، حیدرآباد، دوشنبہ
۱۹۵۷ء میں اپنی مضمون کی ملاحظہ کی۔

میں نے کہا کہ میں یہاں سے آکر چھ ماہ کی عمر کے لڑکے کی طرح رہا کرتا ہوں۔
 وہ نے کہا کہ میں نے یہاں سے آکر چھ ماہ کی عمر کے لڑکے کی طرح رہا کرتا ہوں۔
 میں نے کہا کہ میں یہاں سے آکر چھ ماہ کی عمر کے لڑکے کی طرح رہا کرتا ہوں۔

میں نے ان کا وہ قدم دیکھا جو نکلا ہوں کے اور اک میں سنا نہیں سکتا۔

نے ان کا وہ فعل دیکھا جو نکاحوں کے احوال میں کامیاب تھا۔

تقدیر چاہی کہ جب کاغذ لکھی میڈیاں سے، تو کسی خاص قسم کی تشدید سے وابستہ۔ مگر بھی آپ قلم

قلم کے قارئین و منتقدین و معروضیت کے لئے۔ یہاں سے تیسری مضمون کر چکے ہیں۔ قلم نویس کے عاقل میں

پرہیز سیماں ملے ہوئے ہیں۔ قلم نویس میں تشدید کے لئے تشدد کی طرف رجحان اور قلم نویس کا احساس

ہو گا ہے اور یہاں پہلے سے کہ جب کہ قلم نویس کے لئے تشدد کی طرف رجحان ہو گا ہے۔

یہ کتاب اور کیا جدید ہے؟ کیا اس کے جہان میں جہانوں کی طرح تبدیلیاں آتی ہیں؟ کیا اس کے جہان میں جہانوں کی طرح تبدیلیاں آتی ہیں؟ کیا اس کے جہان میں جہانوں کی طرح تبدیلیاں آتی ہیں؟

آئیے اب ان اے ملتے ہیں۔ سیمیاں اٹھ رہی ہیں ان کا تاسہ ہے اور کچھ نہیں جا رہا ہے۔

نہایت سچی و نفی۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک (۱۹۶۶-۱۹۷۰) میں رہنے والی تھیں۔
 میں نے وہ پرو فیسور کی حیثیت سے سیدہ شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک ممبئی میں فیئر کی حیثیت سے
 رہنے والی حیدرآباد میں قیامت سے ۱۹۶۸ء تا ۲۰۰۰ء تک تعلیمی مشیر کے عہدے پر کام کیا۔
 یہ وہی حیدرآباد میں خدمات انجام دیں۔ ۲۰۰۰ء سے شادی کے بعد وہی میں رہتی ہیں۔

میں نے روزنامہ "روزنامہ" میں حیدرآباد میں "رقماریہ سب" کا صفحہ ۵۶۰ سے
 ۹۶۹ تک حصہ۔ روزنامہ "مختلف" حیدرآباد میں ہوں نے انوں "میں" متعلقہ کا نام ۱۹۸۰ء سے
 ۹۹۹ تک حصہ۔ اور ۲۰۰۰ء سے تا حال روزنامہ "سیاست" حیدرآباد میں "ادبی" "ری" کے عنوان
 سے کام لکھ رہے ہیں۔

نہایت سچی و نفی۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک (۱۹۶۶-۱۹۷۰) میں رہنے والی تھیں۔
 میں نے وہ پرو فیسور کی حیثیت سے سیدہ شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک ممبئی میں فیئر کی حیثیت سے

- (۱) شید احمد صدیقی "تشریح و نفی" (۲) "ادبی" "ری" میں شہزادہ
- (۳) "ادبی" "ری" میں شہزادہ (۴) "ادبی" "ری" میں شہزادہ (۵) "تشریح و نفی"
- (۶) "ادبی" "ری" میں شہزادہ (۷) "ادبی" "ری" میں شہزادہ (۸) "ادبی" "ری" میں شہزادہ
- (۹) "ادبی" "ری" میں شہزادہ (۱۰) "ادبی" "ری" میں شہزادہ (۱۱) "تشریح و نفی"

نہایت سچی و نفی۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک (۱۹۶۶-۱۹۷۰) میں رہنے والی تھیں۔
 میں نے وہ پرو فیسور کی حیثیت سے سیدہ شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک ممبئی میں فیئر کی حیثیت سے

پرو فیسور سلیمان الطہ جہیز کی اس میں "چونکہ" "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 سلسلہ بڑھا۔ یوں مجموعی طور پر ادب کو فائدہ ہوا۔

"ان کا ہونا" "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 چونکہ "تشریح و نفی" "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 یہی "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 یہی "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک

پرو فیسور سلیمان الطہ جہیز کی اس میں "چونکہ" "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک
 "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک "ادبی" "ری" میں شہزادہ سے ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء تک



مجھے یاد بھی تو وہ آتے ہیں
مرے دکھ کی ساری دوائے گئے
سنجہ گوڈ بوے ۲۲/۹/۲۰۰۱

سنجہ گوڈ بوے

پٹنہ، ہندوستان

اس تعارف کو لکھتے ہوئے پہلی بات جو میں کہنا چاہوں گی وہ یہ ہے کہ جب بھی آپ
ہندوستان یا میں تو پٹنہ میں رہا ہوں۔ اور وہاں بٹے کو دیکھ کر انداز میں۔ آپ وہ انداز
تے، آثار قدیمہ سے دل چسپی نہ بھی ہو لیکن اگر اردو زبان و ادب کے دل چسپی، تو بٹے کا یہ دور
نہ اردو بٹے ہیں اور اسے "ایں کہ مہار شہنشاہی خانہ سے جمنیت میں پیدا ہوا ہے" اور انہی
زبانوں کے "ایک ہاتھ دھیر" خانہ کا شیدائی ہے۔ ان زبانوں پر فنیہ سے ہوا اور پھر اس
زبان اور اس کے مایہ اب کو مرادھی زبان میں منتقل کرنے کے لیے اس نے یہ کام کیا ہے جس
کے گاندھوں نے اسے پہلوں کا جو جو سمجھا اور اب تک وہ اس کا وہ چھوٹا سا پرکھو۔ ان آگے زحار
ہے۔

اردو سے لیکر سب سے بہت سے ہی ہندوستانی تنظیموں میں رہا ہوں اور یہاں تو یہ ۲۰۰۲ء
میں مشاعرے میں شرکت کے لیے پٹنہ گئے تھے۔ بٹے کے انداز میں پیرائوں کے سب سے بہت
رہے گا۔ انداز بٹے "اسے بہت ہی لذت بخش ہوا تو میں بٹے کے انداز سے اس کا
شاعریوں کے "نوں نے میں تھا۔" بٹے میں میری بہت سی لڑائیوں کے لیے میرا آج کل تھا۔

میں دستِ حر سے تر تہ سے آیا تھا۔ یہاں ایک عظیم دوست نجی گوزدے سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہاں اردو کے خطوط ہیں۔ اس کی ریاست کے یہی مافیہ تکس اور مگنی۔ یا تو یہاں آئے مشکل کتابیں اس سے جانا مشکل نظر آتا ہے۔

۱۹ مئی ۱۹۹۹ء کو پورے سندھستان میں ایک بڑے منہ سے میں ہنسنے والے نجی نے اردو زبان کو قلمی مہر کی میں جتنا سرمایہ سنا ہے وہ نہیں۔ اردو اب کے اس وقت سے ہا قاریاں سے ہو کے بل حسین خان کے اپریل ۱۹۹۹ء کے مہر میں "اردو زبان میں مہر" کے عنوان پر "اردو زبان کے بعد مہر" کے بعد مہر راشد ایک ایسی ریاست ہے جس میں اردو زبان و ادب کے بہت قلیل قدرہ مہر ہوئے ہیں۔ مہر راشد میں اردو اور مہر انجی "اردو میں ایک اور" سے ترجمے کا مکمل پچھتے ہیں (۳۰) برسوں سے جاری ہے۔ پورے کے رہنے والے نجی گوزدے ان میدان میں نمایاں مہر رکھتے ہیں۔ انہوں نے اردو زبان و ادب کو مہر انجی میں بڑی خوبی کے ساتھ منتقل کیا ہے۔

نجی گوزدے مہر راشد کی ایک نیا اور متحرک شخصیت ہیں۔ ایک پر جوش نوجوان ہیں۔ انہوں نے نہ تو باضابطہ طور پر اردو کی تعلیم حاصل کی "اردو" اردو زبان و ادب کے کسی "اردو" سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ محکمہ آثار قدیمہ سے وابستہ ہیں۔ پرانے کاغذات اور کتب پر مہر انجی تحریریں کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے انہوں نے فارسی زبان سیکھی اور اس کے توسط سے اردو کے قریب آئے۔ اس کے علاوہ نجی گوزدے "اردو" اور "خاندانی پس منظر" کے نجی کاغذات میں "اردو" اور "خاندانی پس منظر" سے منسلک رہا ہے۔ ان کے "اردو" پہلی جگہ سے "اردو" کے بعد رضا کارانہ طور پر لوگوں کو اردو اور ہندی پڑھانی۔ نجی گوزدے ۱۹۹۰ء میں "مہر راشد" فارسی زبانوں کا مہر انجی میں ترجمہ کیا۔ نجی نے نہ صرف اپنی خاندانی روایت کو پرقرار رکھا بلکہ اس میں قلمی قدر اضافہ بھی کیا۔

اردو زبان و ادب سے نجی گوزدے کی دلچسپی رنگارنگ اور حیرت انگیز ہے۔ ان کی پہلی کتاب "انتخاب" مہر انجی میں چھپی جس میں غالب کے شاعر خداوندان کا تعارف اور ان کے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا۔ پورے میں موجود ان کی قبر کا جس اور اس کے علاوہ پورے کے چالیس (۴۰) شعروں کا تعارف اور ان کا کلام بھی شائع کیا گیا ہے۔ عظیم خداوندان خان کا اپنی کتاب "تاریخ اردو" پورے "میں مختصر" آیا تھا۔ یہ کتاب ۱۹۹۹ء میں منظر عام پر آئی تو مہر انجی اخبارات کے علاوہ اردو اور انگریزی اخبارات میں اس کتاب پر تبصرے شائع ہوئے۔ اس واقعہ کا نام ہے پر نجی گوزدے کو ہر طرف سے داد ملی۔

نجی گوزدے کی دور کی کتاب "مہر" ناہیات و ممتاز محقق جہاں کافی اس پتہ کتاب کی کتاب "غالب کی تہ" کا ترجمہ ہے جو نجی نے مہر انجی میں کیا ہے۔ غالب سے نجی گوزدے کو شریعتی سے دل چسپی تھی۔ انہوں نے پہلی اردو کی کتاب جو خریدی ۱۹۹۰ء میں غالب تھی۔ وہ غالب کو "اردو شاعری کا کوہ نور" اور ان کی شاعری کو "خدا کا کرشمہ" بتاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مہر انجی کی "مہر

کے بارے میں کچھ تھا۔ اس کا بار بار تھی تو اس کی خرید و فروخت نہ تھی۔ تو انہیں اور کچھ نام ہیں۔
 غالب کے یہ حقائق اور یہ حقیقتیں آہستہ آہستہ ان کے ہاتھ آتے۔ ان کے اب تک
 نگارین ہی، مرتبی، ساری اور اس میں پانچ سو (۵۰۰) سے زائد مضامین لکھے ہیں جن میں آج کے جی
 شامل ہیں۔ یہ محکمہ اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اسے سب سے حد شوق ہے۔ اس نے
 غالب کو پڑھا تو اسے معلوم ہوا کہ غالب نے بھی میر تقی میر کو ان کی تاملی کے حوالے سے غرضت نہیں
 پیش کیا ہے۔

ریختہ کے قریبی سہا نہیں ہو غالب کہتے ہیں اگلے زمانے میں وہی میر بھی تھا
 اور غالب ہی پر یا کتبہ میر ہوسا مکتوبوں میں یہ شعر بھی تھے جو میر بننے کی مسرت سے چلے گئے۔
 سو تو اس غزل و غزل و غزل کی بندھ ہو گاتے تھے کو میر سے استاد کی طرح ۔ سو
 نہ ہوا پر نہ ہو، میر سہ اندر نہ پ
 شعر میر کے بھی چہرہ اور ان کی مسرت میر کا شیدا و شکار کہاں سے اس مسرت
 میں ہوں یا چہ جو اس طرز پر چاہیں آج ناخن و آفتاب بھی تو نہ چل سکے میر کے ساتھ ۔
 ”جئے اترنے آثار قدیمہ کا علم جاننے کے سے پرہیز و شکمہ شباب سے فاری نہیگی۔ لیکن یہ
 قدیم چیزیں جمع کرنے کا شوق اب اور بڑھ گیا“ میں نے دریافت کیا۔

جئے نے بتایا: ”میں نے پونے یونیورسٹی کے بی کام اور بی ایل بی بی کی ڈگریاں تو لیں لیکن
 میر کے حادرات جمع کرنے کے ازلے شوق نے مجھے عمر تاریخ (History)، آثار قدیمہ
 (Archaeology) اور قدیم ہندوستانی تہذیب (Indology) میں اعلیٰ تعلیم کے لئے مجبور کیا۔ اور
 میں نے ان تینوں علوم میں پونے یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اب میں برطانیہ کی رائل ایشیائی سوسائٹی
 (Royal Asiatic Society) کا درسوں سے متعلق رائل نیوکس یٹک سوسائٹی (Royal
 Numismatic Society) کا فیو ہوں۔ ساتھ ہی مہاراشٹر کی غیر معمولی نوادرات جمع کرنے والی
 بین الاقوامی سوسائٹی کا سرپرست اور پونے مہاراشٹر کی نیوکس یٹک سوسائٹی کے بانی ارکان میں سے
 ہوں۔ ہندوستان کے نئی بڑے شہروں جیسے دہلی، بنارس، میسور وغیرہ کی اس قسم کی انجمنوں نے جی مجھے
 اعزازی رکنیت عطا کی ہے۔“

”سامانہ صاحب“ ”جئے نے گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے کہا: ”میں نے اپنی پندرہ
 سالہ عمر میں اس مائتہ ہائے فائنس کیا۔ پندرہ ہندوستان میں سیٹ آتے ہیں اور یہاں کی قدیم
 تاریخ جاننے کے لئے درجہ چرت ہیں۔ میرا اسکے مہر ہیں، قدیم مخطوطات اور پرانی گہری یاد
 بھی داریوں کے میں خرید و اور بھی بھاری قیمت آکرے جاتے ہیں۔ ان پر یہ سچ کرتے ہیں
 اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں۔ ان چیزوں سے آپ میر میری آراش کرتے ہیں اور
 ہیں کہ روپے کے لاکھ میں ان چیزوں کو ملٹی دھول سمجھ کر فروخت کر لیتے ہیں۔ ان کی حفاظت نہیں

مردانہ سادہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔

اس وقت اپنی ملک میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔

Mr. Lutfulah Khan 75-1-1 Khayaban-e-saher, Defence House Society, Karachi, Pakistan

جسے گاہرو لے کر محبت اور ملن، گجرات میں رہتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔

جسے گاہرو لے کر محبت اور ملن، گجرات میں رہتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔

جسے گاہرو لے کر محبت اور ملن، گجرات میں رہتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر لکڑی کے ڈھانچے تھے۔ ان کے قدم پر تاریں کے ٹکڑے تھے۔

”ایک دن نہیں یہ تمہارے اور ...“ لکھتا اس زبان کا سہاگ ہے۔ اس کی تپائی ...
 رہتا ہے۔

جنے کے ناچیت تین یاد آتے ہیں اس کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی جس میں
 ”مذہبی رہنمائی“، ”مذہبی فکر“، ”چندین بیانیہ شعائر کی تشریحیں شامل ہیں۔“ دوسری تالیف
 ”مذہبی امن“ بھائی جان مالتی ہے۔ اس کی تین کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) مذہبی امن
 شامی (امریکی میں ترجمہ) (۲) مذہبی امن (۳) امن۔ اس کتاب کے بارے میں
 (بندگی ترجمہ)

جنے کے ناچیت تین یاد آتے ہیں اس کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی جس میں
 ”مذہبی امن“، ”مذہبی فکر“، ”چندین بیانیہ شعائر کی تشریحیں شامل ہیں۔“ دوسری تالیف
 ”مذہبی امن“ بھائی جان مالتی ہے۔ اس کی تین کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) مذہبی امن
 شامی (امریکی میں ترجمہ) (۲) مذہبی امن (۳) امن۔ اس کتاب کے بارے میں
 (بندگی ترجمہ)

جنے کے ناچیت تین یاد آتے ہیں اس کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی جس میں
 ”مذہبی امن“، ”مذہبی فکر“، ”چندین بیانیہ شعائر کی تشریحیں شامل ہیں۔“ دوسری تالیف
 ”مذہبی امن“ بھائی جان مالتی ہے۔ اس کی تین کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) مذہبی امن
 شامی (امریکی میں ترجمہ) (۲) مذہبی امن (۳) امن۔ اس کتاب کے بارے میں
 (بندگی ترجمہ)

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف صوت
 معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نہو

Mr. Sanjay Godhole,

842 Badliwar Peth Laxmi Road Pune 411007 India

email: sanjay_godhole@yahoo.co.in



شاہدہ احمد

اسٹین مور، ٹل سیکس، برطانیہ

نہایت دب ایک زمین سے اُٹھ کر دوسری زمین پر قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی تہذیبی حزیں بھی ساتھ لے آتا ہے۔ ایران جڑوں کوئی زمین اور آب و ہوا اس آگنی تو وہ پھٹتا چمکتا ہے ورنہ سوکھ کر بربک و بارہو بناتا ہے۔

شاہدہ احمد نے بھی ہجرت کی۔ نہ صرف زمین سے برف زار میں آئیں اور بڑے سینے سے اپنی زبان و ادب کے پودے کی آبیاری کرتی رہیں۔ مگر وہ ہجرت کے دکھ اور نئی بود و باش اور تہذیب سے خوش و خرم نہ رہے۔ تا آتنا نہ تھیں۔ یہ دیر و درازہ کرنے والے دکھ ان کی پیشتر کہانیوں میں منٹ آئے۔ شاہدہ کی ایک کہانی ”کھویا ہوا لمحہ“ ایسے ہی ایک مختصر ناول ان کی کہانی ہے جس میں ماں باپ مہران این اور بہن نے برطانیہ آکر دولت و کمالی ٹکریاں لی تہذیب سے بگھوٹا نہ کر سکے۔ اور اپنے نوجوان بیٹے ٹیٹل اور بیٹی صفراہ اپنی تہذیب سے ہم آہنگ بھی نہ کر سکے۔ اور نئے ایس کا تہذیبی ملبوس بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ نتیجے میں خاندان بکھر کر رہ گیا۔

شاہدہ احمد کو افسانہ لکھنے پر بیورجیا حاصل ہے۔ خوب صورت استعارے رنڈو ملا تھیں اور سادہ زبان سے مسانوں کی رنگارنگی کو برقرار رکھتی ہیں۔ شاہدہ نے قصائے نئے مذاق وطن کی مٹی سے

تے ہیں اور اپنی تاریکی روپ سے تمام دنیا کی روشنی بکھیر دیتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر انسان کا موضوع عورت ہے۔ عورت ہونے کے باطنی عورت کے اندر فسانہ نگار شادہ احمد کے ذاتی اور پس پرستے ہیں ہائوس مین اور عورت جو عورت ہونے کے باوجود محبت کی شہین ہے ان کے شادہ احمد نے اپنی عمر قلم کی مشقت میں گزاری ہے۔

شادی سے پہلے شادہ احمد کی زندگی نامہ سیدہ شادہ دوسینے تھی۔ شادی کے بعد شادہ احمد لاہور میں۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۹ء کے دن لاہور، سندھ، ستان میں پیدا ہوئیں۔ لڑپن میں پاکستان تحریک کی ابتدا کی قیامیہ کھوٹ میں حاصل کی۔ ریجویشن۔ چار بچوں پر مشتمل، اس کے بعد لاہور کی اپنی زندگی کا آغاز ۱۹۶۵ء میں شہر کے ایک مندر میں لکھنے کی شہرت کے ساتھ ساتھ جو روزنامہ "آواز" کے وقت "میں شائع ہوا۔ کچھ تو شادہ احمد کا قلم رکھتا ہے۔ ان کی ان نکتہ نگاریاں سندھ پاک اور سندھ کے جرمہ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جولائی ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء تک یعنی آخر سال کی فی فی کی ویٹن پر اپنی زندگی کا سفر لکھی ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں "سمن زانے" نام سے ایک ادبی انجمن کی اپنی اپنی مارکٹ یہ ہیں آواز (۱۱) فسانہ نگاروں کا ایک بڑا نمبر "آواز" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ان کی اپنی اپنی شائع یہ۔ ۱۹۸۶ء میں شادہ احمد اپنی پہلی سیں اور وہاں سے سندھ کی موضوع پر مضمونوں کی فائن اور بہبود کے لئے ماہنامہ "آدرش" جاری کیا۔

شادہ احمد کہتی ہیں

"میرا قلم کسی عورت پر بھی رہا نہیں بعد میں کی بہت سی عورتوں کے سلسلے میں قلم کے بارے میں۔ میں نے ادب کو تو نہیں البتہ سچائی کا نام "آدرش" کے اجراء کی عورت عورت کے شہرہ نامہ لکھا ہے۔"

شادہ احمد نے لکھتے وقت میں ان کا پہلا نام "چند تیر کی یادوں کے ساتھ" تھا۔ ان کے شائع ہونے کے بعد ان کے فسانوں کا پہلا مجموعہ "آواز" شائع ہوا۔ ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ ان کے بعد ان کی "میتھولوجی" (mythological) ناموں کے مجموعہ کی شائع ہوئی۔ ان میں "میتھ" نام کا مجموعہ بھی تھا۔ "آواز" کی دوسری مجموعہ "آواز" شائع ہوئی۔ ان کے بعد ان کے "میتھ" ناموں کے مجموعہ "آواز" شائع ہوا۔ "گلوبل آرٹس" شائع کر رہا ہے۔

شادہ احمد نے ایک نام "آواز" کے نام سے "میتھ" ناموں کے مجموعہ کی شائع کیا۔ ان کے بعد ان کے "میتھ" ناموں کے مجموعہ "آواز" شائع ہوا۔ "گلوبل آرٹس" شائع کر رہا ہے۔

شادہ احمد کا قلم کسی عورت پر بھی رہا نہیں بعد میں کی بہت سی عورتوں کے سلسلے میں قلم کے بارے میں۔ میں نے ادب کو تو نہیں البتہ سچائی کا نام "آدرش" کے اجراء کی عورت عورت کے شہرہ نامہ لکھا ہے۔"

۔ مگر کہ تب میں، جس نے ہمدردی، تخلیقی و تحقیقی کام سے خود کو مصروف رکھا، بولی بھولی زبان
 و بول چال میں تبدیلی کے ذریعہ کے تخلیقی نفس پر تھیں، تحقیقی شہادت مستحبوں سے۔ بول چال یہ
 پہلی رسم حیا کی شہادت کے ساتھ رند و رستہ کی قوت نہیں، تحقیقی اسے کسی جہی قیاموں، مستحکم سے کھلی
 نے تانیاں، تانی مشاہدات۔ میرے یہ اپنے و پرکار مددگاروں کے ساتھ رہتا ہے۔
 بروقت فہمیت میں ہے جس کا (۱۶) مروج زبانیں میں نہیں، میں سے پیشہ پانچواں، چارم، تینوں کے
 کی وجہ سے بولی بھولی کے درجے سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔
 شہداء احمد کے پسندیدہ، فیروز، بیوں میں، سنی، انیسویں ساری، ۱۹۵۵ء میں۔
 ممتاز مفتی، بانو قدسیہ اور زاہدہ حنا کی تحریریں انہیں پسند ہیں۔

Mrs Shahida Ahmed,

1 Fern House, 43 Woodlands Drive,

Stanmore, Middlesex, HA7 3PB, UK

میں مری تو تیرے ہی سامنے آئی ہوں آج بے پناہ مل جاتا ہے
 یہ وہ درد ہے جس سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس کے
 ہر دامن کا دامن طوفانی آوازوں کی طرح رونا ہے۔



شاہدہ بیگم

اوسلو، ناروے

یورپ میں انکھنوں پر مبنی جانے والی ارواؤں کا رواج کمین میں۔ شاہدہ بیگم کا نام ان میں نمایاں
 ہے۔ وہیں یہ پہلے شاہدہ بیگم تھیں لیکن اب شاہدہ بیگم میں اور ویسے کے اہل حق کے بغیر انہوں نے جینا سیکھ لیا
 ہے۔ اور زندگی کی انھیں یوں سے پیچیدہ بنا دیا کہ وہ بھی ایک ابلا کے لئے آسان بات نہ تھی مگر شاہدہ نے ہمت
 نہیں ہاری۔ ایسی ہی عورتیں سرخ رو ہوتی ہیں۔ آج شاہدہ بھی سرخ رو ہیں۔ اپنے بچوں کے سامنے بھی
 اور اس معاشرے کے سامنے بھی۔

شاہدہ بیگم نے افسانے میں نے پڑھے تھے۔ شاہدہ نے ترقی پسندی یا جدیدیت کا نہیں
 لگا۔ بغیر اپنے افسانوں میں اس نے بس عورتوں کے دامن میں بلی ہوئی انسانوں کو جا کر لیا جو مردوں
 سے بنا۔ وہ اس ماحول میں قرون سے چستی ملی کر رہی ہیں۔ میں نے اپنے بھائی عاشر کا بھی یہی
 معرفت "نعتی حصہ" کا سال نامہ ۱۹۹۹ء میں شاہدہ کو بھیجا تھا، اور وہ بھی ہوا جو اکثر ہوتا آیا ہے۔
 وہ ۲۰۰۲ء میں بس میں نے "نعتی حصہ" پر کام شروع کیا تو شاہدہ سے پھر رابطہ کیا۔ اس دوران میں
 اس کی بیوی اور بچیاں پناہ چھٹی تھیں جو سندھ پناہ کے محکمہ جرم میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ شاہدہ کا افسانہ
 "کائنات" فلتا ہے ماحول "نعتی" میں شائع ہوا تھا۔ یہ سلیقے سے شاہدہ کے استعارے استعمال کیے

یہ مدت کے میدان میں تھے میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔
 میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔
 میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔
 میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔
 میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سی باتیں سیکھیں ہیں۔

شاہدہ میں کچھ عرصے سے ٹھہری ہیں۔ ان کی باتوں کا مجموعہ شہر بتاں کے نام سے
 شائع ہو رہا ہے۔ آبا (ہندوستان) میں پیدا ہونے والی شاہدہ سدا پانی میں مدینہ منورہ کے اب
 تارک کے شہر اوسلو میں مقیم ہیں۔ بی اس کے علمی و تحقیقی کام، تاریخی و ادبی سے حاصل کی۔ پھر تارک
 میں رہی کی ٹریڈنگ لی اور بعد میں بچہ ٹریڈنگ کر کے اس وقت رہتی ہیں۔
 ان کے پسندیدہ موضوعوں میں قرآن مجید، صحت، طبی، پریم، زندگی، ہندو، مذہبی، تعلیمی شامل ہیں۔
 شاہدہ وارث کے مستقبل کے بارے میں نہیں۔ اس کا ہونا ہے کہ وہ، مسیحی کے کل مراد کے نام سے
 کے وقت میں پہنچی ہے بعد ہائی ہائی ہائی میں رہتی ہیں۔ ان کے لیے یہ تعلیمی کام ہے۔
 ان کے آرتھ میں اچھے اور سب سے شائع ہوتی ہیں۔ یہ ان کے اہل خانہ کے مستقبل کی ضمانت ہیں۔

رواں سہ ماہی کے حوالے سے تادماتی ہیں۔ ان میں رومانیہ مدد کی جاتی ہیں۔
 قوموں کے مروجہ اذوال کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان میں ہیں ان کے یہ بھی ہیں۔ قومیں ان کے
 اور ان کے ذوالے۔ رومانیہ کی بھی بات ہے۔ ان کی قوموں کے مروجہ اذوال کے اثرات ہوتے ہیں۔
 ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ اور یہ وہ ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 ہوتی ہے ان کے راجہ ان کے ہائی ہائی ہائی کے لیے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 اضافہ ہی ہوا ہے۔ آج ہندو پاک میں اردو کی کشتی، ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 آج کے ہیں۔ پہلے بھی اس کے رومانیہ کو بدلنے کے لیے کوشش کی جا چکی ہے۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 بعد بھی رومانیہ کے لیے ایک مقام ہے۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 کوشش کی رہیں۔ یہ میرا خیال ہے۔ کامیابی ہوگی۔

شاہدہ کے اہل خانہ کے لیے جو کام ہیں ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔
 ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ہوتے ہیں۔



میرا نام سیدہ سیدہ ہے

میرا نام سیدہ سیدہ ہے

میرا نام سیدہ سیدہ ہے

میرا نام سیدہ سیدہ ہے

شایستہ سید ایمن

ہنٹنگٹن، لائنگ آئی لینڈ، امریکہ

"بات کرنے میں منہ سے چھل جھڑنا" ایک حسین محاورہ ہے۔ لیکن "بات کرنے میں تہائی بننا" بھی ایک فن کارانہ محاورہ ہو سکتا ہے۔ شایستہ سید ایمن سے گفتگو کرتے ہوئے یہ محاورہ آپ ہی آپ میرے ذہن میں آ گیا۔ یہ ان کے عام اور شاعرانہ ایک حیات سیدہ مامون ایمن کی رفاقت کا نتیجہ تو ہوگا ہی لیکن خود شایستہ کی اپنی شخصیت بھی تخلیقی ہے۔ ان سے باتیں کرتے ہوئے میں سوچ رہی تھی شایستہ "تیرا" چہارہ رویش "کے کسی سلسلے سے نسبت رکھتی ہیں۔ وہیت تو ایک اردویش سیدہ مامون ایمن کی بات میں چھپا بیٹھا ہے۔ اس سے مجھے محترمہ ڈاؤن ٹیبل چابی کی وہ چٹھی پائی بھی یاد آتی ہے جو انہوں نے برسوں پہلے اپنے مضمون "جدید فنانس" کے تحت "میں بھی تھی" "خدا نے جس دن انسان کو پیدا کیا اور شیطان سے مجبور کرنے سے منع کیا، اسی دن ایک فنانس ہو گیا۔ شیطان نے جب انکار کیا تو اسی کے ساتھ شمش چٹیل و حوا میں آیا۔ یہ شمش اس وقت اور نمایاں ہوئی جب شیطان نے ہاں چاہا تو وہ نہ آیا اور ہاں چاہے وہ کام کیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ چاکلی بنیاں غصیل توئی آج تک یہی کام کر رہی ہیں۔ شاید یہاں فنانس و حوا میں چاہے نہ دیکھائے کے بعد باوا آدم کوٹیا اور تیار کیا۔ یہ سب نے نہیں دیکھا ہے یہ تیار یا اردوہ کدھر غریب کی قسم کیس مزید اڑتھا۔ ہاں چاہے اسے یاد

ہم نے یہاں سے آئیں۔ اور غزوہ من مشعوں اور دھوکوں کے ساتھ کہا کہ واقعی سے ہم ہیں۔ یہ سائنس
 کا پتہ آگیا تھا۔ اس کا نتیجہ جو پتہ ہوا، ہم سب کو معلوم ہے کہ اس دن سے لے کر آج تک وہ آقا محمد
 جان تک آگئی ہے کہیں اس حد تک حیرت بیان مراد میں ہے اور اس آقا محمد جان افسانہ ہوتا ہے کہ
 یہ اقتباس بذات خود ایک فسانے کی تمہید اور آغاز بھی ہو سکتا ہے۔ شاید بھی اس حد تک یعنی
 کے ورہاں حد تک ہیوں کی کہانیاں سمجھتی ہیں۔ یہ کہانیاں ان کے ملک کے ان کی تہذیب کے ان کی
 تمدنی طبقوں سے اور اس نیویارک کی زمین سے بھی تھیں ہیں جہاں فسانہ نویس شاید آئی ٹل رہتی ہیں۔
 ان کی مختصر کہانی "آئینہ" ماضی سے کہہ کر حال تک کا فسانہ ہے۔ ایک امید سے اس کے نئی دنیاوں و
 اپنے خیالوں میں روشن رکھا ہے۔ شاید نے یہ آئینہ اپنے پڑھنے والوں کے سامنے رکھا ہے اور پوچھا
 ہے، ہم کہاں سے چلے گئے؟ ہم کہاں پہنچے ہیں؟ شاید نے اختصار سے اور مٹی خوب صورتی سے یہ
 بات کہہ دی، دیکھئے

آئینہ

گھر میں بڑے سے چھوٹے سہرتے، تہہ میں واقع ایڑھ پر چڑھ کر بیٹھنے والے پرست
 ہے (porch seat) (پہرے کی باتیں، میزبانی کے لیے بیٹھنے والی جگہ)۔
 دہلی کے محکمے کے آفس برقی ممبر، بیٹھنے والے اور بیٹھنے والے کے ساتھ پڑتا
 ہے۔ یہیں گھر کے تمام کام، چھٹی کی (kashmiri) میں بھی مانی جاتی ہے۔
 اور دہلی کے محل کوئی خاص معاملہ نہیں ہے۔ یہاں سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔
 واقعی ہوتے ہیں۔ یہی شہر ہے۔ یہاں سے (kashmiri) میں بھی مانی جاتی ہے۔
 اور دہلی کے (میریٹ) میں بھی مانی جاتی ہے۔ یہاں سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔
 یہاں سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ یہاں سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔
 یہاں سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ یہاں سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔

۱۔ پاور (Power) : یہ کسی (Electrical) برقی (Circuit) میں دے گئے
 (Operation) عمل (کے) بعد سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۲۔ توانی (Energy) : یہ (Power) پاور (Volume) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۳۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۴۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۵۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۶۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۷۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۸۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۹۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔
 ۱۰۔ توانی (Energy) : یہ توانی (Power) سے پیدا ہونے والی توانی (Energy) ہے۔

سے سے یہ کہنا کہ ہم نے اس میں سے کیا اور بچے کو ایمین صاحبہ نے یاد رکھ گئی
میں نے یہ کہتا ہوں کہ میں نے اس سے کیا اور بچے کو ایمین صاحبہ نے یاد رکھ گئی
میں نے یہ کہتا ہوں کہ میں نے اس سے کیا اور بچے کو ایمین صاحبہ نے یاد رکھ گئی

[illegible]

ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ "میں نے اپنے ہاں سے اور میان باقی جانے والی نروہ
بندگی یہ فطری بات ہے۔ یہ مختلف اقسام مختلف رنگ رتبات، مختلف نظریات اور مختلف
سایہ کو ظاہر دیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی راجوں میں پاک جانے تمام اقسام میں راہ ایک ہو۔
منازل یہ ہو۔ بلکہ فطری بندگی حسیہ پاک مت ہوتی ہے اور شہت رواد بندگی قیہ پاک ہوتی ہے۔ غریب
میں بھی تعمیر کے پہلو تلاش کیئے جاسکتے ہیں۔

میں نے اس میں جہت سے نام پر افسانے کی صنف کو رک بھی پکٹی ہے۔ لیکن یہ
 قلمی کی پہلا جہت ہے۔ پہلی نظر رہے کہ اس صنف سے غیہ و بر کی قنوطیت کا اثر ہی ہوا۔ علامتی افسانے نے
 اس صنف کے ضمن میں جہت سے ارتقاء پہنچا ہے جس سے تاریخ و آئی اور اردو افسانہ دیر پر پانوں کے
 افسانوں کی جہت اور معیار کے قریب ہوا۔

رہا نہ بدلتا تو میٹر کی نشاندہی نہ دیتا اور ترقی نہ بھی بدھیں۔ آج کا دور فلک کے دور سے
موتی کی میٹری، مادی، اور پھر ویلی میٹر پر مختلف ہے۔ مواضع اور اہلک کے فرق، ماضی کے مختلف
ہیں۔ سیاست و ترقی کے مسائل بدلتے ہیں۔ ان میں سے چشمہ تبدیلیاں رہا افسانے میں نظم
آئے ہیں۔ اوقت کے ساتھ یہ تبدیلیاں "زمونٹروں کی"۔

لکھنا چاہیے اور براہ راست مختصر طرز نگارش اپنائے۔ آج کا دور مہل جہاں انصاف کا تقاضا نہیں ملتا۔

اردو رسم الخط کی تبدیلی کا سوال اس شے سے بہت باغی نہیں ہو سکتا۔ جس میں اردو رسم الخط پر لکھنے کی حامی نہیں۔ اردو زبان کی پہچان، رسم الخط سے ہے۔ اردو زبان کا رسم الخط بدلے گا تو اردو زبان کی پہچان ختم ہو جائے گی۔ کل کی زبان میں ورتل بھی یہی رسم الخط اردو زبان پر ہے۔



ڈاکٹر شبیر احمد بن عبد الرشید

فلوریڈا، امریکہ

شاعر و فلاسفہ ڈاکٹر شبیر احمد (ایم ای) کو میں نے جب پڑھا تو مجھے رسوں خدا کے پتے پرستار اور
عالم اقبال کے شاعر کی تصویر نظر آئی۔ اس خیال کی تصدیق علامہ اقبال کے صاحبزادے محترم ڈاکٹر جاوید
اقبال کی اس رائے سے ہوتی ہے جس کا فقہار رسوں نے ڈاکٹر شبیر احمد کی تصنیف ”نئی صدی یا الف“ میں کیا
ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال فرماتے ہیں ”حالیہ برسوں میں ڈاکٹر شبیر احمد علامہ اقبال کے روشن خیال اور انسانی
حیثیت سے سامنے آئے ہیں۔ بہت سے صاحبزادے نظر نہیں آئے، زبان کا بہترین ادیب اور محنت قرآن کے
رہنے والے ہیں۔ میری رائے میں وہ عصر حاضر میں علامہ اقبال کے بہترین ترجمان ہیں۔ آپ ڈاکٹر شبیر احمد کی
وفی ارادہ یا انگریزی کی کتاب پڑھنے کے بعد ان خیالات سے ناواقف نہ رہیں گے۔ نئی صدی یا الف امر
بالفہم بین الاقوامی کتاب سال ۲۰۰۰ء کی ترجمانی ہے ترجمہ نہیں۔ ترجمے کے بجائے ترجمانی کر کے
ڈاکٹر شبیر احمد نے بہترین فیصلہ دیا ہے۔ میں نے یہ بات اس سے کہی کہ ایک اور پختل راہ کو ترجمہ کرنے میں
پنہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کام تو کی جی سکتا ہے۔“

بہار ڈاکٹر شبیر احمد کی کتابوں کی فہرست ملاحظہ ہو:

۱۔ صدی اوستی (میں آ رہے ہیں) (۱۰۰ انگریزی، ۱۰۰ پانچویں میں)

آپ نے اس شیعہ مذہب کے نام سے یہ تمسک نہیں کیا، چہ جائیکہ وہ مذہب
 قسب بن حنیف اور کسب بن حنیف کے نام سے ہو۔ یہ مذہب بھی اپنی سادگی اور
 سادگی کے لیے مشہور ہے۔ اس مذہب کے بعد ۱۹۰۰ء میں آکر تم نے اپنی قوم کے لیے کوئی نیا کام کیا
 ہے جس سے اس مذہب میں رہنے والی قوم

مشہور جرمن فلاسفہ فریڈرک نیتش (Friedrich Nietzsche, 1844-1900) نے یہ
 خوب بات کہی "جو زیادتی تم نے میرے ساتھ کی ہے اس میں تو معاف کروں گا۔ مگر اس طرح جو جرم تم نے
 اپنی ذات کے خلاف کیا ہے اسے کون معاف کرے گا؟" یہ بات درست ہے کہ ہمارے ہر مذہب اور
 زیادتی کا منہ ہی نتیجہ خود ہماری ذات پر ہی مرتب ہوتا ہے۔ یسین غور فرمائیے کہ عظیم فلسفیانہ دانش بھی خود ہندی
 اور صحت نبوی کے آگے کیسے پیچ ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بے شک نیکیاں انہوں کو دور کرتی دیتی
 ہیں" اور ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی کر دو کہ وہ نیکی تمہارے گناہ کو مٹا دے۔ اگر
 نیتش کا مٹا طلب کوئی مسلم ہوتا تو وہ مسلم اس کو جواب دے سکتا تھا کہ جب تم مجھے معاف کرتے ہو تو میں اپنے خدا
 سے رجوع کر کے اور نیکی کر کے اپنی ذات کے خلاف کیا ہوا جرم بھی مٹاؤں گا۔

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں تو اقبال اس کو سمجھتا تو مقام کبریا کیا ہے
 یہ شاعر پارسی و انگریزی شاعر شہیر احمد ایم ڈی کا ہے جو ان کی کتاب "کبھش" میں موجود ہے۔ یہ اور ایسے جانے کتنے
 شاعر پارسی "کبھش" میں موجود ہیں۔ "کبھش" جو پہلے ایک ماہنامہ تھا اور جس کی کثرت ڈاکٹر شبیر خود
 کرتے تھے اور ماہ بہ ماہ، ہر قیمت پر نئی مجلسوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ۱۹۹۵ء میں اس کے دل چھتیس (۳۶) شماروں کو
 ایک جاکر کے انہوں نے انہیں کتابی شکل دے دی۔ اردو زبان سے انہیں دلہا نہ پیدا ہے۔ چنانچہ "کبھش"
 میں نبیوں کے قرآن اور سائنس کے مضمون پر بڑے معنی آفرین مضامین لکھے ہیں اور انتہائی اختصار کے ساتھ
 یہ ثابت کیا ہے کہ سائنس کا سرمایہ افقِ قرآنِ حکیم میں بیاں کر دیا وہ حقائق ہیں جن تک سائنس رینگتے ہوئے
 صدیوں کا سفر طے کرنے کے بعد پہنچی ہے۔

میں نے "کبھش" کے کئی شمارے پڑھے اور انہیں شہیر احمد کی سنی پیہم، لیکن اور جدوجہد سے
 خاصی متاثر بھی ہوئی کہ یہ شخص بداسی معاوضے کے بلکہ اپنی جیب سے خرچ کر کے نہ صرف اردو زبان و ادب
 کے لیے کام کر رہا ہے بلکہ اپنی تہذیب و ثقافت کی ناک کے لیے بھی برسرِ پیکار ہے۔

ڈاکٹر شبیر احمد ۳۱ اگست ۱۹۳۷ء کو اہلی میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نیا میں ٹھیک اسی
 دن بھیجا جس دن پاکستان وجود میں آیا۔

شاعری کی ابتدا کیسے ہوئی؟ یہ سوال من کر کہنے لگے۔

مری نو۔ پریشاں کو شاعری نہ سمجھ کر میں ہوں محرم راز دردِ دل سے خانہ
 شاعرانہ انداز میں افسانہ نگاری و چھوڑ کر مارنٹن (۱۰۰ کہ مذہب) کا مکاری فلسفہ عمرانیات اور مزارِ نگاری
 کو پسند کرتے ہیں۔ لکھتے بھی ہیں اور ان موضوعات کا لکھنے سے مٹا دے بھی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "آج

[illegible]

ماتاس وہاں غلطہ چوڑی نہیں ہے اسباب ہندو کے لئے بڑے سنگین ہیں

دبیب تک: ہمارا ادیب نامہ ہمنوا، درگخش ایک انٹارٹ باسٹ مہر دیتے سے واہ! اوکا کی دبیب رہے ۵۵ زبان یا قوموں خدمت کرنے سے محروم رہے گا۔ اب رہی بات اردو زبان کے مستقبل کی تو آپ جانتی ہیں کہ ہمارے شعر اور ادیب کی کثرت خود اردو کی قائل ہے۔ ان کے گھر وہاں میں اردو دبیب بولی جاتی ہے۔ نہ وہ رحمت انجمن رہے ہیں کہ بچوں کو اردو کی طرف راغب کریں۔ دوسرے اردو میں اور کجنگل (original) اور قدری معیار کی تخلیقات وجود میں نہیں آ رہی ہیں۔ ہندو پاسب کے بڑے نامور شاعروں، "بیوس، فسانہ نگاروں اور کامنیکاروں کی حالیہ تحریروں نظر سے گزرتی ہیں تو یہ سوچ کر دل بھرا آتا ہے کہ دبیب ہمارے انشور طبقے کی ذہنی سطح کا یہ ماحول ہے تو شاید اللہ کو بھی ہمارا حفظ ہونا گوارا نہ ہوگا۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

مذہب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں کہ میں آج میں ان یہاں مثال نہیں

تھا اور جسے یہ کہہ دینے میں کوئی پاک نہ تھا۔

آئے چم ابر چم شاپ آئے اُن کے بعد آئے جو خطاب آئے

۱۹۹۹ء میں راولپنڈی کے معتبر ماہنامہ ”چهارسو“ نے اپنے جریدے کا ٹوشہ ”خواں“ قرطاس اعجازی

ڈاکٹر شبیر احمد کے لئے مخصوص کیا۔

ذاتِ شیعہ ہے "یومِ آزادی" (۱) کے حوالے سے ایک ایسا مدارِ نظمِ ماحی ہے۔

سید احمد علی پور، اقرآن

لیڈ القدرہ اُعم پاکستان

”میرا دین، یہ میرا ایمان

فَبَايَ الْاِءِزِيكُمْ اُنْكَذِبْنَ^٢

چاند کی جیسی چودھویں راتیں

وہی چودہ اگست کی باتیں

میرے پروردگار کی سب شے

۱- ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو رات چار بجے پاکستان کی حیثیت سے ایک طلبہ اور ۱۶۰۰ یاد تازہ قیدی

۲۔ "اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹاؤ گے" سورۃ مومن

فَبِأَنَّىٰ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 ہیں خدا کی رحمتیں ہم پر
 اور نبی کی رحمتیں ہم پر
 ہم اسی سے ہیں ہم سے پاکستان
 فَبِأَنَّىٰ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 آؤ اٹھ کر سچائیں اپنا چمن
 رشک جنت بنائیں اپنا وطن
 جاں سلامت اسی سے اپنی آن
 فَبِأَنَّىٰ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 صرف جغرافیے کی بات نہیں
 اپنی تاریخ کا وطن ہے اس میں
 پاک دھرتی ہے منزلوں کا نشان
 فَبِأَنَّىٰ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ

عزم و استقلال کی اس تفسیر و تصویر نے جس کا نام ڈاکٹر شبیر احمد ہے، راپٹی کے اسٹوڈنٹ
 ۱۹۶۱ء میں میٹرک کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں آرمی میں جان بڑھائی۔ ۱۹۶۳ء میں اوریاقت میڈیکل
 کالج بمبئی سے ۱۹۶۹ء میں ایم بی بی ایس کیا۔ جنات اپتن راپٹی میں ۱۹ سال پہلے جب آیا۔ چھ
 ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک پارسی جنرل پتن راپٹی میں ملازمت کی۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۳ء تک پاکستان آرمی
 میڈیکل فورس میں پٹن کے عہدے پر رہے۔ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۹ء تک درمیان دھیشیت رقبہ - موہوی عرب
 رقبہ (سرکاری سرحد) - اوریت، ایسی، فیہ، میں رہا۔ اور فیہ، چاروی خدمات انجام دیں۔ کئی تفتیشی خدمات
 کے عہدہ میں حاصل کیے۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۳ء تک کئی بار امریکا، کانگو، جارجیا سے یہ جنسی میڈیکل ور
 ٹیم کی ریفرنس میں ایم ڈی ہوئے۔ ابتدائی ان کے مشاغل میں ٹیبلٹ، پڑھنا، تیراکی، ڈانسی، ٹیمبل، ٹینس،
 تاربان اور امریکی اسٹوڈنٹ میں سولہ پر پچھو اور پچھو کے ساتھ وقت گزارنا شامل ہے۔ انہوں نے
 کئی نئی چیزیں اکتیٹ ہیں۔ ڈانسی، ٹیمبل، ٹینس میں کالج کے ٹیم میں بھی رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مصنف و روائے، تحریری اور جالبی کے علاوہ فنی اور عربی دہ سے بھی کام لیتے ہیں۔
 روائے عربی بولتے ہیں۔

۱۳/ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ان کی شادی فرید سے ہوئی۔ یہ ان کا پہلا نکاح ہے۔ والدین کا تعلق شیعہ ہے
 فریدہ ان کی بہترین شریک حیات اور شریک کار ہیں۔ متورن مزاج کی یہ صاحبان کی خاتون ایک مثالی بیوی
 اور ماں ہیں۔ ان کے بڑے صاحبزادے، شہزاد احمد ہیں۔ ان کی بیوی ہیں۔ شہزادہ سے
 چھوٹے ڈاکٹر فرید احمد ہیں اور ان سے چھوٹی عائشہ جو ہے۔

اپنی زندگی بچاؤ کا قصہ سناتے ہیں۔ یہ قصہ ہر کہنے والے کی زندگی کا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اسی عالمِ حقیقی میں رہنے والے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اسی عالمِ حقیقی میں رہنے والے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اسی عالمِ حقیقی میں رہنے والے ہیں۔

مجھے وہ میرے شہر خوش آمدید آیا۔ کوئی شہر میں بھی چاہے اس کا نام جلد
میں سات آٹھ سال کا تھا کہ نہ۔ اسے مسلسل جہاں ترویج رہا تھا کہ شہر مشہور بنے یا وہ یہ نہیں ٹوٹی یہ سن، وہ
مجھے سنا کہ اس کی جانی، اس کا نام، یہ کیا جاتی تھیں۔ وہ اتنی تھیں۔ یہاں ہمارا یہ جو نام ہے ہمیں یہ معلوم کیا
جو پڑھا جائے۔ سو میں نے یہ کر دکھایا۔

چتے چتے شہر کے جاگمیر کی شہین مانی۔۔۔ مستمل قریب میں امراتی قلات وینا میں سے
 مت مومنان حبیب شیخ جا میں سے طرط شرق قد بدیوں میں تھکے رہیں۔۔۔ اور کاجلی آرام پاندی و
 مانتے و خوش فہمی (کہ وہ خدا کی پاندیہ قوم ہیں) میں جتا رہیں۔۔۔ اور عریں مانپے سے اسس کا فانی
 برلی کی نہیں ملتا۔۔۔ کی وچے روہن نہ وانی و حد پید ومانت و ملرا۔

Dr. Shabbir Ahmed,

6440 NW 53St, Jauderhill, FL 33319, U.S.A.

سماں بوجا ہے ہی رزنی کھاؤ گے حج

مکرمہ نامہ دہلی ۱۳۰۵

سرف الدین محمد بھٹو

۱۳۰۵

چھوڑا
۱۳۰۵



شرف الدین شرف کمالی

کولہا پور، مہاراشٹر، ہندوستان

ہمارے بزرگ شرف الدین شرف کمالی کے ناموں نے سورۃ سجن شریف کا اردو میں ترجمہ یا اور وہ بھی "ظہور چرخ کاغذ" یا نام کا حصہ "کمالی" تو ہوتا ہی چاہیے تھا۔ اللہ نے اس کو شعری مزاج و دیت ہی اس لئے کیا کہ وہ آیت الہی کی تفسیر و مفسر ہوں میں بیان کریں۔ جیسے کہ اس آیت کا ترجمہ اس کی کتاب "تفسیر حکمت" (مطلوبہ ترجمہ سورۃ سجن) کے ابتدائی صفحہ ۸ پر درج ہے۔

انہما ککک کھی بھسک الیوم عسبک حسبہ (سورۃ نسی اسرائیل - ۱۴)

پڑھ پڑھ ہمیں آئی اپنا حساب کھانے کے لئے تو خود ہی کافی ہے

آپ یہ بات خیرت مند کے لئے ہے کہ وہی پوسٹر (۴۷) سال چند مہینوں قبل (۷ جولائی ۱۹۲۹ء) ایک بچہ مہاراشٹر کے گاؤں کانتہ، تحصیل چپوں ضلع، تائییری میں پیدا ہوا ہوتا ہے۔ والدین اس کا نام شرف الدین محمد علی رکھتے ہیں اور یہی نام ہی کا اثر ہوگا کہ شرف الدین نے "دین و باب رہنمائی" کے نام سے ایک محکمہ انجام دے کر اپنے سے شرف الدین و ستارہ حاصل کر لی۔

اس سے مجھے جناب تیشیہ کے نام سے متعارفہ پایا تھا۔ کتاب تو میں لکھ رہی تھی مگر تیشیہ کے نام سے بھی کمر بستہ تھے یہ لکھنے میں کوئی کتاب اس سے اس کتاب "تختی" حصہ دوم میں رہتی میں اس قدر

[illegible]

تجربوں میں زندگی کی باتوں کا راز ہے۔ تجربات زندگی میں خوبیاں جاننے کا نام
 سائنس ہے جس سے ہر صفتِ حق کی آرا و زبان میں غزلیں اور نظمیں ہیں۔ اس
 کتاب کا ایسا چہرہ ہے کہ امید و یقین کے ماحول میں پیدا ہوئی ہے۔ اس میں
 ہر صفتِ حق کے ان احوال و احوال ہیں۔ یہ کتاب زندگی کے ہر لمحہ

یہ مری رستہ، جلد و ہا، تمام تھی
 سستی میں آنی جس کا نام اس اجتماع تھی
 - فدا، بے نیاز، صاحب و نام تھی
 مرقد پر چینی سے بڑا زخم تھی
 پیار و شہب آک تھے عشاق چو سے
 طین زباں پر غم سے تھے احمد یہ سے
 یہ کتاب میرے پاس یہاں آت ہے جو لکھے ہیں زبانی ہے یکنی انصاریہ حکومت انہوں نے مجھے تھا
 چینی کے "یہ میرے سے" کے منہ میں۔ اس کتاب میں عربی میں سورۃ یسین درج ہے۔ شرف
 صاحب دارود میں "نظم ترجمہ اور یہی ہی ترجمہ دیا گیا۔ درمخط میں بھی شعر کے نیچے درج ہے۔ اس کتاب
 نیز شرف صاحب کے اجازت کے زیر یہ "نظم ترجمہ شائع کرنے کے بعد منت قسیم کر کے اور اس و جمعی
 فیض پہنچا سکتے ہیں۔

وہی نے اس جیلے کے جسم کی ہارنی زبان اردو کہیں، اردو کہیں یہ کام سرے پر شہر، ایف بڑا
تار نامہ لپی لپی ہے۔

وہن کے دیکھنے ان آنت لافوں کے بھی ارادہ زمانہ، اس کی خدمت کے لیے ایک مہر۔ جسے
وہی ہے۔ اور یوں چاہیہ برطانیہ کے شہریوں میں وہن کے ایک ہیوت کا تشبیہی مہی ہیں۔ یوں
کے ارادہ کے چوکے کی آبیاری میں زندگی کا ایک بڑا حصہ مہیا ہے۔ وہ وہاں اپنی مائیت کے لیے اور
مہانتی "غیر ارادہ" شایع کرتے ہیں اور دیگر بچوں کے جیسا کہ اپنے "باب لی" کے ہیں۔
اور مہنتی میں "بارک" کا چڑی ہیں جو "نامہ" "نقش" وہن "شایع" کرتے ہیں، "شغلی" وہاں ہیں اور "نامہ"
"شایع" وہاں کے سے نکلتے رہتے ہیں اور انہوں کو ایک پیت فورم پہننے کے لیے لے لے لے لے لے
قد کے نچے و شغلی کرتے رہتے ہیں۔

ہست ہے" ایوں نے اپنی مادری زبان مرتھی کے شہ پاروں واداش منٹل سے نی حدہ
بدھ شریعی وراس تافے میں نئی احباب میں جن میں یاتھارہ دی پٹنئی کام سے ایوں سے مراد

اس خالق عالم کو ہم نے یوں "مالک یوم الدین" کہا
وہ داور محشر ہے بے شک، مختار ہے روبرو قیامت کا

معبود حقیقی، ہم سب ہیں تیری ہی عبادت پر نازاں
ہم راہ حیات میں ہر دم ہیں تیری ہی اعانت کے خواہاں

تو ایسی ہدایت دے ہم کو کہ ہم سیدھا رست اپنائیں
انوار ہدایت ہی سے تری، اپنی منزل کا پتا پائیں

وہ لوگ جنہیں تو نے یارب، انعام سے اپنے نوازا ہے
ان کی مانند نواز ہمیں، تو ہی تو نوازنے والا ہے

مست ن کی نگر پر چلا ہم کو، جو تیرے غضب کا شکار ہوے
یا سیدگی راہ بھٹک کر جو گمراہ و ذلیل و خوار ہوئے
آمین^۱

Mr. Sharaf-ud-din Sharaf Kamali,

'Rahmat', Inderjeet Colony, 446-9 B, Jadhoowad, Kolahpur,
416005, Maharashtra, India

کیوں کہ کام کا مزاج اور ماحول وہاں تھا۔ یہاں وہ مکتی۔ چٹائی چھ میس سے خود کو اپنے مانا جان کے تمام
 دیکھیں۔ وہاں ہے۔ ایسے فرق یہ ہے کہ آپ اب یہاں تشریف لائے ہیں۔ وہاں ہر وقت وہاں ہر وقت وہاں ہے۔
 سے کہ یہاں وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 پس ہمارے یہاں ہر وقت وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 میں وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 تھوڑی سی دیر میں وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 ایسے وہاں ہے۔

وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 میں اس سے یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 اپنے لیے وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 فیسوں سے کہ وہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 کہ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 طرح ہم اپنے فکری کو خود ہی ختم کر رہے ہیں۔
 یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔ یہاں ہے۔
 ان کے فن پاروں میں جان ہو اور وہ معیار کے حامل ہوں۔

Dr. Shauir ul-Jah Khan

Moh. Angoori Bagh, Rampur - U.P. - 244 001 - India



محبت اور عشق کا مطلب صرف وہی محبتیں کر سکتے ہیں
جو پاکیزہ جذبات کے حامل ہوتے ہیں۔ جو بھرتی
وہ فانی محبت کا کام ہیں۔ دراصل ماضی کا حس
بہ اصل حس ہے جو دل و جان کو متحرک رکھتا ہے
سے ہر لمحہ ۲۰۰۰ دے دے

ڈاکٹر شمع افروز زیدی

دہلی، ہندوستان

ہم نے زمانے میں اردو کی باتوں سے چپٹی چپٹی تھی، ہم شادی کرتے تھے۔
پھر ہم نے دیکھا کہ دنیا بھر کی تہذیب سے ملنے والی باتیں اور باتیں ہوتی ہیں۔
تھی، اس لیے ہم نے ان باتوں میں سے بہتر باتیں چن کر لیں۔
ہاں! کاش کہ ہم نے یہ باتیں مراد سے لیں۔
اور ہم نے یہ باتیں بھی لیں۔
یہ باتیں بھی لیں۔
اسی باتوں کی زبان کی وارث شمع افروز زیدی ہیں۔ ان کی باتیں ہیں، ان کی باتیں ہیں۔
ان باتوں کی طرح ان کی گفتگو میں بھی وہ باتیں ہیں۔
شمع افروز زیدی مشہور ماہرہ، ماہرہ، ماہرہ، ماہرہ، ماہرہ، ماہرہ، ماہرہ،
ان باتوں کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی باتیں ہیں۔
ان باتوں کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی باتیں ہیں۔
ان باتوں کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی باتیں ہیں۔

میرے نام نہ تھی سب پہائی ہے سلطانہ ہوتی۔ ایسا ہے میرا کام۔ حد یہ رکھنا تھا لیکن اماں
 سے ماتر شیعہ نام نہ آیا تھا۔ کہیں یہ نام نہ تھا۔ سب سے پہلے میں دروس میں تھی یہی
 نام منسوب کیا (اگرچہ اس نام نے مجھے بہت پریشان کیا اور ذرا مدت میں بے صبر ہو گیا۔
 خاندان سیدوں کا ہے سید، یہی نام بھی نام ہے۔ یہاں سے مراد تھا کہ ان لوگوں نے اپنی بیویوں کے نام سے
 ساتھ ساتھ کی سوتی تھی۔ یوں سوس میں سید شیعہ اور زیدی نام منسوب کیا۔ انہیں زور دیا کہ میں، خود
 یہ وہاں اتنا نام سب نامیں خوب مستحسن۔ میں سو بھی پر نام میں نہ تھا، سوتا تو شیعہ زیدی کے
 نہیں۔ بعد میں مجھے بھی نے ہر سید تو یہ کیا تو وہ شیعہ زیدی کے نام سے آریل تھے۔ چہ چہ
 میاں صیاح حسن میرا اپنے نام میں کہانی سہانی تو نموں کے مشہور ہوا کہ بچن نام (pen name) بعد یہ
 حسن رکھ دو۔ پھر آریل اور انہوں نے حد یہ حسن کے نام سے شیعہ مو کے نہیں پھر شیعہ اور زیدی کے
 نام سے ہی میری کتابیں شائع ہوئیں۔ سب مستحسن یہی نام میری ذات کا جزا بن چکا ہے اور یہی میری
 بچن نام بھی ہے۔ اس لیے کہانی کے بعد انہوں نے بتایا

میں نے سنوے شیعہ کیپور میں ۲۵ جولائی ۱۹۵۳ء کو اس نام رنگ و بو میں لکھو گئی۔
 ابتدا میں قلمی طور پر اماں سے حاصل کی اور چوں کہ تعلیمی استعداد اپنی عمر سے کچھ زیادہ ہوئی تھی سو سید صاحب
 اور یہ تھی جس وقت میں مل گیا۔ سنوے سے میں نے تعلیم جماعت پاس کی تھی۔ ان لوگوں آغوش
 کا اس کے متعلق بورا کے ہوتے تھے۔ مجھے مہر ملنے پر ہر شپ کی کتنی ٹھہرائی تھی۔ اگرچہ میں
 سامان پر جہاں پائی تھی میں ہمارے معاش کے میں بڑے بڑیوں کا آنکھ پر صحن معیوب سمجھا جاتا تھا۔
 چریں ہوا کہ مجھے اس میں کان کا وقت پر ایوٹ لینا پڑا۔ اس میں پاس کرنے کے بعد نہ میڈیٹ
 بھی پڑیوٹ کیا۔ ان لوگوں کا تھا کہ وہاں سے انہ میڈیٹ سے قبل ہی میری شادی
 ہوئی۔ پڑھنے پڑھنے میں تھی سوتا ہی کے بعد بھی پر حدی جاری رکھی اور بچوں کے ساتھ ساتھ تعلیمی
 ذمہ داریاں بھی جتنی رہی۔ اس طرح میں نے ریگولر (regular) بنی اسے وہی یونیورسٹی سے اور اب اس
 جامد ملیہ انامیہ اٹلی سے کیا۔ میری ایچ ڈی کی ڈگری بھی جامد سے ہی حاصل کی۔ پی ایچ ڈی
 کے ہی عہدہ پر نہ تھا کہ میں بڑھ میں ۲۰۰۰ کی کلاس میں۔

”تم سنوے کی دنیا میں آئیے آ میں“ شیعہ کہے نہیں ”مٹی بڑھ سے واپس آئی تو ابلی اردو کا امی میں
 کا نامہ امہا نے، بلے یا۔ یہ بچوں کا رہا تھا۔ میں نے بطور اسٹنٹ یڈیٹر ساڑھے چار برس تک
 کام کیا۔ جامد ملیہ میں یہ ثابت رہا اس میں بطور اسٹنٹ سزاوسال کام کیا۔ اس دوران میں اسے انٹر
 ویاں کورس کی کالیں بھی پڑھا میں۔ چھ تو امی اردو کورس میں ۱۰ سال یڈیٹر مل سیکشن میں اپنے
 فرائض کی انجام دہی کی اور کورس سے شائع ہونے والے رسائل ”روداد“ اور ”تقدیر تحقیق“ میں بطور
 نائب مدیر کام کیا۔ اور پھر رحمن خیر صاحب نے جناب خوشہ زادی سے بیسویں صدی لیا۔ جب سے
 میں ان کے ساتھ تھی اور ہوں اس طرح اب میں ہوں اور بیسویں صدی۔“

[illegible]

میر تقی علی کی کتاب "وہاں میں تھے" نے ان کے ہونے کے شائع ہونے سے پہلے
 راجہ جی، جی نے ان کے ہونے کی خبر دی۔ وہاں میں تھے۔ ان کی کتاب نے
 ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔
 ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔
 ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔
 ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔
 ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔ ان کے ہونے کی خبر دی۔

”اردو زبان میں کام کرنے کی پیروی میں نے پونہ۔“ میں یہ بات کہہ کر
 اردو کے مجھے بہت جیوا دیا، جو بھی عزت و تہنیتی دے گا اسے مجھے ملی ہے اور اردو کی اس سے
 جی میں بہت بڑے مانی ہے۔ میں نے اردو کے یہاں سے کہیں نہ جلیں گے اور میں جی میں سے
 بند کی گاہ کی طرح کام کر رہی اور اس کے باوجود احمد جام کے یہاں تعلیم میں اور کام میں
 صدمہ نہ ہونے کے لیے جیسے میری ویشش یہ ہے کہ میں نے ہی طرح اردو کی خدمت کی اس سے کہہ دوں
 کامیاب رہا اس میں صدمہ نہ تھا میں اس پر کام کر رہی تھی یہ اردو کے وقت کے ساتھ ساتھ
 ہے۔ اور یہ صدمہ میں اپنے شوخ نصیب میں نے ہی معاف کر کے کامیابی سے ساتھ لے لی ہے۔

”ایہوں نے آپ کو یہ سب سنا دیا ہے۔“

تین سو تین اقسیت ہے۔ سب سے پہلے "ماں و باپ" کی تعریف اور پھر "میں" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف کی جانب نگاہیں نہیں ہوتی۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 نہیں، البتہ طور پر میدان عمل میں آتا ہوگا۔

شع کے بات آتے ہیں کہ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔

شع کے بات آتے ہیں کہ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔
 "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔ "ماں و باپ" کی تعریف ہے۔

Mrs. Shama Afroz Zaidi,

13, Murtaza Road, Laxmi Nagar, New Delhi-110028, India

تمام شہر بہیدہ و سرحدی قافلے
معاشرہ دلوں میں جلتا رہتا رہتا
شیر طارق
۲۰۰۸/۱۰/۲۰
ہمدرد



شمس طارق

ممبئی، ہندوستان

شمس طارق ممبئی کے ایک خوب صورت مخرجین طے "باہرہ" کے مہربان میسٹر ہے۔ ایک ٹیٹ میں رہائش پزیر ہیں۔ اس کے باوجود اس کا رشتہ شاعری و سنی فنت سے بھی استوار ہے وہ نثر خوب لکھتے ہیں۔ "نامہ" شاعر ممبئی میں کتابوں پر قلم لکھتا رہتا ہے۔ وہ بکرمات و رتے ہیں۔ ان کے شہر مٹا دے موئے کے نتیجے میں ہی نئی رت ذیل کتابیں شائع ہو رہی ہیں تب پہنچ چکی ہیں۔

- (۱) نامہ (۲) شرف محنت (تیس بار طبع ہو چکی ہے)
 - (۳) سیدہ حسن علی ندوی اور تصوف (۴) کتاب اور شاعری تحریک آرائی
 - (۵) تصوف اور مصنی (۶) ایک شعر میں مجموعہ "شہر" بھی شائع ہو چکا ہے۔
- مگر انہیں ست حواس میں مہم ہے۔ یہی بات ہے کہ مشاعروں کو انہوں نے ذریعہ روزگار نہیں دیا۔ تصوف اور مصنی تحریکوں کے مطالعے سے ان کی بات میں بے یارنی بھی آتی ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ اردو "اب" و "از حسنہ" چھوٹا سا کر نہیں ممبئی کے ہی تصوف و شاعری کے لیے ہیں یہ انہیں کرنا سمندر کے کنارے کسی خوب صورت قلیٹ میں نہیں رہتا۔

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

ہوتی ہیں۔ ان کے وجود میں آتے ہیں۔ ان کو قلوب و پیریں و یونانی ہوتے ہیں
 ان کے ان پیروں کا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے اندر میں رہتے ہیں۔ ان پیروں کے
 کے قلوب میں، ان کو کہہ سکتے ہیں کہ ان کے اندر میں رہتے ہیں۔ ان کے
 ان کے سیدھے قلوب میں رہتے ہیں۔ ان کے قلوب میں رہتے ہیں۔ ان کے
 تہذیبی و معاشرتی روایات، سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 و روایتی بھی تھیں۔ ان کے یہ سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 و ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 نہیں تھے، ان کی تربیت، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے

وہ لمبے بھر کو خاموش ہوئے۔ پھر بولے

میں آپ کو بتاؤں گا، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے
 ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے سادہ و سہل، ان کے

Mr. Shamm Tariq,

Flat No. 27, 401 East, Marbar, Munson Buxulla Fruit Market

Mumbai, 400027, India



ہاں کو کر بلو، انا کہ ہر لغو میر سے پہلے
میر سے خود کو چھپے بتا میری رضا ہے

شوکت مرزا

ہیز، لنڈن سیکس، برطانیہ

تو تیریں عرف ثنائت مرزاں حب میں رہتی تیں جنوں کے پوتے بھی سوانے
دے تے (ب پو وں تا سوانا پس سوانست و ان کے جہا پاتے)۔ اس ملک کے ایک ہا شاہ شاہ
ایڈورڈ کے تعلق یہ واقعہ براہِ دید رستہ۔ کتے میں نہ یئی دن ممدی کے رہاے میں اس نے یئی
والد و طہ و نور یہ وہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ پر پانچ سو پندرہ ماٹے۔ ماں بائی ایی ویک تو نہ تھیں کہ غریبوں سے دلی
دوست و یوں۔ واقعتی اسوں نے بیٹے کو ڈیڑھ گھنٹہ میں فوس فریانی سے بیکہ ورنیت شہزادی سے
رستہ پر پانچویں تھا۔ ایک نئے بعد وں ممد نے ماں و سر یہ پانچویں وری بھی بات میسوں وں نہ ورت
نہیں یوں کہ اس نے اپنی ماں باں کا خط با و سو پندرہ میں دوست رستہ پر پانچویں ورتی رہی تے۔
یہ ملک میں رہ ورت ممد کے سر سیکے وں ملک ثنائت مرزاں پانچویں کار و
دوست شامی برقی تیں اور اس میں پانچویں وری تیں جنوں سے رہا سکھانے و انہیں اخلاقی
ہدایوں کے ایٹھ وری ورت وں وچا کے منتیں کے سقی ایقی تیں۔ میں تا ورت مثل مند انوا
ریہ پانچویں کے خوب سوات خصوں مصلحتی تیں اس سے کہ بھی و مدد ایی سکتے وں جیسے چیمبر
(peccants) یہ اسوں نے وں سبب خصوں میں وں وں تیا تے نہ یو وری یند میں ممد کے

یہاں۔ ہماری سسوں یہ دانش مندی ہو جاتی ہے۔ وہاں وہ درختوں کے نیچے بیٹھ کر
 سب کو فخریہ کرتی ہیں۔ اس طرح ان کے ہونے کی ضرورت نہ ہوتی۔
 شہادت کی پسندیدہ شخصیت، ان کا شان حق تعالیٰ میں یہاں کہ انہوں نے کہا کہ "اس کی
 طرف ہم پر توجہ دینی ہے۔ شہادت کے سبب ہم ان کے تہذیبی رویہ سے متاثر ہو رہے ہیں۔
 وہاں ہمارے گھروں میں ان کے گھروں کی طرح شہادت کے علم سے پیدا ہونے والے شعور
 مدخل ہوں۔

یہاں ہمارے قتلے ماحول جہاں کے ہے۔ سبوں جہاں کے ہے ان کو تہذیب کے ہے
 بھی ہے رقی کی خواہش، کاش اب بھی وہاں کے وطن سے فخر ہے۔
 شہادت کی جہاں کے ماحول پہ ہونے والے ہیں۔ میں تک نہیں شوق ہے اس کے ہے
 شہادت مرزا کے شوہر جمشید مرزا بھی۔ ان کے ہونے کی وجہ سے۔ یہاں کی بھی ہے۔
 مرزا جس نے میڈیا سندھیا کی وی پی پی میں ریجنل سطح پر کام کیا ہے۔ ان کی بیوی نے اس کے
 ساتھ میں رہ کر شہادت کے حقیقت میں حصہ لیا ہے۔
 میں نے کہا، "اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ ہے۔"

شہادت کے کہنا میری زندگی کا یہ اہم واقعہ ہی ہے جس کے بعد وہ ایک نیا ماحول بھی دیا اور
 میں نے ان کے ایک میگزین شہادت کے نام سے شروع کیا۔ ان کے لئے جسے میں نے شہادت کے
 نام سے کیا ہے۔ یہاں یہ شہادت کے میں نے اپنے لئے کیا ہے۔ وہاں کے ماحول میں شہادت کے
 ہمارے گھر ہوتے ہیں۔ ان کے گھر میں۔ ان کے گھر میں وہاں کی شہادت کے
 کے میں نے قدم اٹھایا۔ ایک میگزین جس میں مرزا کے نام سے شروع کیا ہے۔
 سارا شہادت کے شہادت کے یہ تمہارے ۱۹۹۹ء کی بات ہے۔ وہاں سے ۱۹۹۹ء میں میں نے اپنے
 اب تک یہ اٹھک محنت جاری ہے۔

اب پچھلے چار پانچ برسوں میں ارادہ کیا ہے۔ چاہے اس کے ماحول میں
 جاتی ہیں۔ وہاں ہمارے آخری تہذیب کے تہذیب کے تہذیب کے تہذیب کے تہذیب کے
 ہوں جن کے ذریعے بچے ارادہ کیا ہے۔ ایک کتاب یا سہ رکنی مجموعہ یا تہذیب کے تہذیب کے
 بچوں میں متعارف ہے۔ اس کے ترقی دینے کی خواہش ہے۔ یہ تہذیب کے تہذیب کے
 محبت کے والے ارادہ کی تہذیب کے تہذیب کے تہذیب کے تہذیب کے تہذیب کے
 حلا ہیں۔

Mrs. Shaukat Mirza,

244 B Church Drive, Hayes, Middlesex, UB4 0AA, UK



[Faint handwritten notes]

ڈاکٹر شہناز منزل

پروپوزیشن

میں شہناز کا خط پڑھ کر ہی تھکی ہوئی وہ سب دن تھوڑی دیر تو تھی غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں شہناز سے باتیں کرنے لگی۔ اس کا انداز سننے لگی۔ "دیر یہ جہاں ایک شعر تک نہیں لکھتا اسے روک دیتا" افسوس، یہ شعر وہ جہاں شہناز لکھتا ہے۔

بہید تھیں پائی نہیں گرتی تھیں چہ ہست و بود کا

یہ دُش ویراں ترا سارا سفر بے کار ہے

اور اس کی تمام یہ مملوئی آواز میرے کدے سے ہے، ہوا آغوش ہو کر مٹا کر لے گئی۔ ہاں، ابھی کبھی
 کی نہ اس زمانہ میں نہ اسے بھی مے سے تھکتے ہیں۔ زندگی کی فکری تہہ و تربیں کو بچھنا آسان بھی نہیں
 اور نہ ہوتا ہے۔ بے تکلفی سے، شہ و فرہ و شعور کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ عورت جس کے لئے
 ہوا یہ ہے، جان کی عقل کے لئے میں یہی مملوئی ہے، بھلا ان رموز و اسرار کو کیا سمجھے گی۔ ایسا کہتے والے
 شاعرانہ سے شہ و فرہ و شعور کی تہہ و تربیں ہوتی ہے۔

صاف نین میں ہے۔ مانتا نہیں۔ حد ادب ہر حرف کی زنجیر ہوتا ہے۔ شبناز نے یہاں بھی صاف نین کیا ہے۔ "اسم محمد" کے عنوان سے اور حرف حرف جوڑ کر اپنے رسولؐ سے

ہست و نہ ہست کے ذب و بے ذب کی پہچان تھی۔ یہ بے ذب تو جس پر ہستے کے بے ہستے ہیں تو اندر سے
 تشنگی چار پیتے ہیں۔ یہ بے ذب تو خالی جلد واپس رکھ دیتے ہیں اور اندر سے کتاب چرا لیتے ہیں۔
 اس نقصان کی تلافی کے لئے اس پر مری کو سالانہ ڈیڑھ لاکھ روپے سے زمر پار ہونا پڑتا ہے (۱)۔

بچے مروجہ مشہور ویڈیو کے ساتھ شہناز نے بہت باوقار اور اعلیٰ قدرتی شخص
 تھے۔ آج میں جو چوچھو بھی ہوں میرے شوہر کی محبت و تعاون کا اس میں بڑا ہاتھ ہے۔ ان کی شخصیت
 ایک شخص ہے، جس نے اپنی بے نشانی چھٹی جس نے میری ہر جہت صلاحیتوں کی آب پاشی کی۔

اپنی زندگی کا ایک نعمت قرار دیتے ہوئے شہناز نے کہا: "یہ اس قدر بات ہے ذب
 میں کافی کی جانب تھی۔ میرے ہاں سے مشاعرے میں شاعرانہ سید ہیں خصوصاً تھیں۔ میں نے بڑے
 زور شور سے تیاری کی مگر میں وقت پر ان کی شخصیت نے رعب کی وجہ سے مشاعرے میں شرکت کا رد
 ملتی ہوئی کر دیا۔ حالانکہ اس سے قبل کی مشاعروں میں شرکت کر کے وہ بات بھی حاصل کر چکی تھی۔ میں
 کافی سے (Lawn منہ زار) میں ایک درخت کے پیچھے چھپی بیٹھی تھی۔ میرے نام کا طائر
 بات بات ہو کر ہاتھ میں چھپی بیٹھی رہی۔ آج بھی جب شور آ پالتی ہیں تو یہ واقعہ ان کے گوش گزار
 کر کے خوشی دیتی ہے کہ میں مرحوم بھی سوئی تو ایک نیا قانون کی قد آور شخصیت ہے"

اور اس نئی تنظیم کے نام سے اب "نئے ذب" کے نام سے اب کی تیاری کرنے والی شہناز منزل
 خواہی "اب" دنی میں ایک قد آور نیا قانون کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔

Dr. Shanaaz Mazannul,

1251, Model Town Lahore, Pakistan

اردو، میت، وہ جس نے کچھ قلم پڑھا وہ اس میں جتنی کے بغیر ہیں آج اس سال یہ تمام محسوس ہے کہ اس
 اہمیت کے وقت جس کے اہم محسوس ہیں۔ رابطہ

سے۔ میں خیر فی میٹن نے اسے منسوب نہیں کیا۔ یہ شہرہ کا مدعی۔ انہوں میں رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ جو
 منسبت سے ہے۔ یہ ہے کہ وہ صدر رہنما چاہتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں درجہ اولیت ہو۔ یہ ہے کہ
 میٹن ۲۰۰۰ء کے خلاف ہیں۔ اس طرح ۲۰۰۲ء میں درست چوندہ ہو گیا۔ یہ اس میں خیر فی میٹن سے بیحد
 ثابت ہو گیا۔ اس نے فنی منہ سے تحفظ ہے پھر میں نقصان زدہ ترقی و پانچواں آئی صحت یہ ہے۔
 انی شیم ورجیوی۔ وہ راجسوسانی جس کی بنیاد اعلیٰ راجسوس نے ڈالی تھی، ان کے انتقال کے بعد اس کا جنرل
 سرپرستی میں منتقل ہو گیا۔ ہم نے ۲۰۰۲ء میں بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی۔ اس کے مندوبین میں اس کے بانی
 شامل تھے جن کی مادری زبان اردو نہیں۔ چنانچہ ماسکو، پراگ، بیجنگ، ستنبوں اور لندن کے مقامی رہائشی
 اس میں شامل کئے گئے۔ ان کے علاوہ انٹرنیشنل جاپانی اور کینیڈائی کپتارضا بھی شرکت کے لیے تشریف
 لائے تھے۔ مابینہ پرانہ ای سوسانی کا ترجمان ہے اور میں اس کا مدعیہ۔ چنانچہ اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ
 جتنا فائدہ اردو زبان کو ہونا چاہیے تھا ہو یا نہیں۔“

اردو نے مستقبل کے حوالے سے ان کا کہنا ہے

”پرغیہ پاک و ہند میں یہ تصور سن نہیں ہو گیا ہے کہ حقیقت فقیر یافتہ ہوتے ہیں جس کا تعلق
 انگریز کی میڈیم اسلوں سے ہے۔ اس طبقے نے ادارہ میڈیکل کے (۱۸۳۷ء) کے اس منشور کی کوٹ سے نظریہ
 بنے جس میں انہوں نے کہا تھا ”میں اپنے کارندوں اور کامیوں کی ضرورت ہے جو ریل و سٹل کے اعتبار
 سے ہندوستانی ہوں لیکن جو آپ طور طریقوں، اپنی سوچ، اپنے اخلاق اور نقطہ نظر اور آراء کے اعتبار سے انگریز
 ہوں۔ بد نصیبی یہ ہے کہ یہ انگریزی میڈیم کے بچے ان کی ترقی یافتہ مہموں کے چوں کے مقابلے میں جو اپنی
 مادری زبان میں سوچتے اور ان کی زبان میں ملتے پڑھتے ہیں ان کی بریہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں ہمارے ملک کے
 علماء اس خطرات کی وگاہ نشانی ہے۔ پاکستان میں اردو زبان ذریعہ تعلیم ہونا چاہیے تاکہ ہمارے چوں کے مقابلے
 رہیں جو اپنی زبان چال کی زبان میں سوچتے اور جواب دیتے ہیں۔“

میں اردو کا رسم الخط بدلتے ہوئے ہیں۔ اس میں ہوں۔ دراصل ہائی ٹیکنی “سٹریٹ وی” کے جن کی
 ایڈاریوں پہنچنے کے بعد اپنے ذاتی مفاد سے زیادہ ہیں۔ ان میں یہ سب سے ظہور پایا۔ ۱۹۸۰ء میں۔ یوں
 کہ اردو کے رسم الخط کے پیشرو علی ورفاری زبان میں ہیں وہاں سے ہونی خط کے ان خصوصیات غائی میں دے رہی
 ہیں۔ اس سندوستان کی طرف نظر دلا میں تو اس کے مادی دنیا میں مست دیا ہے۔ ان کی بھی اپنی عقلی رہائش
 ہیں مثلاً ہندی، بنگالی، ملیا، سرائی، چرائی، اردو زبانوں کے بولنے اور ملتے والے بھی ہیں۔ یاروں میں
 بہت فرق ہے۔ وہ اپنی زبان کا رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔ ان سطحوں کی طرف سے اس کے لئے
 (Mayday mayday) کی چیخا چائیں سہلی، سہلی ہے۔ تو غمزدہ کے ہے پڑا میں ہوں۔“

میں فیہر تھو کے جواب میں انہوں نے کہا ”ٹھیک ہے“

be that is the question کی تشریح حضرت نے فرمائی۔ مادی دنیا میں ہے۔ اردو مرقا

کا یہ شعر حضور سرور کائنات کے نظریہ کی تشریح کر رہا ہے۔



کی محنت سے دنا تو سہ تو ہم میرے۔ جب
مابں جسیر سے کہا لوح و قلم سر ہر
جسیر کوں ۱۰۰ فرسداد

۱۰۰ فرسداد

صبیحہ علوی

پیشکش، برطانیہ

جب تم میں وہ فسانہ نکلا تو وہ بھی میں نے دیکھا تھا۔ تم نے دیکھا ہے۔
دوسرے کی صرف پرچھا نہیں بن کر رو جاتا ہے۔

صبیحہ علوی کا قلم ہمیں لے دیتی ہے۔ ہم نے نہیں دیکھا ہے کہ وہ کیسی ہے۔
پناہ ماننا چاہتے ہیں اور آئیڈیل جبر سے بدترین قلم نویس کی جگہ سے قلم اٹھاتے ہیں اور اس سے
نے حتیٰ خوب نکلتے۔ اس کی زبانیں "میں سے آگیا" "میں سے آگیا" "میں سے آگیا"۔
مکتب جبر میں شاعری ہو چکی ہے۔ یہ تو نہیں ہے یہ مانی نہیں ہے۔ یہ پٹ واکس میں
تبدیل کی ہے۔ وہ جبر سے آگیا۔ یہاں غلامی کا تصور ہے۔ چر یہ کی مانی ہے۔ یہاں کی مانی ہے۔
افسانہ ہمارے صدیق کے انگریزی میں "میں سے آگیا" "میں سے آگیا" "میں سے آگیا"۔
جھوٹے اور کھوکھلے (The Golden Cage) میں شاعری ہے۔ اس کا نام ہے۔
میں میں ہوا شہر کا دیوانہ شاعر دیکھو اور قلم سے مہر۔ یہ وہی ہے جو وہاں سے
دش کی دیکھو اور وہاں کی دیکھو۔ یہاں کی مانی ہے۔ یہاں کی مانی ہے۔
نیرتھ کی دیکھو۔ یہاں کی مانی ہے۔ یہاں کی مانی ہے۔

ان کے مدین فتح پور میں رہنے سے جو تکر کے حیدر آباد وکٹ گئے تھے۔ حالانکہ ہسودہ میں ان کی زمیندار کی تھی لیکن یہودی کے حیدر سندھ زمیندار نے اس وقت ان تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ اپنے زمانہ میں پتہ لگاتے تھے۔ زمیندار کی سے ان کا نہیں جانتا تھا۔ اس سید علی حسین زمیندار تھے مرنے والے اپنی مرضی کا تابع نہ بن سکے۔ چنانچہ سید سندھ زمیندار نے ہسودہ سے اپنی اساتذہ کی تعلیم حاصل کرنے سے بعد حیدر آباد جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

صبیہ کی ابتدا فی تعلیم حیدر آباد میں ہوئی اور چھٹی گریڈ جا کر پانچواں۔ ۱۹۵۴ء میں یعنی چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح جناب قیسہ قیسین سے ہوا اور ۱۹۵۵ء میں رخصتی ہوئی۔ قیسہ قیسین صاحب نے بھی اس وقت اپنے تعلیم حاصل کی تھی۔ تعلیم صاحب صبیہ کے دور کے رشتے سے بچاؤ تھے۔ شادی کے بعد صبیہ بھینٹ آئیں۔ اور ۱۹۶۰ء میں برطانیہ آنے کے بعد بھینٹ بھنے کی سرکاری حق پر مبنی رہ گئی۔ گھر واری اور بچوں کی بیدارگی کی وجہ سے ان کی پہلی ترجیح بچوں کی تعلیم تھی۔

قیسہ قیسین اور صبیہ حویلی کی زمین بنیوں ہیں۔ بری جی جیسیل فی ٹرسٹ ایڈمز میں گمر بڑی کی کچھ رہا ہے۔ ان کے میاں طارق منیر پروفیسر ہیں۔ دوسری صاحب زادہ فی نور انجمنہ اسلام آباد میں درپاز ہیں مسلمان ہیں۔ اور قیسہ کی صاحب زادہ فی مصباح آئی بی وی میں پروفیسر ہیں۔

یہ خیمات آئی جی رہیں۔ صبیہ کو قلم چھنے کا غم تو رہا مگر اس وقت بچوں کی پرورش اوریت اور بچوں حاصل تھی۔ صاحب خیمہ غمت کی بہت صبیہ اب کی طرف بوٹ گئی ہیں۔

میں نے پوچھا برطانیہ آکر کیا کیا کیا ہے ان کی اولاد بھاری آئی؟

صبیہ کہنے لگیں "اور اصل ہمارے گھر کی تعلیم و تربیت چھوڑ گئی تھی کہ میں صبر و برداشت کی عادت کی پڑ گئی۔ ہم نے دیکھا صاحب کی تربیت کے زیر اثر کسی سے مرعوب ہونا نہیں سیکھا۔ بچوں کے با جان کے انگریز زبان کو بھی پسند نہیں کیا۔ مذہب بھی کوئی نکلتا نہ پڑھنے آتا اور ایک حدائیم کو بھی بن مر اپنے ساتھ لے آتا تو ہم بھی اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ جب میں ان کی برطانیہ آئی تو میں نے یہاں کی خوش حالی کا تجربہ کیا۔ یہاں تو میموں اور صاحبوں کے گھر اور بلیوں گھر کے غریب فاقہ زدہ گھر و عورتوں سے زیادہ خوش نصیب ہیں کہ نہیں پیٹ میں کام کرتا ہے۔ وہاں ملک کی عورتیں اکثر راتی راتی ہیں۔ ان کے مجھ سے پوچھا بھی تھا کہ "کیوں؟ کیوں؟" جو ب میں ان کے کہانی "میں صاحب کے آنسو لکھی۔

مشرقی تہذیب وہاں کی تعلیم اور ان کی قدریں سونے پاندی اور جواہرات سے بھی زیادہ مول میں۔ افسوس کہ ہم میں سے بڑے لوگوں نے دولت کے حصول کی خاطر ان قدروں سے اپنے بچوں کو محروم کر دیا۔ آج ہمارے ملک کے بچے مذہبی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ اور تو چھوڑ کر بات نہ کر۔ "والدین ہر بچے اور ہر مسلمان کو چار رکھتے ہوئے ہیں۔ انہیں فیس و سندھ و ستان اور پاکستان میں اردو سے بے نیازی کا ہونا چاہیئے۔ پاکستان میں تو پھر بھی اساتذہ، گاہیوں، بکے

یہ نوجوانوں میں رواۃ حنفی برائی سے غرضداریاں جہاں کی مٹنی سے رواۃ حنفیہ صحیحہ ہیں ان سے
 کٹن ٹن کا سامان تیار کیا جا رہا ہے۔ وہی والدین یہاں بھی رہیں گے۔ وہاں سے میں تمام مجسموں پرست
 تہہ نہایت کس سے رواۃ حنفیہ سے۔

صبیحہ گو رو بہ زبان سے عشق ہے۔ کہتے لگیں: "جیسے ماں کا وہ رگوں میں خوش ہے رواۃ حنفیہ
 کی طرح رواۃ میری رگوں میں لبو کی صورت میں رواں ہے۔"

صبیحہ، رقیہ، حکیمین صاحبہ کتابوں سے عشق ہے۔ ان نے کھر کے ہر کھرے میں دیوار گیر
 الماریاں کتابوں سے چنی پڑی ہیں۔ بغیر محاسن سے ہمارے موروہانی نہیں مل سکتی۔ صبیحہ نے
 ہمارے موروہانی پڑتے غیند نہیں آتی۔ انہیں حساب سے اتنی رعایت میں ہیں کتابیں ان کا وارث بن چکا
 ہیں اور یہی کتابیں میری بھی تہائی کی ساتھی ہیں۔ میں نے تعلیمی اور میں صحت دہیدی رہا ہونے کی
 پریمہ پند اور اپنی مذہب احمدیہ سے چاہتے پڑھا تھا۔ اب تو اب کی ترقی کی رفتار میں بہت بڑھتی ہے۔
 پیوڑا کاروانہ ہے۔ لیکن سچ یہ چھپے تو جوڑا کتاب کے پڑھنے میں ہے وہ پیوڑا کے پڑھنے میں نہیں۔
 "اپنی زندگی کا وہی یادگار وقت ہے" میرا آخری سوال تھا۔

میرنی زندگی کا یادگار وقت جناب سہام سر (۱) مرحومہ کا خط ہے وہ انہوں نے مجھے لکھا تھا۔
 کا بائیں ہونے میں کی کوئی جہانی یا مضمون کی رسالے میں پڑھا تھا۔ سہام سر صاحبہ کی سہاوی تھاری
 پڑھ کر تھیں اور ان سے ان کی انجلی، ہستی تھی۔ سہام صاحبہ بھی پتے میرا کتابوں میں تھے قدس
 بخت کے پاکستان کے۔ انہوں نے خط کے ذریعے میرنی حوصلہ افزائی کی۔ میرنی کی خواہش
 مشورہ دیا۔ مجھے لکھتے رہتا تھا ہے۔ وہ خط آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

صبیحہ یادوں کی دنیا میں گھولتی ہوئی تھیں۔ ان کے قریب نہیں صاحبہ تھیں۔ ان کے پاس
 سے بات چیت میں ان کی اپنی کہانوں کا مجموعہ تھا۔ کتاب کا نام تھا "کتابی کہانوں کی دنیا" اس مجموعے
 میں فی ایک کہانی کہانیاں تھیں۔ یہ کہانیاں ہر شہر اور ہر ملک میں ایک خوب صورت اضافہ ہیں۔

"کتابی کہانوں کا مجموعہ ہر شہر اور ہر ملک میں ایک خوب صورت اضافہ ہے۔"

"دب میں بھی کتابی کہانیاں ہوں گی۔" صبیحہ نے ایک نئے صورت میں لکھا۔
 درمیان ہنرمندی سے ایک مٹھا جود جاہور نامی چھپنے کی مینڈی طرف رہا ہے۔

Mrs. Sabiha Alvi,

1, Convent Road, Birmingham, B29 6RP, U.K.



ڈاکٹر صفات احمد علوی

پیشرفت و رفاه

۱۔ نہ سناتے تھے کہ کی یہ فہمیں ایک اور ہیں۔ علم، اسباب و اسامیات کا در معنویات کا ایک
۲۔ یہ سہرا ان سے شکوے، قسط، احتیاط سے رکھتے۔ آپ کا رویہ ان میں، بہترین اور خدو ہو۔

ہاں! سب نے وہاں اس خوبیوں میں سے یہ خوبی یہ بھی سب کے وجود اور محنت پر لیتیں
رہتے ہیں۔ حرم کے حرم کے ہر آدمی نے جہد کا یہ طریق اختیار کیا۔ اس سفر کی روایت بھی ان ہی سے لیتے۔

میرا سوال تھا کہ وہ خدا کا سب اپنا پورا نام و تبارت و جائے عبادت کے متعلق بتائیے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ آپ نے فقیر کو کس کا مصلوب

۱۰۔ حضرت مسکرمے "آپ نے ایک سول میں کئی سو" سے کر رہے ہیں۔ بس چند منٹ میں ایک
پیشہ کافی ہے۔

۱۰۔ صاحبِ مہربان ہانی نہ ہو غیر، اور شمر کے ہانی چیتے ہیں۔ "ہانی میں زمانے کی تمہیں
نہیں رہتی جاتے ہیں۔ انہوں نے ہانی ہار سہ تھوٹ کیا۔ ملکوں میں کھانا روپیہ ہو۔

والدین نے نہ عصبیہ، نہ حق سنا، نہ اصرار کیا، نہ قہر کیا، نہ آج کل کے متعارف میرے نام سے کہیں یہ کہیں نہ ہو، نہ کہیں کہیں فاش سے پہلے دینا یا میں ہاتھ کاھیاں نہ

[illegible][illegible]

یہ نذرانہ ہے اس سے متعلق نذرانہ دہانہ میں پائی۔

جسب سا ہو کار و متحرک پس یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
لوہ پیدا کرنا ایک پیشہ ہے اور "ربو شام" و "زید" ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
تاکد سے کہ پیشہ در نہر یہ ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
مکن آسانی ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔

نہوں سے یہ جتنی بہاؤ میں پائی گئی ہے وہاں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔

نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔

کیا زندگی میں اس زیادہ اہم واقعہ بھی کوئی ہو سکتا ہے !

Dr. Sifat A. Alavi,

21 Wainwright Drive, Aderton, Bradford, BD15 7AH, UK

نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔
نہوں سے یہ نذرانہ ہے ہر دو ہفتہ کی نامہ دہانہ میں پائی۔



یہاں کی لفت میں سراب کی رنگ

سہ قزوین

۲۹ جنوری ۱۹۹۴

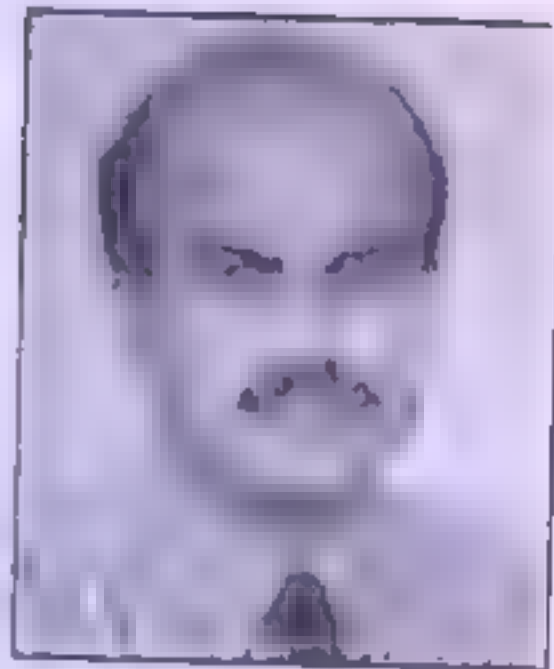
ڈاکٹر طاہر تونسوی

ملتان، پاکستان

میں قہ جلال چلی تھی مر، اٹھ کر تو نسوں کے دلتی، ادغ کی فہم ست میں ان کے دہرے
 "میرا ہمارا سدا و تمان" کی تاریخ میں اور، تھی ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء کو ان کی دہرے کی اور سر کی شام ان
 کی تاریخ سے آج کی تاریخ میں یہی ہے، ان سے فساد نگار نور زست کے گھر اعلیٰ میں تھی۔
 یہ شہرستان کے وران کے رفیق، راستہ، انداز سیمہ اخت کے اعزاز میں منعقد کی تھی۔ ایک طرح سے
 مہمان نوازی میں اس مہمانوں کے ساتھ میں بھی شریک تھی۔ یوں، انداز سیمہ اخت کی مہمانوں کی میں خود کو
 مہمان نوازی میں ہے۔ چاہے ان میں ہوں۔ عہد پر یاد رکھتے چاہئے میں مجھے طلب آ رہا تھا۔ انداز میں کو
 میں نے پہچانیں تھی۔ اس نے اس کی عہد تونسوی کی حیثیت سے ان سے ملی نہیں جب وہ غزل سرا
 کے قریب ہوئے۔ یہاں سے فرس تھی، خوب صورت احساسات اور ایک دل نواز فکر کی آبیہ و
 فرس ہو میں آبیہ کے گاتے۔ یہاں سے شامل ہوں کی اس کے سارے شعر میں نے اپنی
 "یادگار اشعار کی بیاض" میں محفوظ کر لیے تھے۔

جو ہوئے تو میرے حق میں فیصہ لکھا
 غمگینی کے معانی، مری لفت میں نہیں
 اگر ہوں داغ تو، غلوں، آئیے لکھنا
 میں دت جاؤں تو اس حور، یہ لکھنا

[illegible]



مجموعہ ۱۰ درمیان پستہ دوستی کی عظمت کی نشانی ہے۔

١٠٠

ڈاکٹر عابد مغز

ریاض، سعودی عرب

مارچ ۱۹۶۲ء کو لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا صاحب نے ایک تقریر فرمائی جس میں انہوں نے کہا کہ:

”میں نے جب (خالد شہسپہ) کو (مولانا صاحب) سے ملا کر دیکھا تو مجھے کسی شخص کے دوست ہونے کا احساس ہوا۔ اس کا یہ انداز تھا کہ وہ ایک درجہ اب سے فرما رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی شخصیت کے ساتھ ایک پندہ رکھتا ہے اور اس کے اندر اس کا وہ انداز ہے کہ اس کے ساتھ کسی کی بات نہ کی جاسکتی ہے۔ وہ اپنی رائے کو اس قدر مضبوطی سے قائم کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کی بات نہ کی جاسکتی ہے۔ یہ سب کچھ بجا سہی لیکن بھلا اس قدر محنت کی کیا ضرورت ہے۔ یہ اتنی جہاد نہیں کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ محض چند دنوں کے اندر اس سے اس قدر محنت لیں کہ اس کے ساتھ کسی کی بات نہ کی جاسکتی ہے۔“

تین دنوں کے بعد مولانا صاحب نے ایک خط لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ:

”میں نے جب (خالد شہسپہ) کو (مولانا صاحب) سے ملا کر دیکھا تو مجھے کسی شخص کے دوست ہونے کا احساس ہوا۔ اس کا یہ انداز تھا کہ وہ ایک درجہ اب سے فرما رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی شخصیت کے ساتھ ایک پندہ رکھتا ہے اور اس کے اندر اس کا وہ انداز ہے کہ اس کے ساتھ کسی کی بات نہ کی جاسکتی ہے۔ وہ اپنی رائے کو اس قدر مضبوطی سے قائم کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کی بات نہ کی جاسکتی ہے۔ یہ سب کچھ بجا سہی لیکن بھلا اس قدر محنت کی کیا ضرورت ہے۔ یہ اتنی جہاد نہیں کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ محض چند دنوں کے اندر اس سے اس قدر محنت لیں کہ اس کے ساتھ کسی کی بات نہ کی جاسکتی ہے۔“



معانی پر ہے احمد اعظمیؒ

عزفانہ ترمین شبنم

فورٹ، وانم پاڑی، تامل ناڈو، ہندوستان

[illegible][illegible]

رومانہ زبان سے نام پائی اور تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت
 نے میں آتے تھے۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی

عرفی زندگی میں کہ انہوں نے اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 میں اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی

عرفی زندگی میں کہ انہوں نے اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 میں اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی

عرفی زندگی میں کہ انہوں نے اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 میں اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 میں اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی

عرفی زندگی میں کہ انہوں نے اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 میں اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی

عرفی زندگی میں کہ انہوں نے اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی
 میں اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی سب سے پہلی روایت تھیں۔ یہ سب اردو زبان کی

[illegible]

M. S. Balazs and S. O. Odeh

188 Mid-Century Street Light Apparatus [and Nade, 635-5] India



ہیں لہر کٹوہ میچ عم دستان ؟ ہیں
جو آب مے نسی وہ سیر درستان بہن

سید عاشور کاظمی
۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء

سید عاشور کاظمی

برمنگھم، برطانیہ

”سلام اس پر“ یہ عنوان ایک خوب صورت نغمہ کا ہے اور اس کا لکھنے والا یقیناً ان صد اقتوں کا پاسبان ہے جو اس نغمہ کی تحریر ہیں۔ چند بند ملاحظہ ہوں۔

سلام اس پر

درو داس پر

یہ ایسے صادق کا ذکر ہے جو صد اقتوں کا امین بھی تھا

زمین کی پستیوں پہ روا کر

قلب کا رفعت نشین بھی تھا

جو بے یقینی کی تیرائی میں آک آفتاب یقین بھی تھا

اسی کا صدق

کہ سرزمین عرب کا صحرا ہے رشک گلشن

ان کا صدق

کہ بے ضمیروں کی ایک ٹولی زرو جواہر میں ملی رہی ہے

یہ سادہاں بڑا نہایت

یہ دہشتناک رہ صد اقت

کہ مہر کی نہ کے سارے بڑی

انہیں کے سائے میں چل رہے ہیں

انہیں سے تھی جنگ کل ہماری

نہیں سے تھی ترقی معرکہ ہے

رہ صد اقت پر چلنے والو

ہمارا ہر روز، ہر روز عا شور اور ہر گام کر بلا ہے

سلام اس پر

ورود اس پر

جو بقیہ نئی نئی میں اس کتاب میں نہیں تھی

صد اقتوں کی یہ تاریخ سید عا شہ عالمی نے قلم بند کی ہے۔ عا شہ کی "نئی صدیوں" سے

۱۲ تا ۱۹۳۶ء سے "نئی باب و پوہ" (۱۴) برس سے تہ ۱۰ فروری ۱۹۳۲ء کے "نئی پوہ" سے

سات تہمیں پائی تہ، ضلع مہاراجہ، سندھو تان میں پیدا ہوئے، عا شہ عالمی کا پیدائشی نام

"عبد اس" تھا، ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا "نہایت" اور "نہایت" کے ناموں "۱۹۵۳ء میں

"چراغ" سے "نہایت" میں، "فساوس کا مجموعہ" "۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

۱۹۵۵ء میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں، "نہایت" میں،

آپ اس سے اس کے وقت میں ۔

ما شاعر صاحب آپ شاعری سے شوق مند تھے ۔ یہ محرکات تھے ؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے یہ لکھا تھا کہ "مستند موادوں کے تحت تخلیقات وجود میں آتی ہیں۔ شاعری میں قصائد، نعتیں، رباعیات، مراثی، مہمانی، نعتیں، پانچ ہیں۔ اور یہ نثر کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ میں نے جو مکتوبات لکھے ہیں، ان میں سے کچھ ان کے لئے لکھے ہوئے ہیں۔

ما شاعر محکم چکیس (۲۵) سال سے ریاض سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ شعر و شاعری سے ان کی پسند و ناپسند ہوئی ہے۔ اس لئے ان سے اس سال پر بھی سوال کیا گیا۔ صاحب نے ان کے لئے ان شاعری کا معیار دیا کہ "شاعر صاحب کا معیار ہے" کہیں یہ دیکھنا چاہیے۔ یہاں اردو شاعری کی آبادی ترقی سے اور ان آبادی کے تناسب سے دیکھتے ہوئے نہ صرف یہ کہ بلکہ امریکہ، برطانیہ میں بھی شاعری کے مقابلے میں ان کا بہت اچھا لکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہماری نئی نئی سبکی طرح بھی لکھنے لگے ہیں۔ بلکہ ان کے قریب ان برصغیر پاک و ہند روئے کر رہے ہیں اس میں ان کے یہاں کے تجربات شامل ہیں، یہاں کی معاشرت، یہاں کی اقتصادیات اور یہاں کی تہذیب کی بہت عمدہ تصدیق اور تصویریں ان کے ہاں ملتی ہیں۔ یہاں شاعری میں ترقی نہیں اور اس وجہ سے وہ ترقی نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ان کے پاس جو پاک و ہند کے "یوں" کے مقابلے میں آتی ہیں۔

یہاں ایک امر یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان سے وہ باہر نہیں جاتے۔ ان کے لئے جو وہاں کے یہ تجارت اور پیشہ اختیار رہا ہے کہ مغرب میں آکر پیسے جیتے ہیں اور نام و نمود کے خوش مندوں کے لئے کتابیں لکھ کر اور ان کے نام سے چھاپ کر انیسویں صدیوں شاعر اور شاعرہ بناتے ہیں۔ چنانچہ بغیر محنت و ریاض کیے صاحب کی شاعری مل جاتی ہے تو تخلیق کی رحمت کوئی یہاں رہے۔ ذرا ان سادہ طرز ان کی مجموعوں سے متعارف ہوتے ہیں۔ حالانکہ جو شعر خواہ بہتر ہے وہ بھیکے سے غالب امیر، فیض یا فراز سے ہو نہیں سکتا (genuine) شاعر تو ہوتا ہے۔ ہمارے برطانیہ میں بہت سے صاحب و چون شاعر ایسے ہیں جو درست حد پر شعر بڑھ نہیں سکتے تو شعر بیا نہیں لکھتے۔ ایسے شاعروں کے قلم چارویہ ان بھی چھپ جاتے تو کوئی فائدہ نہیں۔ اگر وہ شاعر کے میں بے وزن شعر پڑھیں تو ان کے وہ دین کا عدم کر دیتا چاہیں۔ اس ضمن چار (trachise) شاعر کی نے اب ویرا انکسار پانچیا ہے۔ میں آج کل "مارتھ مرثیہ" لکھ رہا ہوں۔ ان سے فارغ ہوں تو میر کی خوش سے یہ مغرب میں اردو شاعری کے نمونے سے ایسے شاعر اور شاعرہ کو منظر عام پر آئے ہیں جن کی فن چار شاعری کے نتیجے اور حد کے شعر اواز اور ادب کو انکسار پانچیا ہے۔ میر کے لئے جوئے کے لئے ہی ان خوش نہیں ب بھی ماراں ہوں گے مگر مستقبل کے مؤرخین ہمیں معاف نہ کرنا چاہئے۔ یہ شاعر اور شاعرہ کے لئے تھوڑے سے تھوڑے کی معافی کے ساتھ یہ ہنس

جس کا نام اب ہے۔ ان کی قریب شصت و چار کتابیں ان کے نام سے ہیں۔ اب بھی تھے قادیان
 اب بھی علمِ مدینہ کے احسن استاد تھے۔ ان کے دربار میں ڈاکٹر محمد علی صدیقی، علامہ
 سلیم اختر، سر فاضل فتح پوری، شائق خوجا، بی خوب صورت تنقید لکھتے تھے۔ سندھوستان میں
 ڈاکٹر حسن یہ فیروز، باب شریفی، پروفیسر عقیل رفوی، جو رہی رشید اور انصاری، محمد کاظمی اور ان کی دیگر
 ناقدین ہیں جو بھی تنقید لکھتے ہیں۔

ماتر کاظمی خود بھی بہت اچھے تنقید نگار ہیں۔ کسبِ رائے کی جمعیت کا خدو ہے اور خطیب
 بھی اتنے ہی پاک کے ہیں۔ دہشتے پات میں تو عمر کے آبشار رواں موجات ہیں۔ فکروں میں برادر
 طالبِ شہر کاظمی نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ میں نے اس سے آخری سوال کیا: "آپ کی کسی کوئی
 خوش قسمت کتاب نہیں ہے؟" وہ نے ہنس کر کہا: "آپ کی زندگی میں پوری ہو جائے۔"

ماتر کاظمی نے مسلمانوں کو بتایا: "ایک خوش قسمت کتاب کی تکمیل کے بغیر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے
 اردو زبان و ادب کی خدمت کا حق ادا نہیں کیا۔" برطانیہ میں بی۔ اے اور ایم۔ اے تک اردو کی تدریس کا اجرا
 اور اردو یونیورسٹی کا قیام ہے۔ یہ کام قدرے آسان ہوتا ہے۔ اردو والے یا جموں اور دو کے اہل قلم
 یا خاصے جسٹس و شش کرتے اور اس کا بے تحاشہ خیال ہوتا ہے۔ لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہم میں اجتماعی
 فکر کے شعور کا فقدان ہے۔ اردو اہل قلم کی فکر میں اردو کی خدمت یہ ہے کہ چند غزلیں یا افسانے لکھ دیے
 جائیں۔ ان غزلوں یا فسانوں پر پیشہ ور نقادوں (عام طور پر جموں و مضافہ نقاد) یا بچے یا پیشہ نقاد
 کھوہوا اپنی ہی ادیب سے پیسے خرچ کر کے کتابیں شائع کرائیں جائیں اور پس۔ یعنی اپنی ہی ادبی قیامت
 برائے ان و شش اردو کی خدمت ٹھہرتی ہے۔ اردو اردو زبان و ادب کی اس خدمت کے لئے اب یہ
 بھی ضروری نہیں ہے۔ بولی خواہ شاعر کے یا ادیب تحقیق کرے۔ پاکستان کے چھ نامہ و شاعرانے شعرو
 اب بی ادب نہیں محمول کی ہیں۔ برطانیہ میں جس کا جی چاہے ان کاغذوں سے ریڈیو میڈ (ready
 made) تحفہ تیار کرے۔ ادیب یا شاعر بن سکتا ہے۔ یہ ادب کاغذوں سے اور نوڈ اور سروس (door to
 door service) بھی فراہم کرتی ہیں۔ یعنی چھپے چھپائے دیوان اور فسانوں کے بھوت گھر جیسے مہیا
 رتی ہیں۔ غرض مند و صرف اپنی تصویر اور زلف ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ برطانیہ میں
 نوڈ، دیوان، دیوان، دیوان، دیوان (شعری مجموعہ یعنی دیوان کی جمع ویسے آپ سے دیوان کی جمع
 بھی تصور رکھتے ہیں) کے ساتھ میڈس شعرا بن میں آتے ہیں۔ جیسے کہ بات یہ ہے کہ جو ڈب سے کلنگ
 کے ساتھ شاعر نہیں پڑھ سکتے، وہ ان دیوانوں کے دیوان کی پریرانی کرتے ہیں۔ اردو کی نہیں سوچتا کہ
 ان کا یہ عمل، حالانکہ اردو کی تاریخ کو سکھانے کے لئے مفید ہے، کیوں کہ آپ کے اردو کے محقق کو یہ
 پتا کاغذ اور ہوا کہ بیسویں صدی میں برطانیہ میں تحقیقی ادیب و شاعر یا حینون (genuine
 writers) نہیں تھے۔ ان دنوں تھے اپنی قسمت کو بد حالانہ کی اس دور میں ہندو، ایسوں کو
 سب اس کی فرصت کہاں ملتی ہے کہ وہ سر جوڑ رہیں اور برطانیہ میں اردو تدریس کے منصوبوں پر اہل

صاحب وقتہ سے متوازیں۔ اور روٹی تھوہیں ماسوائے روڈ زبان کی تدریس اور اب کے فوٹو کے
کوشش میں برے وقت یا نااستدیاں کی راہوں میں رہا نہیں صرفی مددی چلتی ہیں۔ یہ نقطہ نظر
میں سے وہیں مشن رہا کہ فرد کی نفسی جتنی ممانہ انہوں میں رکاوٹ ڈال دیتی ہے۔

نہ سب سے ایک وقت مشن رہا یہ بتاؤں (یہ آپ کے سوال کا جواب بھی ہو سکتا ہے کہ میں
رہن کا وہی یہاں قیدیوں کے میں جسے میں جہاں نہیں) اور یہاں یہ ہے کہ ایک اعلیٰ اختیار کی مینٹک
میں ان بات پر بحث ہو رہی تھی کہ اردو میں بی کے یا ایم کے کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے سے یہ
واقعہ میں غلط جرمین فریق یا یورپی زبانوں کے مقابلے میں اردو کیوں پڑھتیں ان کے سے کسی
اکیڈمی یا تہہ اپنے اعلیٰ پیشہ ور سے تھے۔ اردو یونیورسٹی کا رٹا یا تو ایک صاحب منصب نے
ذہن کا ایک ترشہ پیش کیا جس میں ایک اردو کے صاحب کا بیان چھپا تھا کہ اردو کا رسم الخط تبدیل ہونا
چاہیے اور یورپ میں اردو اس وقت تک مقبول نہیں ہو سکتی جب تک سے رومن حروف میں نہ لکھا جائے۔
ہم نے کہا یہ ایک نجیف آواز ہے۔ ایک شخص کی ذاتی اغراض کا مظاہرہ ہے۔ اس شخص کے
میں مضمون کا ایک جہد کرنے کی کوشش کی تو اس پر اسے اعلیٰ اندازت ہو گئی۔ آخر اس شخص کو خواہنا پڑ
کہ اس کی مراد تو یہ تھی کہ برطانیہ میں اردو پڑھانے کے لئے انگریزی زبان اور اردو کے حروف کی و
نگریزی میں لکھ کر سمجھانا پڑتا ہے۔ ایک صاحب نے اطلاع دی کہ اس موصوف کو صرف پانچ ہزار پونڈ کی
اس رات میں مال چھپی ہے جو وہ اردو کے رسم الخط مدد سے کی تحریک کو چلانے کے سے حاصل کرتے
ہیں یا خواہنا پڑتا ہے کہ اسے ایک چوکا اپنے والی بات کرتے ہیں۔ لیکن ایک صاحب نے یہ
کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا جو آج (بقول آپ لوگوں کے) کیا ہے اعلیٰ زبان اس سے ساتھ اس فرد
ہو اس کے بعد ہزار ہوں اس کے بعد اس ہزار ہوں، پھر ایک لاکھ اردو برس میں ایک میلین لوگ
جو یہ چاہیں کہ اردو کا رسم الخط بدل دیا جائے۔ تو آپ اس اردو یونیورسٹی کا مطالعہ کر رہے ہیں اس اردو
یونیورسٹی کا کیا انجام ہوگا۔ اور مینٹک بد ذائقہ ماحول میں ختم ہوئی۔ اب نہیں یہ وہ مجھ سے کہ انہوں
نے دانستہ یا نا دانستہ پانچ ہزار پونڈ سالانہ خرچ کے عوض اردو کے ایک اہم مقصد کو فروخت کر دیا۔ اس
نا کام جتنک کے بعد ہمیں اپنے مقصد کو از سر نو ترمیم کرنا پڑا۔ استدلال کا اور تاریخ اختیار کرنا پڑا میں ہم
نے ایک فرد کی ذاتی منفعت والی سوچ کا نئی برس میں رہ جکتا، اور شاید اب بھی جکتا رہے ہیں۔

Mr. Syed Ashoor Kazmi.

Institute of Third World Arts & Literature, #12, Westminster

Coast London Close, Birmingham, B20 3NN

میں بدلتی تھی۔ اپنی شب و روز میں محنت اور فانی کے خوش سے وہ اب چاہتا تھا کہ وہ
جس نے پڑھا ہے وہ اس کا نام بھی لے گا۔ یہاں افسوس رہنے لگے، "میں نے ادب میں سچ و
تکلف کیا۔ بارے میں کچھ نہیں سوچا۔ میں انجمن ترقی پسند معتمدین سے وابستہ ہوں جس میں صرف
خادموں اور مجاہدوں کا ہی گزر ممکن ہے۔ البتہ "نیا سفر" کو چودھرات برتن تک نکالنے کے بعد مجھے خاموشی
نقصان ہوا جس کی وجہ سے رسالہ بند کرنا پڑا۔"

پھر گفتگو کا رخ "ایوں" کی طرف ہندوی کی طرف جا پہنچی۔ دھمکی آتے آتے "ایوں" میں اختلاف نظر و فہمی مٹا لے۔ لیکن سو "وزیر" کے حوالے سے قابو حال نقصان ہوا ہے۔ مصارفیت نے بڑے بڑے "ایوں" کو بھی اپنے دھار میں لے لیا ہے اور ان سے حق کوئی دے بے باک کلٹی اور جرات مند کی ہے جو ہر ٹھیکن ہے۔ حق کوئی بھی مصری اب یہ کہتے ہوئے صبر کا ہے۔ مہکاری "ایوں" نے بھی اس سلسلے میں تخریبی کردار ادا کیا ہے۔ ایوارڈ، انعام وغیرہ کے قارئین پر مہر لگائی ہے۔ اس سے حقیقت نگاری اب نیازی بقامت ہندوی اور حق کوئی تخریب یا رخصت ہوئی ہے جس سے اب اور اب کا اصل جوہر، عطر رخصت ہو گیا ہے۔

اس جوہرِ نظرِ رحمت ہو گیا ہے۔
 "اردو زبان و ادب اہلِ علم ہے"۔
 "سندوستان میں اردو زبان سیاست دانوں سے زیادہ خواہ اردو لوگوں کی بہ اعتباری و
 تاریخی شہر ہے۔ اپنی تہذیب و ثقافت سے بے خبری محض وجہ ہے۔ اردو کے شاعروں اور ادیبوں و
 محققین نے ورثہ دارانہ انداز سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے گھر میں اپنے بچوں و عورتوں
 کی طرح اردو کو بھی پڑھنا سیکھنا ہی نہیں خدائی و انسانی فریضہ سمجھنا چاہیے۔ کوئی جس زبان صرف سرکاری
 و ششوں سے رندہ نہیں رہتی۔ اس کے بولنے والوں کا جذباتی سلسلہ سے دور تک بے جاتا ہے۔ سب
 ہی رسم خط کی بات تو میں رسم خط بدلنے کے حق میں نہیں ہوں۔ او دیکھ جو ایوانِ مری یا راجن میں
 تبدیل کر کے اردو کے پھیلاؤ کی کوشش کر رہے ہیں میں ان کے خدوئیں پر تو شک نہیں کرتا لیکن امر یہ
 آسانی، ان کی غی تو پھر وہ بھی اس رسم خط سے بے گناہ اردو و اردو سے چلے جائے۔ اردو زبان کی
 میں نہیں اس کے رسم خط میں بھی سبھی تہذیب و ثقافت پوشیدہ ہے جو صدیوں کی ریاضت سے حاصل
 ہے۔ اسے ہم تنہا آسانی سے کھو نہیں سکتے۔ ہم دوسری زبانوں میں اپنی اپنی تہذیب و ثقافت سے زیادہ
 متشغیل نہیں، یہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن فی زمانہ اگر ہم صرف ضرورت اور فیشن کو دیکھیں تو کیا اپنی
 جڑوں کو بھی چھوڑ دیں۔ یہ سراسر غلط اور خطرناک ہے۔"

انہوں نے فانی کے ان اسرار و اسرارِ مانی و توحید و توحید قبول یہ ہے۔ کہتے ہیں "اور بھی"۔ یہ ہے۔

صحافی ہونے کے واسطے ڈاکٹر علی احمد ملکی نے "بچوں سے شروع" میں بڑی مقبولیت



سید علی امام نقوی

مبئی، ہندوستان

جنی ٹنڈھانہ کی خوش بو میں بے شمار مہمی میں رہنے والے قسانہ ٹنڈھانہ کی امام نقوی کی ہانوں میں مٹکی کے ن پاسوں کے مسائل کی خوش آواز ہے۔ اس کے وہ بھی نہیں ہیں اور ان کی فریادوں کے ساتھ کہ وہی سندھ کے جدید زندگی کے حجاب کی ریشہ میں سے رہا نہیں ہوئے۔ جاک اور فلاس آج بھی ان کی مدد بھی میں شمار کے جاتے ہیں جب کہ قیمت میں یہ ان کی مدد بھی نہیں ان کا اختیار ہوں کی این سے جو میر جیہ کی کے کاروبار کا بندھا جاتے ہیں۔

علی امام نقوی کا نام قس بنی کے رانا میں مہموت کی کمی ہے تاکہ ساتھ مہمی کی خاص زبان اور اب دیتے کے مال کے اور ورنہ کی خوش آواز ہے۔ اس وقت پر مصنف کی اپنی زبان بھی ہے یعنی وہ جس کا ان مزہ ہے۔ اس مال میں ایک اور چیز ترقی کے جو پور کی زبان جو تانبہ۔ یہ اور مختصر سے ریلین اپنے مختصر کے وہ جو مال نام میں کی خوش آواز ہے کہ رانا قس کی کے قسین پر اپنے کے تاثر سے تیار جاتا ہے۔

علی امام نقوی بنی کی طور پر افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانوں کے چار مجموعے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا افسانوی مجموعہ نے مکان کی دیب ۱۹۶۲ء میں اور آٹھواں مجموعہ ۱۹۶۵ء میں

تو کہتے تھے کہ سچے سچے آدمیوں کو یہ سچے سچے باتیں سنیں
 کہ وہ سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں

انہی نے کہا کہ یہ سچے سچے آدمیوں کو یہ سچے سچے باتیں سنیں
 کہ وہ سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں

انہی نے کہا کہ یہ سچے سچے آدمیوں کو یہ سچے سچے باتیں سنیں
 کہ وہ سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں

اب میں اسے بھی ملے گا کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ وہ سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں

جواب میں ان کا کہنا تھا کہ یہ سچے سچے آدمیوں کو یہ سچے سچے باتیں سنیں
 کہ وہ سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں
 کہ انہیں سچے سچے باتیں سنیں اور انہیں سچے سچے باتیں سنیں

ہے۔ تین صحت و شہرت مدنی ہے۔ فساد کا ہی ہر وقت پتہ ہے۔ اندریوں پر حضور ہوتا ہے
 سرفہر ہوتے ہیں تو چہ ناسل۔ کہیں کامیاب ہوتا ہے بد فکر ہے۔ اسے سے بھی اپنے
 دس ہاتھ تو یہ قدرتی ہے۔ من شین۔ کہیں کامیاب ہوتا ہے۔ فساد ہی ہے۔ یہاں غلطی
 ہے۔ یوں نہ محروم ہی یہ وہ ہے کہ قریب نہیں چلے نہیں دیا۔ وہ بی بی ایچ پانچیں تو مراد بھی
 یہ نہ کہتے تھے۔ اتنی مدد دی جس کو تو وہ آپ نے اپنے کہتے ہیں۔ یہاں وہ آپ
 سے مراد کہتے ہیں۔ شہر کے رہنے۔ نور ہر جگہ سے رہا۔ کہتے تھے۔ انہیں دے
 تو یہ جہیز مرید ہاتھیں ان کی سید میں اور حاشا کاٹی۔ یہاں یہ کہتے ہیں۔ یہاں ہاتھ ہار دیا
 قرار ہوتا ہے۔ علی ہامنی ماش دے۔

"یہ خاموشی بڑی دیر تک طاری رہی۔ ماحول صبیہ ہو چلا تھا۔

بھائی! میں نے اسیر سے تہا۔

بی بی بی! انہوں نے گھر میں میری طرف دیکھا۔ مکرانے۔

یہ دوسرا حلقہ یہ وقت یہ ہے کہ یہ وہاں پہنچے۔

یہ تاپے آپ سے دس آئے گا۔ وہاں یہ اسباب مدد کے ہیں۔ وہاں

سے مدد ہیں۔

ہمارے وہاں جسے وہاں یہ بد نظریں سید شریف کا مدد دیتی ہے۔ شہر ہر قوم

کی مدد مدد دینا ہوا۔ وہاں میں حقیقت ہے۔ وقت ہمارے ہی ہے۔ بھی چہ بہ بد نظریں ہوں۔

تانے بیٹ ہیں۔ مگر بھی شاعر کی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہاں کی مدد نہیں ہوا۔ یہاں ہاں ہاں ہاں

اپنے اذوق اور اپنے معیار کے سب سے بڑی ہے۔ شہر ہر قوم ہر قوم ہر قوم ہر قوم

ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

یہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

نے۔ کہتے ہیں کہ انہی کے ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

اور انہی کے ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

تانے ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

بھائی! انہی کے ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

اور یہ وہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

ہر وہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

ہر وہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

ہر وہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

ہر وہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

میں وہ نوجوان یہ کہتا تھا۔ پاکستان میں مسلمانوں کی یہ مدتوں کا عہد تھا۔ ان کے
 بچوں کی عمر سید احمد شریف کی عمر جتنی تھی۔ سید احمد شریف نے یہ ممانعت نہ کی کہ وہ
 بات نہ کہے۔ بدینہ نے ان میں سے ایک کو اپنے پاس بلایا۔ بات سے تاثر نہ ہوا۔ وہ نے اپنے بچے والوں کو
 اپنے پاس لے گئے۔ ان میں سے ایک نے ان کی قوری سے ہاتھ لگا کر دیا۔ اقبال مجید کی تحریر میں
 سید احمد شریف کا ذکر ہے کہ یہ سید احمد شریف کی بیٹی تھیں۔ وہ احمد شریف کی بیٹی تھیں۔
 مسلمانوں کا یہ کہنا ہے کہ ان کے پاس ایک شہزادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس
 میں نے دیکھا ہے۔ ان کے پاس ایک شہزادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شہزادہ ہے۔

”میں بھی رہائی اور شاد فراق کا جامہ پہن رہی ہوں۔ وہ بے ساختہ سے فٹنہ و فتنہ میں مبتلا ہے،
شہر میں ہر طرف شاد فراق کا میاں بکھٹے بیس بیسوں سے ہے۔ آگ سے جلتے رہنے والے قتلوں کی پٹی اپنی
روپا میں ہے۔ ”غیر رہائی کی“ ایسے مایوس بڑی بچی آتی ہیں۔ وہاں سے اٹھنے والے جو کچھ موثر ہے
میں نے پیش پات سے جھڑپا کر لیا ہے۔ مگر اب میں یہ باتیں چھپاتی تھی۔ نور شیدہ نے مرم
کہتے ہیں۔ اب کے مصلحتیات اور نئی حقیقت چھپاتی ہے۔ ان سب سے آگے نہ بڑھنا چاہیے اور نہ
خود کو پریشانی دینی ہے۔ یہ سب ہی بہت آگے جانے والے فساد کا ہیں۔ مرنے والے تھکے تھکے ہیں۔
”اندھ دھند میں رہنا، مستحکم رہش نہیں ہے۔ اس لیے میں آپ یا فرما میں نے

اصل میں سرحدوں والے ہی اس کے مجرم ہیں۔ غرض سرائی کی محسوس کے تخیل جنس کی حقیقت اور زبان کی تلافی و فلاح سے زیادہ غرض اس کے چہرے پھنس میں اضافہ ہے، میر کی رائے میں حدت میں راولپنڈی کی حد تک باقی رہ جائے گی۔ محمود احمد فیموں اور نیکی ویشن کے سرپرست نویسوں و جہی کے کارنامے جو کسے کے کھیرتے ہیں، ان کا دل بھرتے ہیں، قہر و شام کی مررت میں اس کے ہاں اس کا راولپنڈی میں پڑھ پڑے کی اس کا ہاں عمومی حد پر مبنی ہے۔ اردو کا رشتہ راز کی سے جزا کو نہیں ہے۔ اردو اس کا اصل کے چہرہ پر میں، جتنے سے ہیں اس کی اس کو اپنے کمر میں بھی رہائشیں پڑھتے۔ فیصلہ آپ خود رخصت یا نہ ہو۔

”یہ رشتہ بدلتی سے ارادوں اپنی حیثیت پر قرار دے سکتی ہے۔“
 ”نہیں، یہ سچی باتیں ہیں۔ یہ سچی۔ یہ رشتہ بدلتی سے ارادوں اپنی حیثیت پر قرار دے سکتی ہے۔“
 ”فراقِ قراک ہو جائے گا۔“ انہوں نے مستحکم لہجے میں کہا۔

میں نے دیکھا ہے کہ اب یہ بات ایک قد آور اور معتبر شاعر جناب ظفر گورکھپوری اعلیٰ یہ شمس
 سے دے رہے ہیں۔ یہ ایک اور بات نہیں صرف صدی کا قصہ ہے جب میں بھی یہ
 حادثے انجام پور (نیل بار) ایسٹ سٹریٹ میں رہ رہا تھا، اعلیٰ یہ شمس انگریزی کے پانچویں
 میاں سٹریٹ میں معلم تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اعلیٰ کے اسول سے ان کے تباہ کے بعد انہوں
 کے محلے تک، شمس کے محلے تک۔ اور جب شمس کو شمس کی پہلو اور شخصیت سامنے آئی۔ شمس، عرب،
 شمس، عرب، تھوڑا بھلا، مقدمہ نویس، بہر تعلیم اور ایک بہترین سماجی کارکن کی حیثیت سے ان کے سامنے
 آئے۔ وہ دور ارشدی دین و دین پروردوں کے ہدایت کار رہے۔ اردو اعلیٰ میں کام کیا۔
 پچیش ایگزیکٹو مینسٹریٹ (Executive magistrat) کے عہدے پر خدمات انجام دیں۔ اقبال
 نے شاید یہ ہی دعوں کے سے کہا تھا، "نرم، مٹھنہ نرم، مٹھنہ نرم، مٹھنہ نرم"۔ شمس، مٹھنہ نرم ہوتے ہیں
 اور مٹھنہ نرم ایک ہی طرح مٹھنہ۔ مٹھنہ نرم ہے کی مٹھنہ نرم یا آسٹریٹ کی انہیں جیتو نہیں رہی۔ وہ
 راستوں کی جیتو میں مصروف رہتے ہیں جہاں ایک انسان کو دوسرے انسان کا دکھ پانچے میں مسرت ہوتی
 ہے۔ اور ایک انسان اس راد کے سارے کائنات کو شاید نہ بٹا پائے مگر بقول سارہ لدھیانوی۔

مانا کہ اس زمیں کو نہ کل زار کر سکے کچھ خار کم تو کر سکے ضرور۔ جدھر سے ہم

علیٰ یہ شمس اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں نہیں حاصل کر سکے لیکن مرہٹی ذریعہ تعلیم کے باوجود انہوں نے
 فوری اور راد اسٹوڈنٹس میں پڑھی۔ ۱۹۵۵ء میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ممبئی آئے۔ یہاں
 انہیں علامہ سید ابوبکر آبادی کے پوتے تاجدار احشام احمد لدھیانوی کے صاحب زادے طارق خاوری
 اور خالد شاہین کی محبت اور تعاون میسر آیا۔ ترقی پسند شعرا و ادیبوں کا ان دنوں ممبئی میں جمگٹن تھا۔
 مشاعرے، مباحثے، علمی و ادبی محفلوں اور مٹھنہ سے شمس کی صلاحیتوں کو نکھرا، سنوارا اور انہوں نے
 خوب خوب میں۔ فسانے، مضامین، نظمیں، غزلیں، رپورتاژ بھی۔ انہی دنوں اسکول میں معنی بھی
 دی۔ ۱۹۶۵ء میں وہیں تک میں مدد زمست علی تو بقول شمس، "نک کے اعداد و شمار میں ایسا پھنسا کہ قلم سے
 مانا نماز پڑھنا۔ لیکن اب کی سوچ کا احاطہ تو بھی رستہ نہیں اور شاعر کی شعری موجیں اسے اپنے مقام
 پر لے آتی ہیں۔ شمس کی خطابت کی خوبی بھی انہی دنوں میں نمایاں ہوئی۔ اور شمس کا زور خطابت اس
 طریقے کی تھی کہ کیا کہ چھی اردو بولنے کے لئے اہل زبان ہونا ضروری ہے۔

شمس اہل زبان نہیں مگر بقول ڈاکٹر رفیع شبنم عابدی، "شمس صاحب کے مزاج میں بہت سی
 ہے۔ بڑے سلیجے، اور خیر ہے ہوئے انداز میں بولتے ہیں۔ اور اسی انداز میں گھبرے گھبرے مسائل کو سلجھا
 دیتے ہیں۔"

بقول قاسم امام، "ممبئی جاؤ وروں کا شہر ہے۔ یہاں کھوجائیں تو دنیا مشکل اور مل جائیں تو
 پچھڑا مشکل کہ رشید سار شخصیتوں کا مسکن ہے یہ شہر۔" قاسم امام جو نہ بانی کالج آف کامرس اینڈ آرٹس
 کے شعبہ اردو کے صدر ہیں کہتے ہیں، "شمس صاحب کی وجہ کامیابی ان کا 'حسن ترتیب' ہے۔ اور ان کی

487

تین سو پچیس سال پہلے کی باتیں عجیب تھیں۔ اور ان کے بارے میں سننے والے ہر شخص کی توجہ دلانے کے لیے اس کتاب میں ایک نیا اور دلکش انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ ایک نیا اور دلکش انداز ہے۔ بلکہ یہ ایک نیا اور دلکش انداز ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ ایک نیا اور دلکش انداز ہے۔ بلکہ یہ ایک نیا اور دلکش انداز ہے۔

[illegible]

جس میں شکی نے ہما ب تعلق میں سب کا خاص طور پر شہر یہ ۱۱ یا دسویں کے ہشتکی صاحب کا مجھے
 سے قافلہ پاتھو۔ انہوں نے کہا "ہما ب تعلق میں سب کے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ وہ
 ایک تیس میں شاعری میں ایک شاعر جویا ساس اور مارکس اور اس بات رشتہ جیہ۔ ان کو
 ملنے کا بے حد شوق ہے۔ خدمت خلق کے لیے ہمیشہ آمادہ رہتے ہیں۔ بدلتا ہوا لہو کے انہیں ایک
 اور دل بھی آیا ہے اور ندرہ اخلاق سے بھی فوراً۔ انہوں نے میٹھا میں تجارت کرتے ہیں۔ سال کا بیشتر
 حصہ میں کرتے ہیں۔ ملن دسب بھی چھٹی کے رہ گئی آتے ہیں، اپنے وطن کوں جاتے ہیں۔ اپنی
 مرحومہ بیوی کی یادیں حسانہ بہت اچھی مسجد ہوتے ہیں اور ندرہ ورت مندوں کی حدت رونی کرتے
 ہیں۔ وہ شاعر اور دسویں کے قدامت میں ندرہ ورت میں بے شکے میں پرما رہے۔"

Mr. Ali M. Shamsi

Kun, e-Aahvat Atomica Co.op. Hsg. Soc. Ltd., Plot

No 209 Sector 17, Neri, Navi Mumbai, 400 706, India



ف۔س۔ اعجاز

کلکتہ، ہندوستان

اگر آپ اردو زبان کے وقت میں قہر ہے اس صاحب کو "ریٹ بڈ" شاعر،
 رات و سحرانی و جتنی شہرہ ہے اس کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔ س۔ ف۔ س۔
 یہ ف۔س۔ کا ریت ہے "ریت" و "ریت" کا نام ہے "ریت" کا نام ہے "ریت" کا نام ہے۔
 یہ ایک ایک مرد و یاد سل ویدی کی دن و جی کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔
 کا نام ہے "ریت" کا نام ہے "ریت" کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔
 اس کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔ س۔ ف۔ س۔ س۔ ف۔ س۔
 یہ ایک ایک مرد و یاد سل ویدی کی دن و جی کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔
 یہ ایک ایک مرد و یاد سل ویدی کی دن و جی کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔
 یہ ایک ایک مرد و یاد سل ویدی کی دن و جی کا نام ہے۔ س۔ف۔س۔ س۔ ف۔ س۔

میں نے آپ کو اپنے بھارت کا ولی پڑے
 "میں نے اپنے بھارت کا ولی پڑے"
 "میں نے اپنے بھارت کا ولی پڑے"
 "میں نے اپنے بھارت کا ولی پڑے"

اور ایک گولی جو ہم اسے دیں
زمین کے پہلو میں لیٹ جائے۔
وہ جس منہ میں رکھ لے

اسی دن ایک ورگھر میں نے پڑھی۔ "اسرارِ مصیبت سمجھو۔"
سفر نامہ، رطرنجی نظمیں ہیں جو پڑھنے سے تھقل، رشتی میں۔ ان دنوں کی دشواری تصانیف
میں "تجربہ" (غزلیں نظمیں)، "ماہنامہ" (نظمیں)، "موسم" (غزلیں)،
"تاریخ" (نظمیں)، "یادِ پ" کا سفر نامہ، "خوبوں کے اسرار" (نظمیں)، "سدا کی تصوف" اور
"صوفی" (ادب میں خوب کے اجر)، "میتا جی سبھا" (پندرہویں، سولہویں، اٹھارہویں، ننانوےویں، اسیں کا
سفر نامہ اور از دو واجی شکر)۔

بی۔ شام جی میں ادیب بھی مڑ جہاں اور سی فی بھی۔ یہاں پہلے ان سے "اے" کے ساتھ ساتھ
صحافت پر بھی بڑی قدر تھی اور اصل میں صحافت کی تھی۔

۲ مئی ۱۹۴۸ء۔ س۔ ایچ۔ زکریا کی پیدائش اور ایچ۔ جاک پیدائش ہے۔ ابتدائی تعلیم دہلی
سے۔ ان دنوں اس میں اور فتح پوری سکول سے حاصل کی۔ پریسیڈنسی مسلمانی سکول ہلکتے سے ۱۹۶۴ء
میں تین دنوں میں۔ ۱۹۶۹ء میں پریسیڈنسی کالج ہلکتے سے بی۔ اے تک دم کے قیام کے ساتھ مکمل
کی۔ ہلکتے کی یاد میں وہاں کے تیس سال مکمل کرتے کرتے رہے ہیں اور صحافت کے کوچہ دوس
دنوں سے بچانے نکل کھڑے ہوئے۔ گمریزی اردو، دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا اور نثر لکھنے کا شوق بھی
ہا۔۔۔ تھے سندھ صحافت کے خازن میں آج پانچوےں دنوں میں سرفرازی جانی۔

اپنے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے ف۔ س ایچ۔ زکریا کہنے لگے، "صحافت سے میری
"تعلیم کا پیمانہ ۱۹۵۵-۱۹۶۴ء سے شروع ہوا۔ جب میں نے اپنے براہِ محنت کے ساتھ ہلکتے سے
سندھ تان کا ایس آر ایچ جے کا جس کا نام "فائنس ڈیپٹ" تھا۔ کسی محقق نے اعلیٰ کی بناء پر
"بین سندھ تان اردو ڈیپٹ" کا سہ اسکی دور رسالے کے سر باندھ دیا ہے لیکن اصل ملک کا پہلا اردو
ڈیپٹ اور بحال کا اولین فوٹو آڈیو اسٹریس۔ "فائنس ڈیپٹ" ایسی تھا۔ چند کاروں کے حدود
ہا۔۔۔ اور پھر پتھو سے چھپا۔ اس نے کل ۱۳ شمارے نکلے پھر وہ بند ہو گیا۔ اس کا چوراہا ادب، لکھنے کے
کار و گمریزی سے ڈیپٹ کے مزاج کے منہ میں اکٹھا کرنا، ان کا ترجمہ کروانا اور خود ترجمہ کرنا یہ میرا
کار تھا۔ پھر رسالہ ڈیپٹ کرنا، "ا" اور "ب" فرشتوں سے خط و کتابت کرنا، اشتہارات کے لیے جگہ دو
کرنا یہ ساری کام، ریاں بھی شروع سے اپنے سر لے رکھی تھیں۔ رسالے میں میرا کام بحیثیت ڈیپٹنگ
ایڈیٹر چھتا تھا۔ ان دنوں میں سینٹ ریویس کالج میں پری یونیورسٹی کا سب علم تھا۔ صحافت کے میدان
میں قدم رکھنے سے پہلے یہ انداز نہیں تھا کہ ہم ایک وادیِ نذر خار میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اس علم و ادب کا
شوق تھا جس نے اس راہ پر لگا دیا۔

رہا۔۔۔ بند ہونے کے بعد فلمی صحافت میں اچھی خاصی پیش قدمی ہو گئی۔ شبنم اور سلیم کے فلمی ہفت

روزہ "حکاس" سے وابستگی ہوئی۔ تقریباً ایک سال اس کا "مدیر بے تکلدان" رہا۔ پھر اقبال اکرامی نے اسے ایک مزاحیہ منتظر "مبادیات" جاری کیا۔ چند مہینوں اس سے بھی "وابستگی" رہی۔

اس کے بعد زندگی میں یہی تبدیلیاں آئیں کہ اس سے صحافت کا جوت ہی اتر گیا۔ مچھتا پڑھا بہت جاری رہا۔ ابھی ابھی فسانے رسالوں میں چھپ جاتے تھے۔ پھر شاعری سے روزگار۔ شاعر کے طور پر انہوں نے مجھے بھی ناشر شروع کر دیا اور دو شعری مجموعے بھی چھپ گئے تو ۹۹ء سے "ماہنامہ انشا" کا ناشر بن گیا۔ اس بار یہ ملتا تھا کہ اپنے صحیح ترین اظہار اور صحافت کو کچھ اپنے پسندیدہ رنگ اپنے سے سیہ و رنگت میں سر زمین جو ادبی صحافت کے لیے سنگناخ مشہور تھی اسے ررفینے جانے کے لیے اس میں بدل جانے کی ضرورت ہے۔ "مجموعہ" سے انشاء جاری کیا جواب تک جاری ہے اور یہ سال تک پابندی سے شائع ہو رہی تھی، ادبی صحافت میں ایک بے مثال ریکارڈ قائم چکا ہے۔

اب جب صحافت کے حوالے سے بات چل نکلی تھی تو میں نے پوچھا "آپ اپنے پیشہ و صحافیوں سے کس طرح متاثر رہے اور یہ خود آپ نے عملی صحافت میں کئی تبدیلیاں میں لایا۔"

انجیل نے خاصی تفصیل سے جواب دیا "کئی چیزیں، سب سے پہلی تو رہنے کی سہولت تو نصیب نہیں ہوئی۔ بہت دلی کے نئی رسائل اور وہ جس اخبارات کے دفتر میں بھی میرا ہونا تھا۔ جیسے شمع، بیسویں صدی، روٹی، دلی، دلی (مدیر مولانا عبد وحید صدیقی)، موت، قریب، میر، اس کے مدیران سے کچھ سیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ صحافت میں ان سبھی کا پانا انٹرویویشن سے۔ مجموعی طور پر نیازت پوری، یوسف، دلی، دلی، انصاری، میاں محمد شکیل کو میں چند بہترین، ادبی صحافیوں میں شمار کرتا ہوں۔ جہاں تک عملی صحافت میں تبدیلی میں حصہ داری کا سوال ہے تو اس بارے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ میں جس شعبہ میں مشغول صحافت ہوں وہ اردو صحافت کا قدما اور باجیوار ہونے کے باوجود اردو کا مرز نشہ و شامت کبھی نہیں رہا۔ اس لیے اخباری صحافت میں عملی تبدیلی کی ہے، میں یہاں سے نہیں جھٹکتا۔ حالیہ برسوں میں دلی، ممبئی، اور حیدرآباد میں رہنے والی کلیدی تبدیلیوں سے "عمومی طور پر طلعت" سے ایک "اردو اخبارات" کے ناشرین کو بھی ابھی متاثر کرنا شروع کیا ہے "ملین" شرتی بندہ کتاب میں شائع ہے سے بہت پہلے اردو صحافت کو کمپیوٹر، رزاکر، یا تھا۔ تبدیلی کے سائنسی اور تکنیکی عمل میں آئے، آپ مدد" وسائل کے باوجود پیش پیش رہا ہے۔

عملی صحافت میں تبدیلی کا ایک شعوری پہلو بھی ہے وہ ہے رشتوں سازی اور نئے امر کی عملی۔ ادبی، سماجی اور فنی تقاضوں کی تکمیل کا۔ میں نے انکادین شاعرات سے ادبی صحافت کے ورثے اردو ان GLOBALISATION پر اپنی توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ یہ بات ہمہ اہم نہیں ہے۔ ان دنوں ان فکرتی نہ صرف ادبی صحافت کی شناخت قائم ہوئی ہے بلکہ یہ ان ملک بہت سے مل، ایک عمارت و ف "انشاء" کی وجہ سے ہی جاتے ہیں۔ دوسری طرف تاریخی وطن کے ادیب حتیٰ کہ "سمرانی" ملک کے مقامی (اصل) ادیب کے انشاء کے ذریعے سندھوستان کے لوگ متعارف ہو چکے ہیں۔ انشاء ۵۰۰

انگوٹوں تھانے یا دھبے سے شادی کے لئے انگوٹوں سے تھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ تھکے ہوئے
 کے بغیر اوب کی تخلیق سوومند ہوتی ہے؟

اچھے رہنے والے تھکے ہوئے نہیں کہ وہ دھبے کی طرح تھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب تک یہ تھکے ہوئے
 رات میں رات رہتا ہے اس وقت تک اس تھکے ہوئے کے تحت نہیں آیا۔ اب بھی پتی فوری تھکے ہوئے رہتا
 ہے اور اس کی پوری ہوتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں۔ بندھی پتی تھکے ہوئے بندھی سے ایک ہر ہر تھکے ہوئے
 غیر تھکے ہوئے طور پر بھی ہے۔ اب کے ذریعے میں فطرتی تھکے ہوئے پرورش و رجوع و رہتا ہے جس کے تحت
 انسانیت ایک مستقل قدر قرار پاتی ہے۔

میں نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ کیا بندھ پکے کے افسانوں میں اب وراثتوں میں کوئی
 مطابقت پائی جاتی ہے؟

انہوں نے کہا: "وہوں نے انہوں کے افسانوں میں تھکے ہوئے وراثتوں کی کاپیاں مشتاک
 ہیں۔ یہ مطابقت کی خاموشی ہے۔ اسے مشتاک نہیں چاہیے۔ مطابقت نہیں۔ فیشن میں "رندی سے
 مطابقت" کے معنی پھر اور یہ ہے۔ حالات کی عدم مماثلت رہا، ویزا رول انجیا ہوتی ہے اور اس عدم
 مماثلت کی شہیں، انہوں نے انہوں کے افسانوں میں متغیر اور پرکشش بھی، بالکل جانتی ہیں۔

میرا آخری سوال تھا: "اب میں نے موثر تخلیق کرنے میں سندھ پاک کے جوڑ دیا کر رہا
 "اور رہے ہیں، انہوں نے جوڑ دے، اپنی رتھات کے حامل ہیں۔"

جواب دے کر، "ابھی جوڑ دے میری نظر سے نہیں گزرتے۔ مگر یہ سچ ہے کہ ہر بھیت و رساں
 کرشماتی طور پر سننے والی رتھات کی پرورش کرتے ہوئے اب کے پرانے موسموں کو بدل دیتے ہیں
 لیکن یہ کام بھی "موسم" ہی ہی سہا جاتا ہے۔ اس لیے میں اپنے رساں کے اٹھانے کے بارے میں کسی قسم
 کا کوئی امور نہیں کر سکتا۔"

ف۔س۔ مجاوری فی خدمات کے متعلق میں سندھوستان میں کان گاؤں امراتی مہاراشٹر
 کے سید بھی شیط کے تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ایک غیر ہامانی مقالہ تیار کیا ہے جس کا عنوان ہے
 "سندھوستان، ف۔س۔ انجیا" یہ مقالہ مہاراشٹر کے مراٹھ میں ہے۔

F S Ejaz

Editor "Insha Magazine"

25, Zakria Street

KOLKATA, 700073

INDIA

قرآن مجید کو دیکھ کر ڈال ہے، ایک دن نماز میں اس کے حال میں بخش جائیگا۔ (خبر لاری صوفیہ لکچر "خبر")

چشمه نوری افسانه‌های

$2 \leq 3 \leq 17$

22 مئی 1424ھ •

پیدہ کراچی



فیروز الدین احمد فریدی

کراچی، پاکستان

ہی بھی نساں مچاتے۔ اس سے خدا کی بڑا قیمت کا پتہ چلتا ہے۔
یہ ن۔ اس سے اس سے ہی نکتہ پڑا ہے کہ یہی وہی ہے۔ تو یہ کیا ہو گا کہ
انسان کن خصوصیات کا حامل ہے۔

[illegible]

حضرت شیخ الحداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ نے اپنے دل کو صاف کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل سے نوازا کرے گا۔

مہیہ - دار پاکستان ہاؤس، اہلیت میں داخل ہوا اسی تھا۔ یہاں سے انہوں نے رت جانے سے قوت پزیر ہو کر
پہلے دنوں کے ۲۱ مارچ کو پاکستان کے سرکاری جہاز پر روانہ ہوئے۔

۱۹۳ء کے بعد میں دہلی یا بھارت نہیں گیا تھا۔ مجھے یہ جہاز - قدرتی طور پر ہندوؤں کے ہاتھوں
(۳۶) سال بعد دوبارہ اپنی جائے پیدائش و کچھ سکون مل گیا لیکن جہاز میں - فہرست ناموں میں ۲۰۰۰
میر کی بجائے میں نہیں آ رہا تھا کہ اس ایک دن میں سارے انتظامات کیسے عمل میں آئے۔ یہ - پانچ سو
پانچ سو تھکاتے تھے۔ اپنی ساری عمر بھارت میں ہی رہے۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں
پانچ سو تھکاتے تھے۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے
ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔

۹ مارچ کی ساری سہ پہر میں اس پریشانی میں نہ رہی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے
اس میں اپنے بچے ہوں گے۔ اپنی بیٹی کے بعد میں مارچ کی پوری شام میں یہ فیصلہ کیا کہ یہ سب
لے جائیں گے۔ تو انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے
ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔

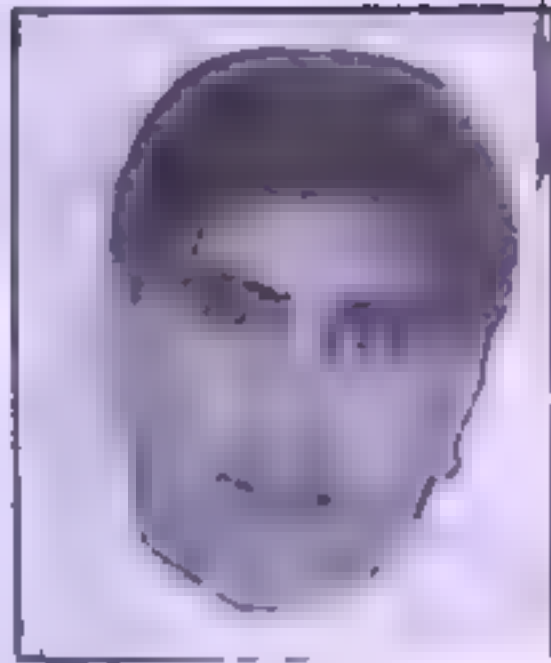
ان سے کوئی ایک ہجرتی کام ہوتا ہے۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔
انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔
انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔

انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔
انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔
انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔ انہوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہ کر اپنی زندگی بسر کی۔

۱۰۔ شے میں نہ صرف یہ وہاں شے تھکے اپنے ساتھ۔ اپنے لیے نہ تو باتیں نہ ہوں گے۔ باتیں
 تھیں۔ وہ میرے۔ نہ تو میرے باتیں ساتھ میں۔ پھر وہاں بھی وہی تھیں۔ وہاں تو اس سے تو میں
 ۱۱۔ نہ تو میں نہ تو باتیں۔ وہاں میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۲۔ وہاں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۳۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۴۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۵۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۶۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۷۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۸۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۱۹۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں
 ۲۰۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں نہ تو موتی شے سودے۔ پتے۔ باتیں تو میں

قہستان پہنچنے کی بجائے ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۲۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۳۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۴۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۵۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۶۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۷۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۸۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۹۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۰۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر

۱۱۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۲۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۳۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۴۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۵۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۶۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۷۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۸۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۱۹۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر
 ۲۰۔ ان کے پاس سے ایک فٹ میرے پاس۔ اور ان کو وہاں سے لے کر



فیصل نواز چوہدری

اوسلو، ناروے

میں نے ماہنامہ ”شعر“ کے مدیر جناب فقیر احمد مصدیقی سے اپنی زندگی اردو کی ترویج، اشاعت کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اور اردو کی نئی ہستیوں میں رہنے والوں کی بھی حوصلہ فزائی کرتے رہتے ہیں۔ فیصل نواز چوہدری کا فسانہ ”دروٹیاں“ میں نے شاعر کے شمارے میں پڑھا تھا۔ افسانے نے مجھے اپیل کیا۔ فیصل نواز کا تعلق پنجاب کے نواتی علاقے سے ہے۔ افسانے میں نہیں نے وہیں کی زبان استعمال کی ہے۔ وہیں کی بونٹھولی اور تہذیب کی عکاسی کی ہے۔ یوں افسانے کے کردار اپنی اصلی صورت میں چپے چپے نظر آتے ہیں۔ فیصل نواز کا سلوب ن کا چنا ہے اور تحریر میں روانی ہے جو قاری کو اپنے ساتھ اس طرح لے جیتی ہے کہ ”چاں“ کہیں بھی مدھم نہیں پڑتی چوہدریوں کی سرزمین پر ایک ”کئی“ کی کہانی ہے جسے ایک چوہدری کے بیٹے نے زمیں سے اٹھ کر دراپنہ پر رکھ کر اتر کے اردوں کو بھی ”روا“ دے گا سبق سکھایا۔ اور تبلیغی انداز اختیار کیے بغیر۔

مصنف نے کہانی کا آغاز بھی دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ ”ناروے سے آئے مجھے چورس سو۔ (۶) آٹھ نذر چکے تھے۔ اس فہم میرا بیٹا چلی پار میرے ساتھ پانستاں سے آیا ہے۔ جوئی کی سخت گرمی میں میرا بیٹا چلی سے دوڑا ہوا آیا۔ ابوتی بجلی آئی بجلی آئی۔ چانک مسجد کے لانا سیخیر سے

جس نے اس کے مزاج سے قلعہ عمارت نہیں بنائی تھی کہ وہ نہیں بن سکتا۔ اس کے پاس اس طرح کے فنکاروں کے گروہ بھی بڑی بڑی رقمیں پاکستان کی خاطر دیں۔ جب سے آئے یہاں۔

الحاق سے میں ایک انٹرویو میں عامر سے سفارت خانے میں یہاں سے ہوا اور اپنے متعلق نہیں بتایا کہ میں "رب ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ یہ صاحب سب سے تھے۔ انہوں نے مجھے مدعو کیا۔ میرے ٹیٹے ہی ان کے پاس گیا۔ سہریل کی نے کہا کہ فلاں صاحب ہاں فلاں سے رہا آپ کے کوئی بہت ضروری کام ہے۔ یہ صاحب تنہا گئے اس کے ہوا کہ اچھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔ یہ آگے پٹھے نہ پڑھتیں۔ ہرگز اس کے کہہ رہے تھے کہ پاس نہ ہے نہ وقت ہی وقت ہے۔ میں یہ جملے سن کر ایسا وقت بھر بھڑک اٹھا۔ یہ دیکھ کر وہ گئے گئے شریف صاحب میں آپ نے بے چارے منکوا ہوں۔ میں سے کہہ آپ اس قتل کی نہیں کہ آپ کے ہاتھ ہاتھ ہاں ہاں۔ آپ پاکستانی قوم کے لئے ہنس رہے ہیں۔ میں نے اس وقت میں خود بچا آیا۔

دوسرا بعد میں کے بہت قریبی دوست مسعود ہاشمی مرحوم تھے۔ ان کے ایسویں صدی میں تیار کیچڑی نو سیر صاحب کو بھی انہوں نے تباہ کی تھی۔ اس تباہ میں میری بھی وہ تصویریں تھیں۔ یہ صاحب مسعود ہاشمی کے کٹے کٹے ٹکڑے میں نے اس آئی کو اس کے ایک ایک تباہ بات کے میں میں مان مارا۔ میں رہا۔ یہاں یہ شخص فیصل فورچو پر کی گئے تھے تک نہیں۔

مسعود ہاشمی کہتے تھے کہ آپ جیتے دکوں سے مل رہے ہیں اپنی شخصیت کو اس دار نہیں لاپتہ تھا۔ مسعود معلوم تھا کہ ایک غریب ملک کا سفیر میں کھڑا ہے ہاں یہ صرف اپنی رہائش پر فریضہ کے اور پھر نجات پر ارادہ۔ جس نے مجھے اس سے برائے کرہ پایا تھا۔

مطلوبہ صاحب آج بھی میں دعوے سے بہت ہوں کہ یہ وہ ملک رہنے والے پاکستانی پاکستان کا قرض ہمارے ہیں بڑے طے کہ پھر چیلنے والے ان غیروں سے پھر کارا حاصل کیا جائے۔ میں نے گجرات پاکستان کے ایک اخبار کو خط دیا تھا۔ دو چھپن (51) صحت پر مشتمل انداز یہ تھا۔ اس میں پاکستان کے قرض سے لے کر پاکستان سے باہر رہنے والے پاکستانیوں کے تمام حالات بتائے گئے تھے۔ میں نے صوفی محمدی باتیں کی تھیں۔ میں بہت نہیں سکتا۔

آج بھی میرا دعویٰ ہے کہ اگر حکومت پاکستان میری تجویز پر عمل کرے تو یہ دن ملک میں پاکستانی پاکستان کا قرض ادا کر سکتے ہیں۔"

Mr Faisal Nawaz Choudry,

Enterstadsløtta 90 N-0659, Oslo, Norway



پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس

دہلی، ہندوستان

دب میں رہنے والی تومیری نظم میر پر رکھے ہوئے کاغذ دبانے کے پوریں ٹکٹے پر پڑی۔ میں نے اسے ہاتھ میں لیا اور دیکھا تو اس کے کئی پہلو درگوشے تھے اور ہم پسوا اور گوشے سے رنگ برنگ کی شاعریوں میں چھوٹی اور چھوٹی نظر آرہی تھیں۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس کی شخصیت بھی ”کثیر الجہات ہوا“ سے نہیں۔ وہ شاعر بھی ہیں اور فلسفہ کا بھی محقق و نقاد بھی ہیں اور سماج نگار بھی۔ ان کا سماج نامہ تاشقند میں نے کثرت سے شائع ہونے والے ”سماج“ نامہ ”اش“ میں پڑھا تھا۔ تاشقند میں ان کا قمر روزارت خارج حکومت ہند نے بحیثیت ڈائریکٹر سینٹر آف انڈین ٹیچر تھیں۔ وہاں ازبکستان ہندوستانی تبادلے کے پروگرام کے مل دواں سینٹر کے نمائندے کے فرائض بھی پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس نے انجام دیے۔ انہوں نے یہ خدمات مارچ ۱۹۹۰ء سے جون ۱۹۹۰ء تک سنبھالی تھیں۔

آج کل پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس دہلی سے ایک سماجی نیا جریدہ ”آب و گل“ شائع کر رہے ہیں جس کا پس منظر بھی شاعرانہ، معاشرہ و حقیقت پسندی ”شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس پت جی ملی ناگہ مسلم یونیورسٹی میگزین ”آب و گل“ کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور ”سماج“ دیب اور

مصرن آتی اور ان کا غنائی خوب صورت، مٹی، لٹی، معیار کے برابر ہوتا ہے۔ ان کے لیے
کے چھوٹے تار سے تاج بنائے گئے۔ ان کے لیے ان کے لیے۔ ان کے لیے۔ ان کے لیے۔ ان کے لیے۔
پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس کے لئے کوئی پہلا نیا تجربہ نہیں۔ جو پہلا تجربہ ان کے لئے کام کا حصہ بن گیا۔

یقیناً یہ وہی سنی سنی بات نہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس نے خود کیا جب میں نے ان سے
پوچھا تھا، آپ کی زندگی کا کوئی یہاں ہوا تھا جسے آپ اب تک بھولے نہیں تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس کے ہاتھوں پر ایک الٹا شعلہ صومالی مسلمان ہٹا ہوا ہے اور چمکے ہیں
اور ان کی چاندنی چٹکائی۔ کہنے لگے، "یا کارا، تمہارے تصور پر سب حسب میں اس حیات فانی کے
میں پورے سر ہاتھوں آنے لگی ہیں اور اس کے پورے تصور ہاتھوں کے لیے کام کا پہلا جزو۔
پہلا پیر ہے" (جو کام کر رہا ہے۔ دوسرا جزو میری شریک حیات ہیں۔ اور حال (یعنی ۲۰۰۲ء) ہی میں
ان کے پتی شادی کا طہانی جشن منایا۔ اس طرح مجھے اپنے نام "راہی" کا میں وہاں سے قریب اور
دوسرا۔ "خاتون" ہے کہ یہ شخصیت صرف نام کی رئیس نہیں بلکہ وہاں اور تھیں ہاتھ میں بھی رئیس
ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس خاموش ہوئے تھے۔ خابا خوش گوار یا اس "دینی" میں مگر غم و غم
ہاں ہے۔ میں نے سلسلہ کلام کے بدحواس ہوئے پوچھا، "تو پھر آپ کا الٹی نام کیا ہے؟"

میرا اصل نام مصداق علی خان ہے اور قلمی نام قمر رئیس۔ ۱۲ جولائی ۱۹۳۲ء میری تاریخ
پیدائش ہے اور مقام پیدائش شاہجہاں پور، یوپی، ہندوستان ہے۔ آج یونیورسٹی کے ۹۱۲ء میں
بنی ہے۔ ۱۹۵۴ء میں مکتبہ یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم حاصل کر کے یو ایس بی کی سند لی۔ ۱۹۵۶ء
میں وہاں کے ناظم یونیورسٹی بنے۔ ۱۹۵۷ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی
کر کے بعد ۱۹۵۹ء میں دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں پروفیسر بنے۔ تقریباً تالیس (۳۹) سال کی
ملازمت کے بعد ۱۹۹۷ء میں عیثیت پر فائز رہا ہوا۔

۱۹۳۸ء میں جب اسلامیہ بانی مدرسہ میں ان کی جہانت صاحبہ کا شعر کوئی کا آغاز
ہوا۔ بعد میں یعنی ۱۹۵۴ء میں جب مکتبہ یونیورسٹی میں، خدا کی تو شکر کھٹا شکر کی۔
عبدالمجید علی شاہی ہوا احمد علی قاسمی کے مجسمہ ۱۵۰۰ء میں پختہ پختہ کی مضامین رقم کیے اور پختہ
فسانے بھی۔ پھر شعر کوئی "ہستہ آہستہ" ہوئی۔ یہ میری منتخب خطوط کا ایک مجموعہ ہے کہ اس
کے ساتھ ترجمہ ہو کر ۱۹۷۳ء میں اردو زبان میں مکتبہ کے شائع ہوئے لیکن اردو میں ابھی تک
شائع نہیں ہو سکا۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس نے سلسلہ مکتبہ جاری رکھتے ہوئے ۱۹۵۴ء میں فارغ

ہوئے۔ یہ پہلا، دواں، پہلا ہوا اس دنیا میں کہ ان کے ہاں کا ہے۔ یہ پہلا، دواں، پہلا
ہے اب بھی روشن ہے۔

اس تک آجی پیشہ ہاتھ میں بھی تھیں کہ ان میں نہ تھا جو یہ بھی نہیں تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔
 اور میں نے اس میں نہ دیکھا تھا کہ میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔
 میں نے اس میں نہ دیکھا تھا کہ میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔
 میں نے اس میں نہ دیکھا تھا کہ میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔

میں نے اس میں نہ دیکھا تھا کہ میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔
 میں نے اس میں نہ دیکھا تھا کہ میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔
 میں نے اس میں نہ دیکھا تھا کہ میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے یہ نہ دیکھا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس نے میرے اس خیال سے اتفاق کیا کہ سندھستان اور مغربی ممالک
 میں تو اردو کا مستقبل بے شک تاریک ہے لیکن پاکستان میں اردو متحدہ قوم کی زبانوں کے باوجود
 ہر دور کا مستقبل روشن ہے اس طرح سندھستان میں دوسری بے شمار ترقی یافتہ زبانوں کے باوجود
 ہندو کا مستقبل روشن ہے۔ اور یہ خط کے سلسلے میں کہنا چاہوں کہ ہم جیسے کسی زبان میں اس کے تاریخی
 احوال کا یہ حصہ دیکھنا ہے لیکن اس میں ہندو کی کوئی بات نہیں۔ اس سبب ضرورت اسے مدد حاصل
 ہے۔ یہ سب زبانوں میں ترقی اور جیتی وراثت یحیانی زبانوں میں یہ بھی سندھستان
 کے تسموں سانی اور تہذیبی حالت میں اگر اردو کا رسم خط و پڑھائی کو یہاں رہا زبان کی جو
 بھی مہم باقی ہے وہ صرف راجگڑھ سے کم ہو جائے گی۔

اپنے پسندیدہ ادیبوں کے بارے میں اسوں نے شاید ایسا سنا ہی میرے سب سے محبوب
 ادیب نے۔ اس کے علاوہ گوردی اور جینوف کو بھی سندھستان میں۔ اردو کے ادیبوں میں پریم چند، اپنے
 استاد رشید احمد صدیقی، سید احتشام حسین، احمد ندیم قاسمی اور مشتاق احمد یونانی کو بہت عزیز رکھتا ہوں۔ پتا
 نہیں میں اپنے تصورات اور تحریروں میں اس سے متاثر ہوا تھا۔ شعرا میں خواجہ فیض کے علاوہ فیض احمد
 فیض اور اختر الہیاء میرے پسندیدہ فن کار ہیں۔ یہ بالکل واقعی پسند ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس نے بتایا کہ ہے۔ ان کی چند تصنیفات و مقالات یہ ہیں:

- | | |
|--------------------------------------|------------------------------------|
| ۱۔ پریم چند کا تنقیدی مطالعہ | ۲۔ پریم چند کی شخصیت اور کارنامے |
| ۳۔ پریم چند کی فکر و فن | ۴۔ مضمون پریم چند کی ترتیب و متنوع |
| ۵۔ تلاش و توازن | ۶۔ تنقید کی تاظر |
| ۷۔ ترجمہ کافن اور روایت | ۸۔ تجزیہ و تفسیر |
| ۹۔ اردو میں لوک ادب | ۱۰۔ رتن ماتھوہر شمار |
| ۱۱۔ نیا افسانہ مسائل اور رجحانات | ۱۲۔ اردو کے نئے نئے افسانے (ترتیب) |
| ۱۳۔ اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت | ۱۴۔ ازبکستان انتخاب سے انتخاب تک |

تیس۔ میرے ایک رفیق اور ارادہ مند دوست تھا جس کا نام بھی مجھے یاد ہے۔
جبکہ بائیس کے مہینوں کا مہینہ رہا تو پھر فی صد ڈیڑھ سو روپوں کے مہینوں میں یا
تو کے ڈیڑھ سو روپوں کے مہینوں میں رہا۔ لیکن اتنی آراء ہی مسلمانوں میں نہیں ہے۔ یہاں
اب بھی نو جوان سٹائی کے لئے کنواری، باغیچہ، اور گھر درست ڈیڑھ سو روپوں
کرتے ہیں۔

”نہ قمر رئیس صاحب! میں اس سے پوچھ رہی تھی ”آپ اپنی سوانح کیوں نہیں لکھتے؟“

”چاہتا تو ہوں یہ مضمون۔ دیکھئے کب آرزو پوری ہوتی ہے، کب وقت ملتا ہے؟ بہت سے ایسے کام چاہئے مگر آج اتنے جلد میں کہ نہیں ترجیح دینی پڑتی ہے۔“

”ایک اچھی خود نوشت سوانح کی خوبیوں بتائیے“ پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس سے گفتگو کرتے ہوئے یہ سوال بھی کرنے کو جی چاہا۔ انہوں نے بتایا۔

”سوانح نہیں دے۔“ پر مختصر ہے کہ وہ اپنی سوانح میں اپنی شخصیت کے خاکوں میں کیسے رنگ بھرے، خارجی واقعات کو ہیئت دے یا داخلی معاملات کو مشعل گور کی کی سوانح دیکھتے یا سرتری۔ یہ دونوں ہی مختلف ہیں۔ لیکن ان دونوں میں جو بات مشترک ہے اور میرے خیال میں ہر اچھی خودنوشت سوانح میں مشترک ہونا چاہئے، وہ یہ کہ لکھنے والا اپنی ذات کے حوالے سے اپنے عہد کو دریافت کرتا ہے اور اپنے عہد کے حوالے سے اپنی ذات کو دریافت کرتا ہے۔ اچھی خودنوشت سوانح میں یہ عمل نظر آتا ہے۔ زندگی ایک پھیلا ہوا سمندر ہوتی ہے جو آدمی زندگی جینا جانتا ہے یا جس نے زندگی کو بحر پور جیا ہے اس کی زندگی میں بہاروں طرح کے واقعات رونما ہوتے ہیں اور فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کس واقعے کو کس انداز میں بیان کرے۔ یہ عمل ایک مشکل عمل ہوتا ہے اور اسی مقام پر ہمارے سوانح نگار ٹھوکر کھ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ذاتی ورجذباتی طہر پر لکھنے والے جن واقعات کو اہم سمجھتا ہے اکثر وہ دوسروں کے لئے اہم نہیں ہوتے۔“

سلسلہ نشوونما جاری رہتا اور وقت اجازت دیتا۔ لیکن امید نے کہا پھر سہی۔ اس دوران آپ ان کے دو شعروں سے اپنی فکر کو انگیز کریں۔

کر سہاں جن کو ملیں مسد شاہی کی طرح ہر پہ وہ ٹوٹ پڑے قبر الہی کی طرح

22

یہ آج کی فضا میں جو شخص ہے جو اس سے کہتے ہیں یہ ٹھوکر کے لئے اس طلب ہے

Professor Dr Qamar Rais,

© 166 Vivek Vihar, Phase-1, Dk Bh., 110095, India

e-mail mig_rais@yahoo.com



کرامت غوری

رہنڈاں، کنیڈا

کرامت غوری کی شخصیت کی ایک جہتیں ہیں۔ وہ ایک ہتھوڑی کی قیادت سے لے کر
نکار میں، شاعر ہیں، تاریخ دان ہیں، کامیابیوں میں اور شکست ایک ٹکڑے سے لے کر اس کے
مختلف محاسبات میں رہ چکے ہیں۔ ان کی زندگی کے چھپے پائے ہیں، ان کی زندگی میں
ہائی ایک جہتیں ہیں جسے وراثت یا مائتہ خواہیے کہتے ہیں۔ یہ وہاں کے ہی شاعر ہیں۔ کرامت
ایک جہت میں۔ جیسے کہ بد جہتی سے تپا رہا۔ ان کی ایک شاعر کی زندگی میں غور
کئی۔ بہتر ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ چاند شہر آپ کی زندگی میں۔ ان کی زندگی میں۔

شاخ در شاخ با شمر ہوتا اتنا آساں نہیں شجر ہوتا

میری قامت کو زبید دیتا ہے سر کشیدہ ہی وار پر ہوتا

یہ سکھایا ہے تجربوں نے مجھے سب سے بہتر ہے خواہگر ہوتا

کرامت غوری کی زندگی میں جہتیں ہیں، ایک انسانی دنیا جانتی تھی۔ ان کی زندگی میں
اتر میں وہ جہتیں ہیں۔ ان کے لئے یہ ایک جہت تھی۔ کرامت غوری کی زندگی میں
شعیرہ جانتے تھے۔ چرتا چلا۔ کرامت غوری کی زندگی میں شاعر کی زندگی میں۔

یہ ہمارے میں آتے ہیں۔ شاعرانی کے علاوہ افسانہ رچ رہا تھا۔ وہ کافی مضامین لکھنے سے شغور بھی ہو چکی تھی۔ یوں میں نگاروں۔ میر کی بھتیجی محبت فسانہ تھی۔ اس کے بعد رچ رہا تھا۔ آتا ہے۔ وہ اس کے وقت کی طرح شاعری میر کے حیدر خیال میں حاوی ہوئی تھی۔ شاعرانی میں اصل شوق غزل سے ہے۔ یہاں نعت، مہم، قصیدہ اور نسبت سے روح کو تاری میں مبتلا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ غزلوں اور قصوں کے مجموعہ کو مرتب کرنے سے پہلے میں نے اپنے اپنی نام کے جوئے اور خانہ اطہر و اویسیت دی تھی۔

کرامت مدنی کی غزلیں بالکل کرامت ہے۔ نام و نعت کر کے کرامت غزلی کے نام سے اب افسانے لکھتے ہیں اور شعر کہتے ہیں۔ د۔ فردوسی ۱۹۶۲ء کو دہلی، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ کراچی، کراچی پاکستان سے جین ال قومی تعلقات میں ایم اے کیا۔ ۱۹۶۴ء میں پاکستان فائن سروسز (Pakistan Foreign Services) سے وابستہ ہوئی۔ انہوں نے نیویارک (امریکہ)، پیرس (فرانس)، رجمین ٹیٹا (بیلجیئم)، واپس (جاپان)، ہیٹک (چین)، داہجہ (ایریٹریا)، انقرہ (ترکی)، کویت اور بغداد (عراق) میں سفارتی خدمات انجام دیں۔ یوں کرامت طویل مدت تک ایک بخارونی طرح خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے رہے ہیں یوں کہ وہ خود بہہ چٹکے تیرا کر دنیا ایک مسافر خانہ بنی تو ہے۔

میں نے ان سے پوچھا تھا کہ شاعری کے علاوہ آپ کی دوسری اصناف سے وابستگی کے بنیادی محرکات کیا ہیں؟

کرامت کا جواب ہے: "کسی فن کی تخلیق کے لئے بنیادی تحریک اپنے اندر کی آواز ہوتی ہے۔ جب تک یہ آواز نہ سہائے نہ شعر ہوتا ہے نہ کہانی لکھی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی اور تخلیق وجود میں آتی ہے۔ افسانہ لکھنا یا شعر کہنا ایک جدالی عمل ہے۔ اور یہ اس وقت تک ظہور میں نہیں آتا جب تک روح کے ساز خود بخود نہ بجائیں۔ اندر سے آواز بھی صرف اس وقت اٹھتی ہے جب روح احساس اور بدن متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تمام تر یک فطری عمل ہے۔ یہ عمل کسی بیچے کی پرستش لکھنے کے مترادف نہیں کہ پہلے بعد ازاں جمع کیے جائیں۔ اور جو وہ فیتہ سے کر بیٹھتے ہیں اور بروقت باپ توں کر شعر کہتے ہیں، اس کا کلام جتنے جتنے فریاد کرتا ہے کہ یہ غلط جوڑے گئے ہیں، اپنے آپ اٹھل کر نہیں آئے۔ آخر ادب شاعری کے نام غالب نے غلط تو نہیں کہا تھا۔ آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں۔"

کرامت کی آواز مدھم نہیں ہوتی تھی کہ میں نے پوچھا: "کس مکتبہ فکر سے آپ کی افسانہ نگاری اور شاعری متاثر ہے۔ میرا مطلب ہے ادب کو نظر پائی ہو یا چاہے یا نہیں۔"

کرامت کا بہانہ: "اس کی شاعری یا افسانہ نگاری کسی مکتبہ فکر سے متاثر نہیں ہے یوں کہ وہ مکتبہ فکر میں یقین ہی نہیں رکھتے۔ ان کے ذہن ایک مکتب فکر کی اصطلاحات نہ ہوں، اور اب کے مکتبوں کے اپنی سہولت کے وسیع ہیں۔ یا میر کی رہا۔ مکتب فکر کی ضرورت ان سطر کے لئے شاعروں اور ادیبوں کو ہوتی ہے جن کا فن خود اپنی باتوں پر کھڑے رہنے کے محتاج ہوتا ہے۔ اور سمار کے لئے کہ یہ

[illegible][illegible][illegible]



ایسے ہی عری یاد اچانک
جیسے گہرے رگڑے پہرے میں نظر
اگر گھٹے ماضی کے جنگل میں ہیں سو

ایک نیا سفر شروع
20/11/2023

گلزار

مہیجی، ہندوستان

[illegible][illegible]

کھانے کے لئے فرسوں کا کھانا، تنہا یہ دھرم اور اپنے دھرم کے یہ تر گئے
 ظالموں کا کھانا چاہتے تھے۔ ہر دھرم پر یہ بھی دانی کے گرسختوں کے تھوہریوں
 کے چاہتے تھے۔ یہاں یہاں میں سے ہوا ہے، اس لئے کہ یہاں یہاں سے یہاں سے
 چاہتے تھے کہ یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے
 یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے
 یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے

سارا دن خون میں لت پت رہتا ہوں // سارے دن میں سوکھ سوکھ

— پڑ پڑاتے خون چڑی کی جو پاتی —

مانگوں سے چڑی چھینتی ہے تاکہ میں خوش رہتی ہو۔

[illegible][illegible]

۱۰۔ عیسائیوں نے خود کو "مسیحی" کہا کرتے تھے۔

صبح صبح اک خواب کی دستک پر دروازہ کھولا، دیکھی

۱۔ پھر اے اے مجاہدین! تم لوگوں کو روٹی، کھانا، پینے کی چیزیں دے۔۔۔۔۔

نظم کیا ہے۔ کیوں کہ

سرخد پر کل رات اسنا ہے // کچھ خوابوں کا خون ہوا تھا!

کے اختتام پر قاری کے خواب بھی لہلہ ہو جاتے ہیں۔

میں نے اس جی ٹی کے ریٹ پر بھی دیکھا ہے کہ یہ کتنا کم ہے۔

میں دو الفاظ کے تفسر ف سے لکھ رہی ہوں

پہلے (تقریباً) سترت کے لئے (مدا) ہوا
میں سے ہوتا ہے اور یہ سب سے

۱۰۰ روپے میں بیس فلموں سے زیادہ کی قیمتیں

یہ ساری باتیں نہایت عمدت و اجازت سے لکھی گئی ہیں۔

ہاں میں نہیں اور نہ ہی محبت کی طرف سے مزید کچھ سوچتے ہیں۔ یہی ہے کہ

قیف ایڈار "محمود" کے لئے رہے ان قیوف کے معنی ہمارے ان قیوف سے ہیں

میں نے یہ سب دیکھا ہے۔ یہ سب میں نے دیکھا ہے۔ یہ سب میں نے دیکھا ہے۔

میں نے اس کے لئے ایک نیا کپڑا بنایا۔

پیشہ ورانہ اور تعلیمی اداروں میں

Journal of Management Education 30(6)

اگرچہ اس کا نام ہے کہ اس کا

اسے جتا دے۔ اسے میں رات سسٹے دیتے ہیں۔ تاروں کی تاروں سے اسے جتا دیتے ہیں۔
 سو۔ اور ایک یہ بھی ہے

اڑ کے جاتے ہوئے پنچھی نے بس اتنا دیکھا
 دیر تک ہاتھ ہلاتی رہی شاخ خفا ہو کر
 ادواغ کہنے کو؟ یا پاس بلائے کو!

۱۹۳۰ء میں پاکستان میں آنے والے گھرانے کے بارے میں اب ہم نے ہی سے پوچھتے
 ہیں۔ اس میں یہ شعر تو آپ کی اپنی نام ہے۔ وہ مدین نے جو نام رکھا تھا، وہ بھی بتا دیجئے۔
 شعر رے رے میں یہ مسکراتی اجڑاتی اور پھر اس مسکراہٹ نے ان کے چہرے کو اپنے
 نام میں لے لیا۔ یہ ہمیشہ (Lala) نے آپ سے اس بار بار کہا چلتی ہیں۔ جو کلیشے میں بند
 رہنا چاہتے ہیں انہیں بندھے رہنے دیں۔

اس میں کہ یہ ہمیشہ نہیں رہا اس سے میں آپ کو بتا دوں کہ انہیں میں نہیں جاتی۔ ہم
 مانتے ہیں کہ اندو سے پوچھتے ہیں۔ وہ اتنی ہیں۔ ”میں گھر روپنی کہتی ہوں کیوں کہ یہ نام میں
 نے گلزار کے اصلی نام ”مہدیورن سنگھ سے لیا ہے۔“

۱۹۳۰ء کے بارے میں تو جو بات حق میں کہ خوب گلزار بھی آپ کے بارے میں نہیں جانتے تھے
 ۔۔۔ آپ کے چہرے میں مصائب جو ٹھیکل انٹر کے ”مسکراتے“ شمار ”پڑ پڑائی گلزار“ میں
 شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ لکھتی ہیں

میں ہمیشہ کے جو ہمتا رہا ہوں۔ وہ ایک سے۔ اس نے ہر پیشہ خود سے چنا۔ وہ ہمیشہ اپنی مرضی
 کے ہمارے ساتھ اس کیب ٹیک ایسٹ پنے کے کرتا ہے۔ جس پر اس کے پاس کے لوگ چونک جاتے
 ہیں۔ اس طرح وہ ایک ایسے نام ہیں وہ زخمی مہ پچھ مہذو۔ ہاتھ اس پر میں تو رہا اور پریشان
 نہیں ہوں میں یہ کہ سر تکی کے روئے۔ جب اس کے یہ دیکھ کہ اپنی آپ تالی احمد کی
 حریف اور میں نے تو وہ چکر چکر کے۔ مجھے چھٹی طرح ملتا ہے۔ اپنی اس فطرت کا وہی ہے۔
 وہ مسودہ (Lala) کے میں یہ چہرے میں نہ تھا کہیں اس کی آواز کوئی کہے۔ وہ تیری یہ وہ
 میں ان پہنچی جاتا ہے۔ اس کے یہ کہنے سے بارے میں کہیں تو میں جھپکیں کہوں گی لیکن اپنی
 ۔۔۔ اس کے میں کہیں۔ اور جو تو اس کے میں۔ صاف در شہر پہنچا جاتا ہے۔ اور بڑا ہٹا کر کی
 نہیں سکتا۔

گلزار کی ایک مینی کے تو بھنا جسے پیار سے وہ کی کہتے ہیں۔ مگر رے رے کا نام اس کی لڑائی کے
 نام پر ہے۔ گلزار اپنی کو بہت جانتے ہیں۔ اس کے اس کے شعر میں در فہم ساری کی نسبت بھی دیتے
 ہیں۔ راجندہ اور اتنی ہیں۔ گلزار اس کے ہاتھ میں تاروں اور ہاتھ ہے۔ صاف تھکے چنگدار
 اس کے میں ماری میں۔ کہ میں تو جانچا ہوا دست کے ہاتھ ہے۔ ہاتھ میں نہیں چاہا کہ وہی نقش

[illegible]

Wydruk z dnia 14/04/2017

B. Skvortsov, P. Pallua, B. Amela, M. Amela, 40008, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 47, 48, 49, 50, 51, 52, 53, 54, 55, 56, 57, 58, 59, 60, 61, 62, 63, 64, 65, 66, 67, 68, 69, 70, 71, 72, 73, 74, 75, 76, 77, 78, 79, 80, 81, 82, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 89, 90, 91, 92, 93, 94, 95, 96, 97, 98, 99, 100, 101, 102, 103, 104, 105, 106, 107, 108, 109, 110, 111, 112, 113, 114, 115, 116, 117, 118, 119, 120, 121, 122, 123, 124, 125, 126, 127, 128, 129, 130, 131, 132, 133, 134, 135, 136, 137, 138, 139, 140, 141, 142, 143, 144, 145, 146, 147, 148, 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 156, 157, 158, 159, 160, 161, 162, 163, 164, 165, 166, 167, 168, 169, 170, 171, 172, 173, 174, 175, 176, 177, 178, 179, 180, 181, 182, 183, 184, 185, 186, 187, 188, 189, 190, 191, 192, 193, 194, 195, 196, 197, 198, 199, 200, 201, 202, 203, 204, 205, 206, 207, 208, 209, 210, 211, 212, 213, 214, 215, 216, 217, 218, 219, 220, 221, 222, 223, 224, 225, 226, 227, 228, 229, 230, 231, 232, 233, 234, 235, 236, 237, 238, 239, 240, 241, 242, 243, 244, 245, 246, 247, 248, 249, 250, 251, 252, 253, 254, 255, 256, 257, 258, 259, 260, 261, 262, 263, 264, 265, 266, 267, 268, 269, 270, 271, 272, 273, 274, 275, 276, 277, 278, 279, 280, 281, 282, 283, 284, 285, 286, 287, 288, 289, 290, 291, 292, 293, 294, 295, 296, 297, 298, 299, 300, 301, 302, 303, 304, 305, 306, 307, 308, 309, 310, 311, 312, 313, 314, 315, 316, 317, 318, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329, 330, 331, 332, 333, 334, 335, 336, 337, 338, 339, 340, 341, 342, 343, 344, 345, 346, 347, 348, 349, 350, 351, 352, 353, 354, 355, 356, 357, 358, 359, 360, 361, 362, 363, 364, 365, 366, 367, 368, 369, 370, 371, 372, 373, 374, 375, 376, 377, 378, 379, 380, 381, 382, 383, 384, 385, 386, 387, 388, 389, 390, 391, 392, 393, 394, 395, 396, 397, 398, 399, 400, 401, 402, 403, 404, 405, 406, 407, 408, 409, 410, 411, 412, 413, 414, 415, 416, 417, 418, 419, 420, 421, 422, 423, 424, 425, 426, 427, 428, 429, 430, 431, 432, 433, 434, 435, 436, 437, 438, 439, 440, 441, 442, 443, 444, 445, 446, 447, 448, 449, 450, 451, 452, 453, 454, 455, 456, 457, 458, 459, 460, 461, 462, 463, 464, 465, 466, 467, 468, 469, 470, 471, 472, 473, 474, 475, 476, 477, 478, 479, 480, 481, 482, 483, 484, 485, 486, 487, 488, 489, 490, 491, 492, 493, 494, 495, 496, 497, 498, 499, 500, 501, 502, 503, 504, 505, 506, 507, 508, 509, 510, 511, 512, 513, 514, 515, 516, 517, 518, 519, 520, 521, 522, 523, 524, 525, 526, 527, 528, 529, 530, 531, 532, 533, 534, 535, 536, 537, 538, 539, 540, 541, 542, 543, 544, 545, 546, 547, 548, 549, 550, 551, 552, 553, 554, 555, 556, 557, 558, 559, 560, 561, 562, 563, 564, 565, 566, 567, 568, 569, 570, 571, 572, 573, 574, 575, 576, 577, 578, 579, 580, 581, 582, 583, 584, 585, 586, 587, 588, 589, 590, 591, 592, 593, 594, 595, 596, 597, 598, 599, 600, 601, 602, 603, 604, 605, 606, 607, 608, 609, 610, 611, 612, 613, 614, 615, 616, 617, 618, 619, 620, 621, 622, 623, 624, 625, 626, 627, 628, 629, 630, 631, 632, 633, 634, 635, 636, 637, 638, 639, 640, 641, 642, 643, 644, 645, 646, 647, 648, 649, 650, 651, 652, 653, 654, 655, 656, 657, 658, 659, 660, 661, 662, 663, 664, 665, 666, 667, 668, 669, 670, 671, 672, 673, 674, 675, 676, 677, 678, 679, 680, 681, 682, 683, 684, 685, 686, 687, 688, 689, 690, 691, 692, 693, 694, 695, 696, 697, 698, 699, 700, 701, 702, 703, 704, 705, 706, 707, 708, 709, 710, 711, 712, 713, 714, 715, 716, 717, 718, 719, 720, 721, 722, 723, 724, 725, 726, 727, 728, 729, 730, 731, 732, 733, 734, 735, 736, 737, 738, 739, 740, 741, 742, 743, 744, 745, 746, 747, 748, 749, 750, 751, 752, 753, 754, 755, 756, 757, 758, 759, 760, 761, 762, 763, 764, 765, 766, 767, 768, 769, 770, 771, 772, 773, 774, 775, 776, 777, 778, 779, 780, 781, 782, 783, 784, 785, 786, 787, 788, 789, 790, 791, 792, 793, 794, 795, 796, 797, 798, 799, 800, 801, 802, 803, 804, 805, 806, 807, 808, 809, 810, 811, 812, 813, 814, 815, 816, 817, 818, 819, 820, 821, 822, 823, 824, 825, 826, 827, 828, 829, 830, 831, 832, 833, 834, 835, 836, 837, 838, 839, 840, 841, 842, 843, 844, 845, 846, 847, 848, 849, 850, 851, 852, 853, 854, 855, 856, 857, 858, 859, 860, 861, 862, 863, 864, 865,

[illegible]

فنی اور تاثیراتی لحاظ سے بعض واقعی قابل مطالعہ کہانیاں اس کتب خانے میں شامل ہیں۔ ان میں سے
شدید اور تا دیر قائم رہنے والا ہے۔ کچھ کہانیاں ایسی بھی ہیں جن کو یہ خزانہ تصنیف کا تادیب سے سزا دینے کے لیے
تاثیر جو اس کتاب کا ہے وہ ہمیں نگار کی چوک اور ہر وقت تیار رہتا ہے۔ ۱۰۰ سال سے اس کی تصنیف پڑھنے والوں کے
تقریباً ہر گوشے تک پہنچ جانے اور وہاں سے زندگی آمیز نتائج حاصل ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت
میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی تاثیریں اس کی پہلی کتاب سے زیادہ بڑھتی ہیں۔ اس کی

یہی تھا کہ وہ صرف ایک ہی چہرہ روشن کر سکتی تھی سوائس نے کیا جانچا تو میں نے

اور اس طرح اپنی سکت بھر ایک آواز چھا اٹھ روشن کرنے کا جذبہ بھین ہی سے موجود تھا۔ زمانے کے
تجربوں نے اس کی تہمت نہ تھی، پھر شام دیر کے بعد وہ سب سناٹا ہو گیا تھا۔ وہاں سے پٹ
نٹلی مٹا دی گئی تھی وہاں سے پٹ سناٹا ہو گیا تھا۔ وہاں سے پٹ سناٹا ہو گیا تھا۔

[illegible][illegible]

[illegible]

میں نے اس سے اس مضمون میں چھپو نوے (۹۶) فی صد نمبر حاصل کیے۔ نمبروں پر رشتہ کار میں نہ۔ یہ نہ کسی میڈیکل سائنس میں ترقی یافتہ ہے۔ اس سے زیادہ سچی سچ پر یہ (merit) جس ایسوان مقام حاصل کیا۔
میں تعلیمی سرگرمیوں سے اور روزانہ اپنی تمام تر توجہ اپنے بچوں پر مرکوز کرتا تھا۔ یادداشتیں ۹۹-۱۰۰ فی صد
مارس بھی حاصل کریتے مگر یہ بھی کون رندوں سے کہ ہم صرف اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے تھیں۔

مجھے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ میرے بچے ۹۰-۹۵ فی صد مارکس حاصل کرتے ہیں۔ بعد اس
بات کی ہے کہ وہ میرے تعلیمی مشن (mission) کو آگے بڑھانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنی کامیابیوں کو
اپنے تک محدود رکھنا نہیں چاہتے بلکہ انہیں قوم کے طلبہ میں بانٹنا چاہتے ہیں۔ لہذا اس سال سے میری تین مدد
مہاراشٹر کے نئی حکومت کا دورہ کر کے قوم کے طلبہ کے لئے "بارشوں اور میڈیکل سائنس میں ترقی کی ترقی
کیسے کی جائے" کے موضوع پر لکھ دیں گی۔ بعد سے یہ تعلیمی مشن آگے بڑھانے کی سکت و ہمت ہے۔ آمین۔
کتاب "راہ" کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن کی پزیرائی مہاراشٹر بھر میں جس طرح ہوئی
مہاراشٹر بھر میں انی شروں، مقدمات میں اس کی رہنمائی کی تقریبات کا، ہتمام اساتذہ اور ساتھی، اور اس سے یہ
کتاب کے مدد سے کے حدود، ساتھ دین کی ایک جس طرح تقرب کرتی ہے اس سے طبعیت
مورمانت کے صحیح ہو کے ہوئے۔ اس کتاب کے مضمون میں ایک نئی (مثلاً "ایٹام" سائنس کی اہلی)
خبر ت و رسائل میں قسط و رشائع ہوئے۔ اس کے اور سکولوں (مثلاً انجمن اسلام سیف طیب کی ہائی
سکول، ممبئی) میں خدائی قدر کے پیر (period) میں اس کتاب کے مضامین و اقتباسات، ایک بڑا کام
سنا ہے۔ یہ کتاب کا تیسرا ایڈیشن زیادہ تعداد میں اس کے بھی شائع ہو رہا ہے کہ دین، ساتھ
کی جانب سے بچوں میں یہ شعور پیدا کر کے کی پوری کوشش ہوئی کہ ہر بچے میں "راہ" ضرور ہو۔

گزشتہ سال بھی حسب سابق طلبہ و ادین، ساتھ اس کے لئے مہاراشٹر بھر میں میرے بچوں کی
(۹۵) - چار ہوئے جس کے ذریعے تعلیم و درس کے لئے کے تقاضوں کا پیغام ایک لکھتے راہ فراہم
پانچاے کی تھی نہ ہے۔ جس میں انی شروں، مقدمات کے ساتھ "راہ" پورے گیارہ لکھتے جو کئی درجہ پور، انی شروں
کا کوئی جیسے قسطے اور کائنات میں شامل ہیں۔ مگر بعد میں نے ثابت دلوں پڑا کہ جس ہر جگہ پانچاے کی لکھتے کی اور
نے ارشادے بھلائے نہیں۔ گزشتہ سال مجھے سب سے زیادہ اطمینان اس بات پر ہو رہا ہے کہ "تعلیمی نشست" کا
نظر یہ عام ہو رہا ہے۔ تعلیمی نشست کی ہے، ریٹ "آرپ" کو "طلبہ کے لئے ہر کی وچچہ پڑھنے کے میں پیشکش
یکم راہانی سوں قوم و چھانے و رہائی تعلیمی سائنس، اندن کا سب سے اہم و مؤثر مدد تعلیمی نشست کی ہے۔
اس کا احساس بھی عام ہونا جا رہا ہے۔

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے پیش منظر میں یہ لکھا تھا کہ اس کتاب سے ہونی منفعہ مستعد
نہیں۔ اس کے اس کتاب کے سے جو کثرت کی ہے (یعنی سوراپہ فی جلد) صرف اسی قیمت میں فروخت
کی جارہی ہے تا کہ قوم کے طلبہ اس سے استفادہ کریں۔ بعد تعلیمی سائنس کے پانچوں سے اب بھی درخواست
کہ طلبہ و والدین کی ذہن سازی کے لئے جیسے منعقد کرنے سے پہلے اس کتاب کو والدین و شاگردوں میں
پیش کیا جائے۔

تاکہ آپ کا تعلیمی جہاں تہمتی صورت پر کامیاب و جا میں آویں۔ جسے معمول نہیں ہونی چاہئے۔ چوں کہ اس نے نہیں
 کرنے میں بہت تعلیمی کائنات (cause) سے ذہنی ساری کر کے میں یہ کتاب کلیدی کر رہا ہوں۔
 اس کا اس کی مدت سے۔ تین ہے اس سے اس کتاب اور تعلیمی بیداری کا پیغام میں کتاب کا چاہیے جہاں تک یہ
 جہاں کی سیارات چلے۔ میں ہی مشن کے پیش خرم بنانا۔ نقش کوئی شائع کر رہا ہوں۔

اس کا جریدہ اور کتاب "راونا" کی تہذیب میں ہوں گی کہ جو کتابیں دہلی و قلمورنگ تو ہوں
 سے محفوظ رکھتی ہیں ان میں "راونا" اور فہرست سے۔ میں نے ہارک سے پوچھا "آپ کون سا ہارک سے
 ہوا کہ اپنے قلم کو ایک روشن دیا بنالیں؟"

مہارک نے کہا "جب رب کائنات کے کرم سے میں نے سوچ یا کہ صرف اپنے لئے نہیں جیسا
 ہے تب زندگی کے اسی صوبوں اور اسی جذب کے تحت میں نے قلم اٹھایا۔ درجہ میں قلم سے جڑتی کرنے کا تو
 یہ رکھا کہ رب کائنات نے سب سے پہلے قلم کی تخلیق کیا تھا۔ یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے۔ یہی سی سی سے بھی
 جانے والے۔ شے نمونہ نہیں ہوتی۔ باہر فراموشی کی اور اس کی نیت میں نہ رہی تھی۔ وہ جوں سمجھتے
 ہیں۔ ہند میں نے قلم سے ہاتھ نہیں بیداری نیت کی تو اسے مومنوں کی نواہت ملی اور تو قی سے ریزہ وند
 کسی توقع کے مطابق ضرور ملی۔

رو سے اور قلم سے جب سے بیداری کا موسم یا تو پہلی نظر پڑی ہوتی ہے۔ دوسروں میں کافی مہنوں
 صنف ہے۔ مگر ہم نے ایسا کیا کہ حواس کی یکساں بڑی شریعت سے نقش یہ نہ رہی وہ سمجھتی ہے اس سے زیادہ
 اور چھو نہیں۔ اس سے اصداقی "اب فی سیدھی ساری" دہلی کی جو اپنے مقصد میں بھی "اسی تھی" اپنی سست کی
 چاہے نشان اپنی بھی کر رہی تھی۔ اور اس سے میں نے سہارا یا یہ کہ یہ سہارا جو ہر حال قوری تک پہنچتا
 ہی ہے اور وہ تو اخبارات کا راجہ روزنامہ اور ملت روزنامہ قوری میں ہوا کی جگہ اسے نہ رہتا یہ شوقیہ۔ یہ
 ذریعہ میں وہ تہمتی بات نہیں تھی کیوں کہ ہم "اپنی رسواؤں کا پہلی شریعت نظر آ رہا ہے۔ اور یہ عالمی تھی
 کہ وہ اپنے مرتبہ سے نیچے کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ وہ ایک عالمی سست اسے کیا دیا جاتا تھا بھی
 بات ہے۔ مگر شریعت وقت صرف اس مقصد کے تحت کہ وہ عالمی سست وقت تک اس کا ایک نہ ملے گی کٹیں پہلے
 چاہے وہ تنہا ہی مسہم کیوں نہ ہو جس کی رمل میں ارا "اب" اس سے مجھے اپنی شامت سے لے کر دے
 قاری کے رشتے میں ایسی حلیج پیدا کی کہ اس شخص کی کٹائی بھی تک نہیں آتی۔ مگر اس سے بھی یہ کی وہ
 نسیمت نصیب نہیں ہوتی کہ وہ قاری "اب" سے یہاں وہ ہو جس سے کتاب پھر رہا ہے۔

اب جہاں تک آپ کا یہ سونے سب سے اچھا ہے اس میں سے محنت اس "آپ" وہ ہیں کہ
 جس میں زندگی ہے جو رمل سے قریب سے جس میں حقیقت پڑوں ہے وہی وہ اس سے
 سے جس کی قریب نہ ہو وہ تنہا ہی شکار "اب" ہیں۔ وہ حقیقت کار کے آواز میں ہے وہاں ہی سست رہا ہے
 رہا ہو وہ وہی نظر میں تصنیع و کثرت ہے۔ وہ عالمی سطحوں کا سب سے بڑا ہے اس کے آگے اس میں
 زندگی کی رقی ہوئی کی چاہیے تاکہ زندگی کے سب سے پہلے میں ہی دنیا کی اسے اسے اسے اسے اسے



انصار ایک دربار میں حاضر ہوئے۔

♦ ماں و زر کی خیانت کا نقصان پھر بھی قابل سہائی ہوتا ہے لیکن زندگی کے چھوٹے بڑے رازوں میں خیانت کے نقصان کی پیمائش ممکن ہے نہ کافی (افسانہ "پیارا سمندر")

♦ سید فضل بخش کی راتیں بے خوابی کا شکار ہو چکی تھیں۔ زندگی کے درخت سے ممن و سکون کی لخت میں اڑ گئی تھیں۔ اب وہاں خوشبات کے بے شمار چل اور کوئے ہر شبی پر بیٹھے چوکی دار رہے تھے (افسانہ "پہلا شکار")

♦ فضل معصوم بندے چاہنے اور چاہے جانے کی شدید خواہش کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے بہت رکاوٹ دوسری حساب منہی ان کی عقل سے بالاتر ہوتی ہے (افسانہ "کعبہ دل")

مجید سلیم کے فسانے پڑھنے کے بعد میں نے ان سے سوال نامے سے بہت کر یہ سوال کرنا منسوب جانا کہ اس کی رائے میں فسانہ یا ناول ہندوستان میں بہتر لکھا جا رہا ہے یا پاکستان میں؟ اور یہ بھی کہ پچھلے چند سالوں میں کچھ ہمارے یا کہانیاں لکھی گئی ہوں تو ان کے نام اور مصنفین کے نام بھی بتاتے چلیں۔

مجید سلیم نے جواب دیا "دونوں ملکوں میں گونا گونا ب موجود ہیں۔ افسانوں کے میدان میں ایک سے بڑھ کر ایک شہسوار سامنے آئے ہیں۔ بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں افسانے نے اہم جہتیں سرائی ہیں۔ یہ فیصلہ مشکل ہے۔ افسانہ کہاں بہتر لکھا جا رہا ہے۔ رومانول، ناول کے میدان میں بنا ہے۔ آج اردو ادب میں تنجید و مقصدی و ریڈی کار ناول کہاں لکھے جا رہے ہیں۔ لیکن اس کے لئے محض ناول نگار پر انگشت نہانی نہیں کی جاسکتی۔ فن کی ریاضت کے لئے ہمدردی کیلٹ (commitment) کار کے انجن میں پڑاؤں کی طرحت۔ لیکن آج کا ادیب فکر معاش اور دیگر ذمہ داریوں میں بری طرح جکڑا ہوا ہے۔ اس پر تم یہ کہ خون جگر رفرن پر ابھی تخلیق کرے پھر خود ہی اس کی شاعت کا انتظام بھی۔

اور اہم ناول یا فسانوں کے حوالے سے "نمبر در کا سید" (ناولٹ) از سید محمد اشرف، "دو گز زمین" (ناولٹ) از عبد الحمید اید، "ریکو کا" (افسانوں کا مجموعہ) از عبد ہزیز، "کابوس" (ناولٹ) از شفیق "لوہ" (افسانہ) رشوات حیات قابل ذکر ہیں۔"

میں نے پوچھا "موجودہ دور میں مطالعے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے۔ کیا سی ڈی (CDs) کتابوں کا متبادل ثابت ہو سکتی ہیں؟"

مجید سلیم نے کہا "یہ سچ ہے کہ مطالعے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے۔ کتابوں کی جگہ کمپیوٹر ورنی وئی نے لے لی ہے۔ مجھے خواہ یہ قبول کرنا پڑے گا کہ رت سونے سے قبل گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جو مطالعے کے نذر ہوتا تھا اب وہ بھی فی وی پنڈتوں اور دیگر پروگراموں کو دیکھنے میں گزر جاتا ہے۔ جو قارئین تھے اب وہ ٹائلرین بن گئے ہیں۔ جو مطالعہ کتابوں کے ذریعے سے خواہ ان میں تک پہنچتا تھا اب وہی علم، تفریہ، ہی ڈی ورنی کے ذریعے سے پہنچتا ہے۔ مہینے کی ڈی کتابوں کا متبادل ثابت ہو سکتی ہیں۔ یا یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ڈی مطالعے کے میدان میں ایک نیا مں (tool) یا ایک نئی جہت کا اضافہ ہے۔ لیکن فنی و مدتی کے ساتھ طبیعت اور فی وی پر اس کی تشبیہ کرنی ہوگی۔ کتابوں کی اپنی ایک الگ دنیا ہے اور اس کی

ہیئت و نمازوں میں۔ کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ چار تک بند نہیں ہونا چاہیے۔ بدلتے تہذیب و تمدن کی ساتھ ساتھ ہی اٹل (parallal) چلتی رہیں۔ نئی کتابوں کی اشاعت کے وقت یہ حکمت عملی اپنانی جاسکتی ہے۔ تعداد، شاعت کو گھٹا کر اتنا ہی ہی کا اٹل ہی رہا جائے۔

اب میں نے ان سے ان ہی کے بارے میں پوچھا کہ وہ اپنا نام، جگہ کے پیدائش اور تعلیمی حالت کے بارے میں بتائیں تاکہ ان کے پڑھنے والوں سے ان کا تعارف ہو جائے۔

انہوں نے بتایا کہ ان کا پورا نام سید عبدالعزیز سلیم ہے۔ وہ جنوری ۱۹۵۳ء میں شہر حیدرآباد، ان سندھوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید عبدالرزاق مرحوم مدین میں نچلے کلاس ہاؤس (Nizam's House) کے ہاؤس بولڈ سپرٹینڈنٹ تھے۔ وہ کافی سال ان عہدے پر فائز رہے۔ لندن کے ایک جبرائیم (Maj Graham) نے ان کی شہریت پر نہیں اپنے ہاں کام کی دعوت دی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جس کا ملک صحابیات اس سے ملک حرامی نہیں کر سکتے۔ نہیں اپنے وطن کی مٹی سے بہت محبت تھی۔ جب وطن واپس آئے تو بیلوٹا (Billa Vista) کے ہاؤس بولڈ سپرٹینڈنٹ مقرر ہوئے۔ ان کے والد سید حسن صاحب محکمہ صحت و طب سے وابستہ تھے۔ وہ اردو سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ اپنے کانٹے انوں میں شاعری کے میدان میں بھی کافی سرگرم رہ چکے تھے۔ مجید سلیم میں مٹا سٹ کا شوق پیدا کرنا ان ہی کی جستجو کا نتیجہ تھا، بعد وہ اس وقت صرف ساتویں جماعت تک پڑھا۔ ۱۹۷۱ء میں انہوں نے کامرس سے ریگجیشن کا امتحان پاس کیا۔ مٹا سٹ کا شوق دوبارہ قویں جماعت میں شروع ہوا تھا کانٹے تک پہنچتے پہنچتے انوں کی سرحدوں میں داخل ہو چکا تھا۔ اردو، انگریزی، فکشن، ڈراما، فلمیں، پھر ادبیات، انشائیات، جنسیات اور اعلائیات کی سب کتابیں پڑھا۔ میں مجید سے کہتا تھا کہ ”والد محترم کی رہنمائی میں میڈیکل سائنس کے چند تقاضات پاس کیے اور محکمہ صحت و طبیات آفٹر اپرائٹس سے منسلک ہوا۔ جہاں پر ہمیں سال بعد مختلف انٹرنل کی PHC پر تیار ہونا تھا۔ اور اس شہر کی مہتممی سے دو مختلف کاموں اور سید محی الدین رند کی مکتوبات ۱۹۸۳ء میں ۱۹۸۳ء میں عربی وزارت خیمہ میں فارمسٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پھر ۱۹۸۵ء میں ان کی عہدہ پر مصروف کار ہوں۔“

”آپ کی ”لی زندگی لی ابتدا سب سوئی“ میں نے دریافت کیا۔

”میرے پیدائشی افسانہ ۱۹۷۲ء میں، جس سال کی عمر میں کانٹے ٹیگزین شعلات میں شائع ہوا، میرے تیار۔“ بیسویں صدی (دہائی)، شاعر (میں)، شاعر (دہائی)، شاعر (دہائی)۔ اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں ٹیگزین (بدو)، فکر اور رابطہ (پاکستان) اور دیگر سال میں نکالنے کی شعلات شائع ہوئی ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں حیدرآباد میں سے افسانے سنائے کا شوق بھی ماب میں نے شاعری کے میدان میں بھی شغف کر رہی نہیں کی۔ وہ صرف اب بھی میں معیاری مشاعرے سننا اور اپنی شاعریات کا شوق، میرے خیال کے

[illegible]

بمیدارمنامش ہو کہ تو میں نے پوچھا، کیوں کی راہ ہندی سے راہ رہاں؟ اب تو نقصان پہنچی ہے۔ کیا وہ اس خیال سے متفق ہیں؟“

مجید نے چھوٹے پیر پر ہاتھ رکھا۔ "روہ بدی کاٹھن سی ہی ہے جیسے شعر حضرت ذوق،
وقت سے اب کے خوب صورت پاش میں، جو ہر کے اسلاف کے چھوڑا ہے، جوق در جوق، غل
کے چوڑے سے اپنی فنی سدا جیتاں سے اسے یہ اب یہ چر عامیانہ سوچ اور نفسیاتی کمزوریوں کے
پاش میں پھنس کر پاش کے طے کے واسطے۔۔۔ کی حق پرست نے اتنی ہی راہ موافق رہا جی چاہی تو اسے
یہ۔۔۔ روک دیا کہ تم ہمارے دوست ہو یا ہمارے دشمن۔ اب جو فیصلہ یہ رہا کرتی ہے اس پر اس کی
چوڑے نیوٹے روہوں کی مہارت ہے۔ ایک ہی چیز کی مہرے انوار وقت کے چھوڑوں کی نشاں اور
نوک صورتوں کی آستہ منہد مسابقت و یو کے کا خوب محسوس ہوتی ہے۔ یہ ایک لمبی کیفیت ہے۔ ہندو
پاک کی ایسی جگہ جوں جی براہ اب کی قبولی بہت آہری کی ہو رہی ہے وہاں کروہ بدی کے واروں

(۱۰۰) چھوٹے پیر۔

زندگی میں جو چیزیں ہم کو دکھائی دیتی ہیں

۱۰۰۔ اندرون ملک برتنوں کی مسلسل جاری پروسیسنگ (processing) کے چار مختلف مراحل کا سہارا بنیں۔ ایک اور سبب اندریں کی بھرپور فعالیت تھی ہے۔ اپنی مادری زبان کے تئیں کسی بے ادبی و بریدہائی کی قومن ہمارے میں نہیں ملتی۔ روایتی چاشنی سے اپنی سال نو محروم رکھنا نہایت سنگین و غلط عمل ہے۔ روایتی ثقافت سے اب وادین ہی پر بھاری دباؤ رہا ہے۔ ابتدائی مرحلوں میں روایتی ترقیاتی کاموں کی کہ اساتذہ، روایتی مسائل، صیغہات، بخش تھے ورنہ یہی خیر ارادہ اس عمل کو روایت سے دور کرنے کا مسدود تھا۔ مگر سب سے بڑا مسئلہ اندریں بھی اردو سے نامد ہیں۔ سب میں جتنی خطوط یہ روایتی آبیاری برقی ساق۔ ایک اردو اس فرائض کے خلاف اس محب اردو پیدا کر سکتا ہے۔ یہ ناممکن نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے دور مردوں سے روایات میں سے ایک یا دو اٹھائیں تو شاید کرشمے کا جھومر پر، فقرہ میں، دھوکے میں، غارتگی کی آوازوں کی دھمکیوں میں یہی چاہتی ہیں۔ ہم اپنے عدلے احباب میں یہ بھی سننے سے یہ سواں کر سکتے ہیں کہ یہ آپ، آپ سے اپنے روایت جانتے ہیں، آپ کو اردو زبان کی کسی گفتی ہے، کیا یہ اردو کا تاثیر میں جتنے سے بڑا ہے، پسند کریں گے، جو فراہم پیوٹر کا استعمال چاہتے ہیں، نہیں

میں اس سنی کے برادروں کا بھی گہرا اثر رہا۔ انگریزی فکشن میں جیمس ہیریڈن جی (James Hadley Chase)، اگاتا کریسٹی (Agatha Christie)، آر تھر ہارلی (Arthur Harley)، اسٹیفن کنگ (Stephen King)، رابرٹ ہڈم (Robert Ludlum) کے ناموں کے ذریعے رہے۔ ادبیات میں چارلز برنارڈ شاہ (George Bernard Shaw) اور ہنس ہیمینگوی (Ernest Hemingway) ان کے پسندیدہ ادیب ہیں۔

سب میں نے ان سے نئی زندگی کا کوئی ہمو واقعہ پوچھا جو انہیں یاد ہو۔ انہوں نے کہا ”وہ تو کئی یادگار واقعات ہیں لیکن فوری طور پر جو یاد آیا ہے وہ یہ ہے۔“

ایک گاؤں میں۔ جہاں میں نئی پوسٹ کے بعد چھوٹے قصبے کی پہنچ تھا اور خود نوادار تھا۔ میں نے ایک ضرورت مند نوجوان کی مدد کی تھی۔ نوجوان بھی پہلی بار اپنے کسی عزیز سے ملنے کے لئے گاؤں آیا تھا۔ لیکن اس کا وہ عزیز چھوٹے قصبے کی نقل مکانی کر چکا تھا۔ ہماری ملاقات بمشکل بائی وے پر واقع فی سٹال پر ہوئی تھی۔ یہ بمشکل بائی وے گاؤں کے قریب سے گزرتی ہے۔ دو ٹی اسٹال میں میز پر تنہا بیٹھا چائے پلے رہا تھا۔ چائے کے قریب ہی اس کا ایریک پڑا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ وہ صورت، شکل و لباس سے عظیم یافتہ تھا۔ بعض چہرے ایسے ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر انسان کو خود بخود ہی ان سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔ میں مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اپنا تعارف کرواتے ہوئے میں نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے آگے بڑھایا۔ وہ ہنر بڑ کر اٹھ کھڑا ہوا جیسے غنڈے سے جا گا ہو۔ لمحہ بھر کو مجھے بخور آئیگا۔ پھر اس ارحدہ پر خلوص انداز میں میرا ہاتھ تھام کر اپنا تعارف کرانے لگا۔ ہم دونوں اسی میز پر بیٹھ گئے۔ ذرا ہی دیر میں وہ مجھ سے یہاں کھل مل گیا جیسے برسوں کی بیچان ہو۔ اس کی باتوں میں سادگی اور روئی تھی۔ وہ نمٹنے کے فن سے مہارت یافتہ تھا۔ جب میں کچھ بہتا دو بغور میری باتیں سنتا۔ پھر سادگی سے اس کا جواب دیتا۔ وہ درمیان میں بات نہیں کاٹتا تھا۔ اس کی مشکل یہ تھی کہ اس کی رقم دوران سفر نہیں گم ہوئی تھی۔ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے شہر فوری واپسی ممکن نہیں تھی۔ گاؤں میں اور کسی کو نہیں جانتا تھا۔ میں نے مدد پیش کی۔ وہ حیرت رہ گیا۔ روم میں آپ کے لئے جنبی ہوں، اگر رقم واپس نہ کی تو میں نے مسئلہ کر رہا میں نے اس کی باتیں کہاں کی ہے۔ وہ ارحدہ متاثر ہو گیا۔ ہوں میں آپ کی رقم نہ درواپس کروں گا۔ آپ مجھے یہ بات مرادیں اور میرا شہر کا پتہ بھی نوٹ کر لیں۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ لیکن یہاں نہیں چھوڑتے ہیں۔ یہاں میں رہے گا۔ تم تھکے ہوئے لٹ رہے ہو، آج آرام کرو۔ کل سہ پہر تمیں بجے کی ایک پہر میں اس سے شہر چلے جاؤ۔ ہو سکتا ہے اس اثنا میں تمہیں اپنے عزیز کا پتہ بھی چل جائے جہاں وہ منتقل ہوئے ہیں۔

ہم گھر چلے آئے۔ دوپہر کا کھانا خواہنا، جس میں اس نے میری مدد کی۔ کھانا کھا چکنے کے بعد میں نے ورائڈے میں پڑے تخت پر اس کے لئے لیٹنے کا انتظام کر دیا۔ وہ گہری نیند سو گیا۔ شام چار بجے میں پپ پپ ڈیوٹی پر فہرست کی چلا گیا۔ سات بجے واپسی پر اسے تخت پر بیٹھا سو پایا۔ مجھے دیکھ کر

اس نے سلام کیا اور احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رات کھانے کے بعد ہم صبح کے لئے باہر نکلے اور باتیں کرتے ہوئے دو تک چلے گئے۔ اس کی باتوں میں معصومیت اور سادگی کے علاوہ بھی عجیب سی بات تھی جسے کوئی مامند دے پایا تھا۔ واپسی پر اس نے مجھ سے کہا تھا، آپ نے ایک اجنبی پر اتنا ہمدردی کیا مگر پر اسے تھا چھوڑ کر ڈیوٹی پر چلے گئے۔ میں نے ہنس کر کہا، اجنبی ہو تو کیا ہوا، ایک انسان ہو وہ بھی معصیت میں گھرے انسان، ہنس تنی پہچان کافی ہے۔ وہ مسکرا کر چپ ہو گیا۔ رات سوئے سے قبل میں نے کہا تھا، آپ کی ڈیوٹی سے واپسی سے قبل میں بس اسٹاپ پر گیا تھا۔ صبح چوبیس بجے شہر کے بس مل جائے گی۔ آپ اجازت دیں تو میں صبح ہی کی بس سے چلا جاؤں گا۔ میں نے فوراً اس کی ضرورت کے مطابق پیسے دے دیے۔ اس نے بھداصرار نہ صرف میرا شہر کا پوسٹل ایڈریس نوٹ کر لیا بلکہ اپنا پوسٹل ایڈریس بھی نوٹ کر لیا۔ صبح سات بجے جب میں جاگا تو وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ رات باتوں میں دیر ہو گئی تھی۔ میں نے تیزی سے ناشتہ تیار کر کے اسے جگایا۔ اس نے کہا اب وہ سہ پہر کی تین بجے والی بس ہی سے جا سکے گا۔ میں نے مسکرا کر کہا، چلو حیف ہے۔ میری ڈیوٹی سے واپسی پر دوپہر کا صدمہ ساتھ تھا میں گئے۔ جب تک تم گاؤں کا پتہ لگا لینا۔ ہو سکتا ہے تمہیں اپنے عزیز کا کوئی ہسپتال جائے۔ دوپہر ڈیوٹی سے واپسی پر جتنی جھٹکوں سے دوچار ہوا۔ مکان کے بیرونی دروازے پر کال نہ آئی مگر سمجھا کہ وہ گاؤں کا پتہ رکھ کر آیا ہے۔ دروازہ صرف بھڑا ہوا تھا۔ مکان کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ وہ اپنے بزرگ سمیت غائب تھا۔ میرے نظر پڑی تو غمِ قیمتی انداز میں اس خالی جگہ کو دیکھا رہ گیا جہاں سوئی نو ان (Sony 2 in 1) ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا۔

میں نے کبھی اس شخص کو نفرت سے نہیں بلکہ اپنائیت ہی سے یاد کیا کیوں کہ اپنا بیت کا جذبہ میرا اپنا تھا اور وہ بھی ایک طرف۔ اور جب ایک طرف جذبے پر چوٹ لگتی ہے تو فریقِ ثانی سے نفرت نہیں بلکہ اس سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔ اور تجربہ کی فہرست میں سے تجربے کے افسانے پڑھیں گے۔ مجید سلیم کی زندگی کا وہ قہر سننے کے بعد میں نے ان کا یہ افسانہ پڑھا۔ ناول میں ادیب و بیان کی چھوٹ جتنی ہے لیکن افسانے میں ادیب پر بیان میں اختصار کی قدر من ہوتی ہے۔ اور ادیب بات مختصر افسانے کی ہو تو پھر افسانہ نگار کے صیغے جوتے ہیں۔ یہاں مجید سلیم کا ایک مختصر افسانہ ”مونالیزا کی واپسی“ آپ کے مطالعے کے لئے ہے۔ اس کہانی میں افسانہ نگاروں کا فوس موجود ہے اور معنویت بھی۔

Mr. Majeed Saleem,

P. O. Box 890, Dammam, 31421, Kingdom of Saudi Arabia

مونالیزا کی واپسی

مسٹر اور مسز اشفاق حسین ”بیوا امند“ کلب کے ممبروں میں تھے۔ ہر دل عزیز بھی ہے۔

اور مکائے نگہ راپنی، بی حیثیت میں بھی خود کو مان شور پر مستحکم کیا۔

مئی ۱۹۹۲ء میں ممبئی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی جانب سے مولانا آزاد، یہ منعقد ہونے والے سیمینار میں مولانا آزاد پر مقالہ پڑھا۔ اسی طرح ۱۹۹۹ء میں ممبئی یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں شعرا کی جانب سے جہاں نثار اختر پر منعقد ہونے والے سیمینار میں انہوں نے ایک مقالہ بعنوان ”جہاں نثار اختر کی شاعری کا مطالعہ پڑھ راپنی، بی حیثیت کا قلم اور بلند کیا۔“

مئی ۱۹۹۲ء میں ”یہ سرزمین“ کے عنوان سے کشمیر کی تاریخ بھی لکھی جسے گورنمنٹ آف انڈیا کی وزارت نشریات نے فلمایا۔ دو کئی ادبی اور فلمی مجسموں کے ممبر بھی تھے۔ کئی فلموں کے انہوں نے منظر نامے اور مکائے نگہ تھے۔ تہ زندگی نزاری۔ شادی نہیں کی۔

مئی ۱۹۹۲ء میں کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے والدین نے سید محی فظ حیدر کا نام دیا۔ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد سے ۱۹۴۹ء میں بی کام اور ۱۹۵۲ء میں ایل ایل بی کیا۔ ۱۹۴۹ء سے جتنی بائیس برس کی عمر سے بحیثیت قلم کار آل انڈیا ریڈیو سے پروڈیوسر کی حیثیت سے وابستہ ہوئے۔ وہاں انہوں نے اردو ہندی کے کئے ڈرامے لکھنے کی خدمات انجام دیں۔ دو ہفتہ محنتی اور زور نویسی تھے۔ انہوں نے میر۔ تمام سوالات کے جواب نہایت آرام سے لکھ کر مجھے روانہ کر دیئے۔ منسٹر، مزاج اور خوش باش تھے۔ سوس نامہ کسی توسط سے ملنے پر اپنی امانت کا مسئلہ نہیں بنایا۔ ”تختی حصہ اول“ کا سول نامہ انہیں تاخیر سے ملا اس سے ان کا تعارف تختی حصہ اول میں شائع نہ ہو سکا۔

اگست ۲۰۰۳ء میں جب میں ان کا تعارف لکھنے بیٹھی تو میں نے جناب عبدالاحد سار کو خط لکھا کہ وہ مجھے محافظ حیدر صاحب کے حالیہ پتے سے آگاہ کریں تاکہ میں ان سے ان کی تازہ تحریروں اور ادبی کام کے حوالے سے نئی معلومات حاصل کروں۔ عبدالاحد سار کے خط سے یہ دکھ بھری خبر پا کر کہ وہ میرے خط ملنے سے دو ماہ قبل ۳۰ اور ۳۱ اگست کی درمیانی رات میں وفات پا گئے۔ میں افسوس میں رہ گئی کہ کاش میں ان سے جلد رابطہ کر پاتی۔

کچھ عرصے بعد ماہنامہ شاعر کا، اکتوبر ۲۰۰۳ء کا شمار ملا۔ اس میں محی فظ حیدر کے لئے ایک گوشہ مختص کیا گیا تھا۔ اس میں ان کے احباب کی جانب سے ان کی شخصیت اور فن پر مضامین لکھے گئے تھے۔ سرورق پر محی فظ حیدر کی وہی تصویر تھی جو انہوں نے مجھے بھیجی تھی۔ ان کی آنکھوں سے مجھ پر ایک وقت ایک استہرائی مسکراہٹ اور چھپی ہوئی اور دلی، بی غم آمیز غمی جھلکتی محسوس ہوتی رہی۔ اور جب میں نے نسانہ کار انور رقم (۱) کا مضمون پڑھا تو ان آنکھوں میں پوشیدہ دونوں منظر ابھر رہے تھے۔

آپ بھی یہ مضمون غور پر پڑھیں گے تو محی فظ حیدر کو اپنے سامنے بیٹھے، شکوہ کرتے پاؤں گے۔ اسی شمارے میں فقار احمد، بدیر شاعر نے بھی ان کا حوالہ لکھا ہے جو قلم بل مٹا دے۔ ساتھ ہی ان کے لئے یہ شعر، ماہنامہ شاعر کی انور رقم صاحب کا مضمون میں تعارف کے آخر میں شامل ہے۔ یہ مضمون ماہنامہ شاعر کی

شمارے اکتوبر ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ سلطانہ مہر

جناب سرمد رزاق، جناب محمود علی، جناب مقدر حمید، جناب علی مامقانی، جناب سید رفیع، جناب مدحت علی، جناب وقار قادی، اور جناب رحمن عباس کے نہایت محبت پر سے انداز میں ان کی تحسین اور اس کے فن پر اظہار خیال کیا ہے۔

ایک حوالہ سے سے محفل حیدر "شاعر" مہی میں نئی کتابوں پر بڑے پرمہر اور معنوی تبصرے بھی کرتے تھے۔ ان کی کمی نہ صرف اردو ادب کی محفلوں میں محسوس ہوتی بلکہ ان کے دوست احباب میں انہیں یاد کر کے غمزہ ہوتے رہیں گے۔

اب محفل حیدر مرحوم کے لکھے ہوئے جواب ملاحظہ ہوں۔

جواب ۲۔ "اردو ادب کی تاریخ میں بیسویں صدی کے موجودہ دور کے لئے چند ایسے نام یہ ہیں۔ علامہ اکنہ محمد اقبال، یار فتحپوری، جوش ملیح آبادی، یگانہ چندی، فیض احمد فیض، ن م راشد، مرثیہ چند، سعادت حسن منٹو، اجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، قاضی حسین حیدر، شمس الرحمن فاروقی، کوثری چند مارکب۔ جواب ۳۔ میر تقی میر کے میں جدیدیت کے نمکشن و مجروح کیا ہے۔

جواب ۴۔ دور حاضر میں ناموں کے مسمیے جانے کی تیس بڑی وجوہیں۔

- ایک قنابل مینا کوئی کسان کا نہیں۔ موضوع کا انتخاب، اور اس کے جدید و پرانے
- "امداد، ایک اس چسپ پڑا، برادران کی تخلیق، سردار نگاری، جزایات نگاری، منظر نگاری، اس سب سے غیر معمولی ہیئت اور قابلیت چاہے۔ یہ خصوصیات بہت کم ایسے میں پائی جاتی ہیں۔

- بیسویں صدی کے نصف آخر میں زندگی بدتر تھی رزاق رزاقی چلی گئی، اس میں ناموں
- کہنے کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو گیا (اہلیت اور وقت کی کمی کے باعث رزاقی سے
- مثنوی قصیدہ، مرثیہ ناپید ہونے لگے)

- اس میں کوئی خاص منفعت نہ جو نہیں ہے۔ ماسٹر جامندر۔ یہاں اس سے قنابل کا
- وچھا معاوضہ ملتا ہے نہ رائی۔ تو چرتی بہت دن رہے۔

جواب ۵۔ آج ادیب کی کیا فہم ادیب بھی مادی اندیشی اور مادی غرض میں مبتلا ہیں۔ ان کی شاعری کا شوق مادی مشاغل کا نہیں بشرطیکہ وہ اس کی بنیاد پرانی "سمیات و تہذیب" کے اور اسے قنابل (dogma) بنائے بغیر اس کی اصل روح سے فیض یوب و ناسٹے۔ میر تقی میر کے میں اس کا مدھورم اور شہزادہ میں پہچو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ایک اور مرتبہ سے بہت ہی مدھورم یا جاسکتا ہے۔ اس کی زمانہ قنابل "ادیب" اثر "اہلیت" پرستی، مادی ایجو (adage) کے۔ اس میں رزاقی و پیکسے میں آتا ہے۔ اسے اپنی دانش وری پر بڑا کاربوتا ہے۔ اس کی اپنی رائے کی مدد سے۔ قنابل کا ہے۔ یہ طواری اور نریجندی اسے بحران کے بھنور سے نکال نہیں پاتی۔

جواب ۵۔ شاعری ہو یا نثر، معیاری ادب کے چپائے مختصر آتے ہیں:

• موضوع میں غدرت ہو

• مواد اور اسلوب میں حیرت انگیز ہم آہنگی ہو

• سہ لفظوں سے عبق و باریکی ہو

• اس میں لہجہ، اثر ہو

• اصناف شعر و نثر کے زیادہ سے زیادہ محاسن اس میں موجود ہوں

• اور سب سے بڑھ کر اس میں خلوصیت ہوئی چاہیے۔

تب ہی تخلیقی فن پر وہ معیاری "ب" کے فائل میں آسکے گا۔

مندیات میں مادیات میں یا غیر مادیات میں جس جگہ "ا" سے مندیات اور پاستائی
میں تمام کی سچہ یاد دہانی ہے۔ یہ تمام مندیات میں سمجھنے کی آسانی برائی ہے اور پھر
مندیات میں مادیات اور مادیات میں بھی سمجھنا مشکل ہے۔ وقت کی ضرورت ہے
مندیات میں ہے نہ مادیات میں۔ مادیات میں مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
تو اب "ا" میں مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔ میں اسے
ایک وجہ سے کہوں جو مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔

مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔

مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔

مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔

(الف) حیدرآباد میں ایل ایل کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔
مندیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔

(ب) میں مادیات کی مادیات کی مادیات کی مادیات کی ضرورت ہے۔

معاشرہ بیک وقت چل رہا ہے وہ سراسر غلط تھا۔

(ت) جس نے دینی پندرہ سال کی عمر میں، جب میں میرے دادا بپتستانی تھائی (مائی سوس کشی) حیدرآباد میں سعادت حسن منٹو کی کتاب "جنرل" کے نام میں نئی مشابہت کی موت پر اس سے تھے، اسے شائع ہوئے تھے، بیچ سناٹوں کی موت کا، امر جاننا کے موقع پر پیش یا تھا، جب بد ہندیا یہ تھا۔ دینی پینتیس سال بعد بچے خان کے متہوری دینی یہ ہیں، دینی مراٹھ بیچ سناٹوں کی موت کے کا موقع مجھے، جس کی موت مریم ہوئی۔ دینی تدریس میں بیچ سناٹوں کی موت تھے۔

[illegible]

ان کا سابق چہرہ تھا

The Late Mohafiz Hyder.

[illegible]

Mil. Ed., A. H. (1944), Number 400053, Indiana.

می فانی دیر ایک افسانوی شخصیت

انوارِ قمر بابنامہ شاعر مجننی، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص ۱۰-۱۳

یہ انجیل پہنچا، کہ اس نے اس کے لئے ایک اور کتاب لکھی تھی۔
اس نے اس کے لئے ایک اور کتاب لکھی تھی۔
اس نے اس کے لئے ایک اور کتاب لکھی تھی۔
اس نے اس کے لئے ایک اور کتاب لکھی تھی۔
اس نے اس کے لئے ایک اور کتاب لکھی تھی۔

— 2 —

[illegible]

میں نے یہ سب سنا۔ یہ سب وہی عمر علیؑ کا ہے۔

منزل کے لئے اس میں اکیسیت اور ملے سہ آدھی ہوں۔ خدا کو استغنیے جتنے ہی مرچاں اس پوس پوسیاں و
معدوم ہو کر اس کے خوب کالی جائے اردو ہوگی۔ فی ہفتہ کی رشتہ اس سے تو اچھا ہے و آپ کا طبع مزاجیں۔ نہیں اس
رہا عجیب ہے۔ یہ کہ اس نے ہم چٹی میری چاہی ہے۔ اس نے بھی حلوں میں مصداق

In case of my death the following persons are to be informed:

سُکے پتے سے، پانی اور، نیپوں سے جو ہے سو ہے۔ چرہ۔

نتائیم ارہمہ تہ آپ ہی تجویز میں ہے۔ مصلحت میں ترقی میں آج میں تو بہت، مصلحت ہے۔ ضرور ہیں کہ ایک اور مجموعہ شائع ہو سکتا ہے۔

تو میں نے کہہ دیا کہ میں طرفہ تریب سے رکھی ہوئی تھیں اور ان کے پاس ہی ملیں اور
 چاند کے چہرے۔ چاند چاہتا تھا کہ اس پر وہ تپیر رکھے تھے یہ مونی چاہتی تھی کہ وہ اڑ جائے تھے۔
 معلوم ہوا کہ وہ صاحب آپ سے شادی کر چکی تھی اس سے پہلے بھی وہ اپنے ماریہ ذات سے ملنے نہ سکی تھی۔
 دیشی تھی۔ جو وہ تھا۔

”پھر ٹھیک میرے ہاتھ میں ٹھان لی گئی یہ میرا تھوڑا سا ایسا چھوٹا سا بچہ تھا۔
 تھے۔ مگر اس میں تیرا وہ صدمہ ہے جیسا کہ تیرے بچے۔ میں نے عرض کیا، میں یہ رویت پسند نہیں کرتا اور
 یہ کہ یہ رویت دیکھنے والے کے لئے کافی ہے۔ مگر تیرے بچے کے لئے کافی ہے۔ مگر یہاں پہنچ کر غلامی، یہ
 یہ تیرے بچے کے لئے کافی ہے۔ مگر تیرے بچے کے لئے کافی ہے۔ آپ کی بات یہ کہ جب میں مقدمہ ہو گا کہ میں
 یہ غلامی یہ وہ ہے۔ میں نے تو میں اس صدمہ کو دیا۔ اس کا تیرا بچہ رویتیں لگائیں۔“

”جب یہ محوِ بالا سے شادی نہ کی تو پھر کسی اور سے شادی کیوں کرتا؟“

وہ میرے والد نے رفیق تھے۔ اس سے میرے ہمارے مکان پاں بڈنک حویلی ۱۰، مرحوم سہیلی کے گھر پر واقع تھا۔ میں ان نوں باروتیہ ورس کا ماحول گا۔ وہ شراک بندنی ہارمانے قولہ تادمیرے والد کے نام کی سائیں سے پرستے، یہ تھا جس پر میں نے جیتی شراک جلیا جاتی تھی۔ اس کی ملاقات کر کے (RK) سٹوڈیو میں آ کر اسے یہ کہتے تھے ان چوں کی عمر اب ۱۰ اور میں اسے سیٹ پر جاتی تھی۔ میری کن ہاتھ میں اس کا سر رکھتی تھی۔ میں ان کے منہ میں ہاتھیں چوٹی، میری حیثیت چاہے آرنٹ ہا سر سے تھے۔ میری اطمینان سے فلم کا اسکرپٹ لکھا تھا۔ ہمارے گھر مخالف صاحب کے ساتھ ان کے ایک دوست ان کے ڈاکٹر بھی آتے رہتے تھے۔ میری صاحبہ نے مجھے بعد میں بتایا کہ کوثر صاحبہ ان کے کالج کے زمانے سے دوست تھیں۔ ان کا نام ان کے ساتھ ہی آتا تھا۔ میں نے ان کو پام کیا تھا۔ میرا کام والد کے مختصر سے کمرے میں بیٹے سے ڈانٹنے سے نام و ارمات پانے تھا۔

پھر والد نے وٹر صاحب کے ساتھ داری میں یہ یہ اسرار بھی لکھ کر چھپا دیے۔

میں کو یہ تو دیکھ کر کہیں جاتی ہے آدم
کو تو میں آدم کو وہ انسان نہیں ہوتا

نثار الدین احمد
پیشہ ور
میں ایک نیا انسان



ڈاکٹر مختار الدین احمد

راورہم، ساوتھ یارکشائر، برطانیہ

بڑا مشکل ہے یہ فیصلہ کرنا کہ ڈاکٹر مختار الدین احمد مجھے شاعر ہیں یا معتمد فقیر، خطیب اچھے
ہیں کہ طبیب اچھے ہیں!

جی ہاں یہ بھی مسیحا بھی ہوتے تھے۔ اپنے والد محترم کی خواہش کا حق سنبھالتے ہوئے انہوں
نے جامعہ مزاقی سے ایم بی بی ایس ڈی کری ڈی۔ چند سال تک دو گونگی پور یوں کا طالب پاکستان میں
رہے۔ ایسے اور ایسے ۱۹۷۱ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان آئے۔ یہاں سے انہوں
نے انس تخصیہ (anaesthesia) میں تخصیص حاصل کیا اور رت پڑنے پر دو گونگی پور ہوش
رہے۔ ایرلینڈ میں کچھ سال کام کیا اور پھر انقلاب ایران کے بعد تاجکستان میں
ہیڈ فوریوینری میں معاون انس تخصیث (anaesthetist) کا مہدہ سنبھالا۔ ۱۹۸۴ء
میں وہاں سے واپس برطانیہ آئے۔ ۱۹۹۶ء میں رمل انگریزی، بریڈ فورڈ سے ریٹائر ہوئے۔ اب
بریڈ فورڈ سے پچاس سال کے فاصلے پر شیڈیلڈ کے ایک چھوٹے سے فوٹی گاؤں میں بقول خود اپنا وقت
لکھنے پڑھنے میں گزارتے ہیں۔

تقریباً ہر وقت لکھنے پڑھنے میں ہی وقت نہیں گزارتے، اب طبیعت کے کام کو خیر باد کہا

اور جس وقت شادی ہے۔ آپ کو میری بات کا یقین آجائے گا کہ آپ ایک بار، سزا مختار الدین احمد کو کسی مجلس میں، کسی جلسے میں یا کسی سیمینار میں سنیں۔ بغیر نسخہ صحبت کے یہ اپنے سامعین کو اپنے زور و خطابت سے ایسا مسحور کرتے ہیں کہ وہ مدہوشی کی کیفیت کے قریب قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں ایک سحر پوشیدہ ہے چاہے وہ کوئی شعر ہو یا کوئی جملہ۔

انہوں نے جب اپنی کتاب "مقامات مختار" جو ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی ہے، مجھے عنایت کی تو میں نے کہا، "ڈاکٹر صاحب میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے علم کے خزانے سے نوازا۔ اب مجھے ایک بہت بہت عمدہ شعر بھی سنا دیجیے۔" ڈاکٹر صاحب کی فستونی طرح کی مسکراہٹ بھی مرصع ہے۔ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھری اور ترنم جاگا۔ وہ سنائے۔

قطرہ ناچیز کا کیا جزو دریا ہو نہ ہو

ہاں مگر دریا میں اتنی سی کمی رہ جائے گی

مسند عثمانی میں یہ جو دو لفظ ہیں "اتنی سی" انہوں نے اپنی مسند کے میں کساری کے ساتھ شاعرانہ عظمت و رسی کی قلندرئی کا نقش کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

نبیوی طور پر ڈاکٹر مختار الدین احمد شاعر ہیں اور مختار قلندریں رہتے ہیں۔ ہزار بار بھاری نہیں زبرد ہیں، اپنے بھی۔ اوروں کے بھی۔

میں نے پوچھا، "آپ کی زندگی میں بے شمار واقعات رونما ہوئے ہوں گے۔ کوئی ایسا واقعہ جو ہمایوں باد سنائے گا؟"

کتب کے، "ایک بار، یہ شعر لکھا تھا کسی۔۔۔ میں، اپنی پہلی قلمی کتاب،

حیا آتی ہے یہ لکھتے کہ تجھ پر جان دیتا ہوں

خدمت کیوں نہ ہو، رقت و شہید رہدے

تو سب نے صاحب۔ سب سے دل چاہا تھا یہی ہے کہ سب سے مراد وہ ہیں۔

بے شمار صاحب اپنی پہلی کتاب "مقامات مختار" کے نفاذ کے وقت وہیں موجود تھے، اگلے افسانہ کی انداز میں وہ ہمیں لیے بیٹھتے ہیں اپنے ساتھ اور کہتے ہیں "تجھ پر جان دیتا ہوں" کے بالکل مرز میں اندھیا چل کا سیمیں پہاڑی ساتھ تھا جہاں "مقامات مختار" کے قلمی راز ان کی دھماکا مقرر ہوئے، راز سحر و تہذیب کی عصر و راہیں نیوٹنی کی ریاست جو پال سے کام لے تھی۔ وہ وہ انیسویں صدی کی صومالیہ اور عربی فائن قدرتی مناظر کے لیے ہیں "مقامات مختار" کے قلمی راز ان کی دھماکا مقرر ہوئے، راز سحر و تہذیب کی عصر و راہیں نیوٹنی کی ریاست جو پال سے کام لے تھی۔

دیکھئے منی کہاں کی کس جگہ پھولی پھولی

ہم کہ جو پیدا ہوئے ہندوستان کے بچے میں

معدنے متاثر ہوئے۔ صاحبزادے کی اس شہادت نے ان کی ساری زندگی میں ایک بڑی تلوار بن گئی۔
 وہاں سے ان کی خدمت میں آئے۔ چنانچہ سبکی میں ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے

کہ اپنے سارے ساتھ پاؤں سے تار قدم آگے

اس کے بعد جو ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔

کارواں کے سر بھی ہم کارواں بھی ہم ہی تھے

آگے منزل پہ دیکھا بے نشان بھی ہم ہی تھے

پندرہ سال آگے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔

نہ کیوں زمانے میں مختار سر اٹھا کے چلے

میری زمین سے ہے آفتاب کا رشتہ

میرزا کا رشتہ۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔

دور میں داخل ہو رہے تھے

ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔

۱۹۴۹ء میں۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔
 ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔ ان کی خدمت میں آئے۔

یہ سائنسوں کے ساتھ رہا باب اولیٰ کوٹہ میں ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۱ء میں پڑھا اور کراچی سے نکلنے والے
 ہمارے نمبر سے میں شائع ہوا۔ چند غزلیں اور نثری نظمیں لکھ کر ان سال پہلے رانی
 ہا میں لکھے نام سے چھپا تھا۔ اب تائید ہے۔ تنقیدی، تاریخی اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ "نثرات
 مثنویا" سے شائع ہوا۔ تاریخی شاعری سے متعلق ہے۔ اس سے دو مثنویوں میں بدستور کی طرح تفسیر
 رہا۔ سب باتیں ہی مضامین اور جمع ہو چکے ہیں۔ سوانحیہ سفر میں "در شمس غیہ" مکتوبہ نامی ہیں۔
 بدستور "روایتی" میں نام کے قوس کی شاعری کا نام ہوتا ہے۔ شہر سے خوف آتا ہے۔ انکی خواہشوں
 برتن کی وٹش نہیں کی۔ لکھا جی ضرور زندگی زیادہ تر مٹ گئے اور شعر میں برسوں کی۔ مثال مضامین و
 آسان نثر میں بھی یہ مثال پسندی کا رہا باقی رہا۔ شعر میں غیہ شعور کی شہر کی خواہشوں تک کی بھی
 ستہ تدریجی۔ کسی کی تنقید میں شعر نہیں ہوا۔ کسی کی غزل پر غزلیں نہیں کی۔ چند طرحی غزلیں لکھی ہیں،
 کامیاب نہ ہوئیں۔ اس سے پہلے "نثرات" کی داستانیں۔ پہلے شعر تو نہ جانے لکھا تھا۔ وہ بھی ایک
 مکتوبہ سے "در روایت" و سال کی عمر میں ایک شعر لکھی تھی۔ اس سے قبل شعر پڑھا تھا۔

وہ غنڈی ہوا اور شفق کے تھارے

مکھائی مکھائی زمیں کے کنارے

دو چھوٹی سی بڑی کا حلقہ پانی

وہ لہروں کی جھل مل زمیں پہ ستارے

وہ تھکی مئے گل سے بدست رقصاں

کبھی اس کنارے کبھی اُس کنارے

غزل میں امید ہے اور غزل ہی میں امان ہے۔ رہائی، قطعیت، قید و برد، ظلمتیں
 ماضی نے۔ نئی فلمی و تریب ہی غلط ہے۔ میری کتاب میں باوجود غلطی پر باغیوں نے اس میں غلطی
 نہ کی۔ فلم پر بحث آئی ہے۔ نئی فلم، ہمارے دل میں مٹی میں مٹی، غلطی ہی بد قسمتی
 میں جتا رہے ہیں۔ نئی فلم یا غلطی میں غلطی ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے۔ اس کی اصلاح
 میں بھی، اقبال و رجحان و ران سے بعد میں اس کی اصلاح اور اختراع کی غلطی نہیں ملے تو شاید میں بھی
 تسخیر رہتا۔ آخر شہزادی اور میر ہی نے غزل ہی کو اپنی قوم سے بچنے کا بہتر بارہ رہا۔

[illegible]

رواں کے راز یہاں سے رواں وادوں کے تعلق سے عربی ادب کا تذکرہ ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے
 - فنیہ ان تھے اب یہ بھی دشمنوں میں شامل ہیں۔ رشک، سد، نثر، انتخاب، بے تکرار،
 نثریں کے قوت مند بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔ ان دنوں مذہب و مروت کی نہادانہ اذیت سے نجات
 دے تاساں رواں دواں چر ہاں ہوا۔ خوش فہمی سہی لیکن میں "لائق طور" کا قائل ہوں۔"

وہ ہمارے تھے "ترن سے"۔ رفاقتی، بخار، دوسرے قند سے کے رنجناں تک غزل
 "ہی جاری ہے یمن جس پائے کی غزل رواں میں بھی جاری ہے اس کی مثال آج کل درزبانوں میں
 مشکل سے ملتی ہے۔ اردو میں اصناف شاعری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بانیو اور مایہ کے بکے جا رہے ہیں۔
 نظم، قطعات، مثنوی، قصیدے، درمیں کی مثال بدست مروت ہے۔ پنجابی صدی سے آزاد نظم بھی مقبول
 صنف بن چکی ہے۔ نثر، ماری نہ بد صنف آدھ غزل ہے۔ جوڈگ شاعری باریکیوں اور گہرائیوں میں
 اترنے کی ہیئت نہیں رکھتے وہ بھی غزل کی ہیئت سے حلف نڈوز مروت ہیں در نہ ہندوستان میں غزل
 گائے واؤں کے غزلوں کیسٹ نہ بک رہے ہوتے جا۔ تھہ اسی ہندوستان میں ہو مر اور رمل سے پہلے
 کی طویل رزمیہ نظمیں رہاں و رہاں بھارت کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ رباعی اور قہقے کا مقابلہ کر کے
 ایک دوسرے پر فوقیت دینی جا سکتی ہے۔ اصناف سخن کا مقابلہ احمقانہ فعل ہے۔ انتخاب کا سب کو اختیار
 ہے۔ ہاں جوڈگ غزل کے اس سے مخالف میں کہ روں، امریکہ یا یورپ میں اس کا روانہ نہیں تو اس کی
 عقل اور ضمیر کے لئے دعائے خیر کرنی چاہیے۔"

مجھے سوں کے جواب میں، سوں نے کہا "ہم زمانے کا ادب اپنے عہد کا ترجمان ہوتا
 ہے۔ شاعری ادب میں نظم اپنی ماضیت کی بنا پر اور غزل اپنی معروضیت کے حوالے سے اپنے عہد کی
 ترجمان ہیں ایک ظاہر اور دوسری باطناً۔"

انگلستان تک میں پانچواں کی معاشی اور معیاشی کی نشہ دریات، اردو سے چور کی ہو رہی ہیں۔ یہ
 لوگ اردو کے خام سے بدادارت میں چر مخدوئی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میری روزی کا درجہ میرا ظہر رہا ہے
 جو میں نے کسی اور زبان میں حاصل کیا تھا اور جس نے میری بیوی بچوں کی کفالت کی یکن میہ کی روح کی
 پرورش میں اردو کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ یہ اگر کھانا ہے تو میں چاہوں گا کہ مسلسل یہ نقصان اٹھا کارہوں۔"
 سد، فتنو جرنی رکھتے ہوئے انہوں نے کہا میں سب سے متاثر رہا ہوں لیکن کسی کا تنوع
 نہیں یا۔ زشت صدی میں آسماں و سورتی کا یہ اقبال تھے اور باقی سب تارے۔ انہیں میں
 اقبال سے اکثر شیرانی زیادہ اچھے لگتے تھے۔"

Dr. Mukhtar u.d-din Ahmed,

Springfield House, Moor Lane North, Ravenfield, Rotherham,

S65 4L Z, South Yorkshire - UK

سید، مشکور حسین، صاحب، لاہور، پاکستان۔ (اب سید سید باورانی)



مشکور حسین یاد

لاہور، پاکستان

۱۹۹۰ء میں ان سے پہلی بار لندن میں سری دی خدات ہوتی۔ سید سید باورانی نے
مہدی نے میری وقتوں "نخن وروہ" اور میرے طور کا محکمہ "خلف وختہ" کی قوری خدات
کی تھی۔ مشکور حسین یا صاحب ان دنوں میں تھے۔

چرا ان سے سری خدات ہونا، بنیاد میں ہوتی۔ یہ میری انیس دی سید باورانی کے
سید سید باورانی کے تھے۔ جناب سید سید باورانی کے تھے۔ میری انیس
پیشور صاحب سید سید باورانی کے ساتھ میری قیام گاہ پر تھے۔ میری انیس
سے تھے۔ زبان قرآن جلد دوم کی تیاری میں مصروف تھے۔ جلد اول شائع ہوئی تھی جس کی ایک کاپی
انھوں نے مجھے عطا کی تھی۔ ان کا یہ قول تھا کہ سید باورانی اب میں ایک شاعر ہوں۔

مشکور یا صاحب سے خدات یا خدات۔ اپنے بارے میں انھوں نے یہاں لکھا ہے۔
۱۹۲۵ء، ص ۱۰۰، خدات شرقی۔ باب نہدہ نام میں پیدا ہوا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں بی بی کے سید باورانی
فہمی میں پنجاب یونیورسٹی کے ایس اے ہے۔ ۱۹۴۵ء میں دی سید باورانی کے سید باورانی کے
جائے پڑنے مقرر ہوئے تھے۔ ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں ان کے سید باورانی کے سید باورانی کے

۷۔ الاحوال والاقوال (مزاحیہ طنزیہ مضامین ۱۹۸۱ء)

۸۔ تماشا گیس جسے (مزاحیہ مضامین ۱۹۸۵ء)

۹۔ تم ظریف (مزاحیہ مضامین ۱۹۸۸ء)

۱۰۔ بات کی اونچی ذات (انشائیے ۱۹۸۹ء)

۱۱۔ وقت کا استعارہ (انشائیے ۱۹۹۰ء)

۱۲۔ ممکنات انشائیہ (تنقیدی مضامین ۱۹۸۳ء)

۱۳۔ غالب یوٹیکا (تفہیم غالب ۱۹۹۸ء)

۱۴۔ غالب کی طبع نکتہ جو

۱۵۔ اقبال کے عوامی افق

۱۶۔ میر بلا نوش

تقریباً پچھ سات ہجرتوں کے زریعے میں میں شری قمری کے ساتھ رہا ہوں جو کہ اس میں شامل ہے۔

۱۷۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۱۸۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۱۹۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔

۲۰۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۲۱۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۲۲۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔

۲۳۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۲۴۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۲۵۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔

۲۶۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۲۷۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۲۸۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔

۲۹۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۳۰۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔
۳۱۔ اقبال کے انہوں نے کہا کہ وہ ایک شخص ہے جو کہ ایک شخص میں رہتا ہے۔

کئی۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ یہ کون سے مشہور آدمی چن رہا ہے۔ یہ تو یہاں سے توئی ٹل میں ہے
لیے کچھ نظر آتا ہے لیکن تو اسے نہ دیکھ رہا ہے۔ کچھ مشہور آدمی تو یہاں سے توئی ٹل میں ہے
پر جتنا بھی چاہیں بوجھ لا دوں اور کبھی نہ منے گا۔ شاید یہ ہے۔ یہ ہم محبت سے ہیں۔ وہ
دوست کی محبت میں ہر انتہا تک جاسے کو تیار ہے اور میرے لئے جس بھی ٹل میں خود نکلتا ہو وہ
اس کے قدموں میں بیٹھ جاتا ہے۔ ٹل میں نہ رہتا۔ ٹل میں نہ رہتا۔ ٹل میں نہ رہتا۔ ٹل میں نہ رہتا۔
ہیں۔ ہر قسم کی یاری میں وہ ہمارے کو تیار ہے۔ ہر قسم کی یاری میں وہ ہمارے کو تیار ہے۔
ہم۔ اس کا حال اچھا ہے۔ چنانچہ توئی ٹل میں نہ رہتا۔ ٹل میں نہ رہتا۔ ٹل میں نہ رہتا۔

مشہور حسین یا اس کا نام سے بہت خوش گویا ہیں۔ انھیں یہ عزت تھیں۔
 دیگر عید مشہور سے ان کی جڑیں بھی ہوتی ہیں مران میں مشہور حسین یا کاے وہاں یہاں چھپ
 رہا ہے۔ خاص کے اپنے یہ شخصوں میں ہوتے۔

[illegible][illegible]

ان جو وہ سب کاموں کے لئے تیار رہیں۔ ان کی جدوجہد کوشش کے ان شعبوں میں یا رہتی ہے
 سفر ہے شرط مسافر نواز۔ تیسرے جہاز یا شجر سایہ دار راہ میں ہے

غیر میں تاتے ہیں وہ۔ ان کی شہرت کے وہ پورے شہر میں پید ہوئے۔ بقول مراد محمد
 ان کے لئے قدمہ قبول کا تابی نہیں تھی۔ ان کے لئے ہمہ گیر اقبال کے میں ہیں۔ انہیں محمد کے
 تقدیر میں ہندوئی رہا وہ ہیں۔ ان کے لئے میں تعلیم و منہ پامتہ دلی سوس پورے
 حاصل کی۔ ان کے لئے میں میں وہ پورے میں اپنے اپنے میں وہ پوزیشن کے پاس یا۔
 ان کے لئے میں ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 یا۔ ان کے لئے میں ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس

غیر بتا رہے تھے۔ ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 علمی کی تھی۔ ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس

ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس

ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس

ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس

ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس
 ان کے لئے میں وہ پورے میں تعلیم کے پورے میں وہ پوزیشن حاصل کر کے پاس

نے۔ یہ سب سب سے پہلے ان میں سے ہیں جنہیں سب سے پہلے پریشانی یا بے بسی سے
 تھکے ہوئے رہبانوں کو سب سے پہلے جانتا ہے۔ ان کے تھکے ہوئے جسم میں یہ محسوس ہوتا ہے
 مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔

وہ اردو کے مستقبل سے مایوس نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا

”میرے خیال میں یہ ضرور غلط ہے کہ اردو کے مستقبل کا ایک سے زیادہ ورور پرور
 ترقی کر رہا ہے اور ان کا کوئی ختم یا نہیں جہاں اردو یوں اور کبھی نہ جا رہی ہو۔ اردو اب اپنے
 اندرائی و آسانی رکتا ہے۔ وہ عالمی ادب میں اپنا مقام بن سکتا ہے۔ اردو کو مزید ترقی اور ترقی دینے کے
 کے لئے وہی تہہ جدید طریقہ اختیار کیا جائے گا جس سے خاص طور پر اسے کمپیوٹر اور ٹیکنیٹ کی زبان بنانے
 کے لئے کام کرنا ہوگا۔ شہداء و شہداء کے لئے۔ متعدد روایتی زبانوں کے ساتھ ساتھ اس سلسلے میں نمایاں کام کیا
 ہے۔ لیکن اس کو مزید مربوط اور تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔“

ان کا کہنا ہے

”اردو کے رسم الخط و تہذیب و تمدن کے لئے ضرور درست نہیں ہے کہ اس زبان کے جو رسم الخط
 تیار کیا اس میں سب تک ایک وسیع اور وسیع ادب تخلیق ہو چکا ہے۔ رسم الخط تہذیب و تمدن کے یہ سارا
 مواد سب وقعت ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو رسم الخط کی ورفوری سے مٹا کر رکھنے کی بجائے
 اس کی ترقی کا عمل ہے۔ یوں کہ اردو کے علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور معاشی رابطے کی اور لاری
 کے ساتھ بہت گہرے ہیں۔“

پروفیسر انیسٹریٹ رائے نے ان کے چوں سے متاثر رہے ہیں ان میں اپنی نذر محمد، سید احمد خان،
 عارف حسین حیدر، شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد، علامہ اقبال، پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی، نسیم حجازی،
 مختار مسعود، قدرت اللہ شہاب، مشتاق یوسفی، مرزا محمد خان، صاحب الحق قاضی، مستنصر حسین خاں اور مسعود
 اعجاز بخاری کے نام سرفہرست ہیں۔

اپنی زندگی کے آخری دور میں ان کا یہ وقت کے حوالے سے دو کیمبر سے تھے۔ ”بچپن میں چھو
 نی، والد سے ایک ناک سے معذور رہنا اور بچپن میں ہی والد کی شخصیت سے محروم رہنا ایک انتہائی یادگار
 واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۸۲ء میں ایڈمینٹ آف پاکستان میں بحیثیت آئیٹس تھینک ہونے کیلئے بھی وہ
 اپنی وقت کی آسپین کے لئے بینک کی عمارت چھوڑ کر اپنے اردو یا اردو ۱۹۸۳ء میں علیحدہ اردو
 عمارت اختیار کر لی تاکہ اپنے ادبی و ادبی دوستوں اور سوسائٹی۔

Professor Munir Ahmed Yazdani

82 Sector B-5, Mirpur, Azad Kashmir, Pakistan

e-mail: saroosh2003@yahoo.com



مارے دنیا میں رہو غم زدہ یا ستاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ نصرت یاد رہو
ہم سے دیوانے رہیں شہر میں، سبحان اللہ
رستہ میں غنیمت رہو، گود میں فریاد رہو

پروفیسر ڈاکٹر ثار احمد فاروقی
نئی دہلی، ہندوستان

میں جیوں نہ تھی کہ اپنی اور چھائی میں یہ کیسے قوت و طاقت رکھتی تھی۔ وہ اپنی سے
چراغ میں نے انہیں "گفتی" کہا تھا۔ "اس وقت میں یہ جلد تھک رہی تھی۔ وہ اپنی سے
قوت رکھتی تھی۔ اس کا دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
"میں نے کتاب آجی کے ریموڈ میں سے اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
فراموشی تھی۔ اس کتاب کے تیار کرتے تھے۔ وہ مجھے ایسا یاد دلاتے تھے۔ اس کتاب کے
آپ سے ملنے کے وقت باہر تھی۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
میں آپ کے بعد مل گیا۔ آپ نے یہ دیکھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
وہ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
میں نے یہ دیکھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
وہ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
میں نے یہ دیکھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔
وہ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔ اس کے دل میں تھا۔

[illegible]

قاضی صاحب پر و خاک ہوئے اہل تحقیق میں چاک ہوئے

ن کے متعصب شیعہوں کا "اب" یہ ہے کہ جو کہیں سے یہ ہے

”غشذات“ اب“ کی تشبیہ سے میری سماعت پہلی بار متعارف ہوئی تھی۔ ہند میں خوب مظلوظات ہوتی ہیں۔ فاروقی جب بھی ملے مجھے یہ لکھنے نماواقعہ یاد آتا رہا۔

پس 'اشقِ خدا' سے ملنے میں سے اس سے پوچھا کہ اب میں کدو، بندنی (بقرہ پیر) و
قندو (برائی کے دشمن میں سے آگ) میں کدو، امند بنی یا سرسبز کھجور؟

۱۔ طوفانی نے کہا اس میں کوئی شک یا اختلاف نہیں ہو سکتا کہ راء و بندہ خواہ وہ کسی
 دہلیز یا جادوئی بیروں پر ہو یا کسی قسبات کا عقیدہ ہو اس سے کسی فائدہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔
 یہ عقیدہ میں یہ راء و بندہ موجود ہے۔ اور بعض دیکھ کر فہم کی بنی بننے کے شوق میں اس کو باقی
 رشتہ ہیں۔ ریاء و انفس یہ ہے کہ میں نے پاکستان اور مرید میں بھی اس کو شہادت سے محسوس کیا ہے
 اس نے کہا کہ یہ اصل قوم ٹھوڑی تعداد میں ہیں اور انہیں متحد رہنا چاہیے۔“

اب میں یہ باتی نہیں۔ مرنے والوں میں بہت مروجہ باتوں میں (ا) ملنا جھوٹا ہونا اور (ب) مرنے والوں کا یہ کہ ان کو پسپا مٹھنا ہے۔ یہ دیکھ کر تو اس شخص کو یاد آ رہی ہے کہ اس شخص میں دیکھ کر ہی دونوں طرف شاہانہ فرائض ہوتے ہیں، اور کسی نام نہاد شخصیت میں صرف اتنا ہے۔ اس شخص میں اس کی اپنی باتیں ہیں۔ یہ شخص تو ایک انجمن کی بانی شاعر، مجھ سے مدد تو سیدہ خاتون میں۔

۲۹۔ جو ۹۳۹ھ میں پیدا ہوئے والے: منشا احمدی، آقا ابن حیدر خاموش اور

۱۰ شادوں میں شمار کیے جاتے ہیں جن کی اپنی خدمات کی ایک دنیا مختلف ہے۔ ان کا نشان اعلیٰ حق نے نہیں "سمن کاٹ" کہا ہے۔ اس کا راقی اور ہندی اور گھریلو کے علاوہ فراق اور طبعی رہائش پر بھی مبنی رہتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ مسیحی مذہب انہوں نے پچاس پچاس (۲۵۰) سے زیادہ نصیحتیں ملے ہیں جو مسیحی مذہب میں شائع ہو چکے ہیں۔

ابتدائی قلم کے بعد پندرہ سالوں تک زراعت سے وابستہ رہا۔ ۱۹۶۷ء میں سرحد و پنجاب یونیورسٹی سے

عکاسات میں علامہ کی دینی وقعت نہیں۔ انہیں مکتبہ علم سے منسوب ہے۔ ان میں تیسرا
 بجائے دوسرا ہے۔ حیاتِ نظم میں عام قاری میں دیکھتے تو ہوتا تو روشن رہتا بھی۔ خصوصاً دینی،
 مسیحا یا بھی فوٹا پڑتا۔ اس بارے میں علامہ کی فکر سادہ شاپہ کا عمل ہے۔ آج بھی وقت
 میں حنا ہوتا ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس آئینہ سائین پر ریزنگ میں جیسے ہی آئینہ رو آپ سارے شہر
 میں جس میں کوئی کام نہ ہے۔ بھی نہیں ملے گا۔ کہانچ میں داستان کی قدر ہوتا ہے نہیں دکان
 میں کے اگلے سوال کے جواب میں، کتبہ فاروقی نے کہا: ”اسی زبان کے مستقبل کے بارے
 میں فوری طور پر ہونا کہ پسندیدہ یا مشکل کام ہے۔ اردو زبان کی بھی کوئی مثال نہ ہے کہ اس سے
 تقریباً صد قریب زبانوں کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں ملت میں، اسی سے
 اردو کو نظر انداز کرتے ہیں۔“

سندھ میں اردو زبان سے زیادہ اس کا رسم اور مروجہ نہیں ہے۔ اردو کو زبانِ بچپن
 ہے۔ اردو کا رسم خط اس کا پاس نہیں، اس کی کھال ہے۔ کھال کھینچ کر کیا جیسے کہ یہ خدا کا سر ہوا شوار
 نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں اردو اس کے رسم خط کے ساتھ رہنا چاہیے گا۔ اس کے وسیلے سے ہمارا رشتہ
 فارسی اور عربی زبانوں سے بھی بنا رہے گا۔“

اردو فاروقی کے پسندیدہ ادیب اور شاعروں میں سے چند نام یہ ہیں۔ آسکر و ہند
 (نمری)، مشتقی (عربی)، حافظ (فارسی)، عبد الرحیم خان خاں (سندھی)، میر، غالب،، قبول (اردو)
 شاعری، خلیفہ عبد العظیم، بی بی شمس، مشتق خواجہ، و مشتاق احمد یوسفی (رد و نثر)۔ چچو ورام بھی ہیں جن
 کا اندراج فہرست کو طویل کروے گا۔

پیشانی کا یہ کارنامہ اتھارٹے سے اسے اسے فاروقی نے کہا: ”خدا کا بار ۱۹۶۶ء کا رہا تھا۔ پونا
 میں رہ رہتے تھے، ہوا جس کا یہاں اس علاقے میں تھا جس میں انچونا بھائی بھی رہتا تھا۔ مجھے اس
 کی مدد تھی۔ بہت فخر تھی، اردو کی تدبیر ایسی نہ تھی کہ اس کی خیریت کا علم ہو سکے۔ ساری رات اپنے
 کمرے میں جا کر رہا اور روتا رہا۔ تڑپے میں فجر کی آواز سے پہلے مجھے اپنی حوائج کے نیچے ایک آواز
 دینی کہ بولی مجھ کو اب کب رہا ہے، انھیں اتار لیں گے جسے حصار کئے سے کون چائے گا۔ نہ اس کی
 صورت، نہ بھی نہ پھر بھی وہ آواز تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میر بھائی محمد اللہ خیریت سے رہا۔“

Professor Dr. Nisar Ahmad Faruqi

1-42(F.F.), Batla House, 6th Street, Jama Nagar, New Delhi-110025,

India

(OR) P. O. Box No. 9723 New Delhi, 110025, India



آئینے عکس سے پوچھے مہر دم
یہ عنایت بھی چشمِ ترکی سے
کس کو معلوم دیکھتے جھگی میں
کون سے شاخ کس شجر کی ہے
نچھ عثمان
لندن ۱۰ مارچ ۲۰۰۰

نجر عثمان

ایچ، جی، ایم، ایف، اے، اے

[illegible]

بہ مدد میں جذباتی درد مندوں نے زمرہ میں پناہ لی۔
 ۲۴ اپریل کو علی گڑھ میں پیدا ہوئیں۔
 ”سز کوئی تھا؟“ میں نے پوچھا۔

میں بڑی رونا روتی تھی۔ اپنی تعلیم کے بارے میں سنیں، ”گورنمنٹ ہائی اسکول،
 اپنی لے لی تھی کے بعد راپٹی یونیورسٹی سے میسٹری میں ایم ایس سی کیا۔ چوتھے سید ہائی
 میں پڑھایا۔ پھر شاہی کے بعد شاہی کے ساتھ ۱۹۶۹ء میں لندن آگئی۔ پتی چچی کی مرنے کی دن تمن
 تھی۔ اسی وقت میں ایک جرمز قمر میں پانچ سال ریسرچ کی۔ تین دو جہازوں کی پیرائش کے بعد گھریو
 ریسرچ پر توجہ دی۔ میرے بیٹے زبیر اور شہر میں صرف تیرے وہ کافر تھے۔ چھوٹے تھے تو جہازوں
 لے تھے۔ نرم کی سوال جانے کے قتل ہوئے تو ان دنوں لندن کی ایک مشہور ہیٹ ریسرچ (paint
 research) کمپنی میں بطور ریسرچ فیسر ترقی ہوئی۔ وہاں میں نے تیرے دس کام کیا۔ کئی سیمیناروں
 اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔ میرے ریسرچ کے کام پر جو پیپرز (papers) پرنٹ (product)
 پینٹ ہوئے ان کا کریڈٹ (credit) کمپنی والوں کو، اور مجھے صرف ترقی، عزت اور نام۔
 اس جاہلانہ رویہ سے چھوٹا ہوا اشتہار ہوا اور کچھ یہ بھی ہوا کہ مجھے چند کیمیائی محلولوں سے
 الرجی (allergy) کی تکلیف ہوئی، چنانچہ اسے برسوں کی طویل ریسرچ کے بعد میں نے اس پتے کو
 ختم کیا، اور اپنے آپ کو تعلیم و تدریس میں مشغول کر لیا۔ کچھ تیس سال سے لندن کے ایک مقامی
 کالج میں کی میں وائس (Vice) ایسوسی ایٹ کی پہلی رہاں انگریزی نہیں ہے ان کے نئے انگریزی
 رہاں (خاص کورس) ورائٹنگ کی بچوں کو اور ایسوسی ایٹ کی اور اسے لیاں، پڑھاتی ہوں۔ کیمیائی
 دنیا کے متعلق کتنے کے لئے بھی بھر پور پرائیویٹ ٹیوشن (private tuition) اور سب مضمون کو
 کیمسٹری مضمون پڑھا دیتی ہوں۔“

’سب سیکے‘ میں نے اپنی دنیا میں، غصے کے ساتھ سپورٹ کی طرح حاصل کیا، وہ کافی
 کامیاب ہوتے ہوئے اور مشہور آئے بڑھتے ہوئے ہوئیں۔ ”در اصل مجھے دس گیارہ برس کی عمر سے
 لائق تھیں، اس لئے یہ جتنے عاشق تھے۔ اس زمانے میں گھر دار اپنی کے ایک فلیٹ میں
 رہتے تھے۔ وہاں کے قہقہے اور پرہیزی کے ایک جھوٹے میں کسی نے ابھری کی مار چھی تھی۔ میں پابندی
 سے چھوٹے صفائی کے ساتھ جا کر وہاں کے نام میں اور رسائے کی تھی۔ ایک دن میں نے اسے آر
 قانون کا نام دیا۔ یہ بریت نے کہا کہ اسے آر قانون کا نام لیتاں آیا ہے لیکن وہی سے کیا ہے۔
 پتی باقی و تارین و رٹل آکر۔ نام۔ وہاں کی میں نے حیرت سے پوچھا۔ یہ تائیں تو میں اپنے
 کے جانتی ہوں۔ تب اس کا منہ میرے سے صاف روکیا۔ حقیقت یہ تھی کہ میں جو بھی رسائے (جو ریب
 انٹر، مصمت وغیرہ) آتے تھے، میں چاٹ لیتی تھی۔ اس زمانے میں چھوٹی چھوٹی ماریاں کچھ گھر
 وں و سنا تھی۔ جہاں تک کچھ یا، اسے تھوڑا عامی سے رفاقت بھی چھوٹی عمر سے ہوئی تھی۔ گھر کے ہر

۱۔ محکمہ کی قیامی۔ چرچہ یہ شعور مندوں کے لئے جو میر کی بہت سے بات کہتے۔ چھوٹی ریویو
میں شہرت کے اثرات کے ایک دن ورتے آتے ہمارے حوصلہ مندے۔ وہ یہ کہ میر کی حمد
اس بیان میں سمیرہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگے ہیں اچھی قدر بہت چھوٹی ہو۔ پڑھانی پر قویہ
۲۔ شامی کے سے مزید فی سلفہ۔ ان کی بات میں سے پٹ سے صرف اس حد تک ہاندھی کہ خاص
ان میں واقعوں پر شعر کہتے۔ اس سوال کا جواب کہ میر نے جس اور ان کی نظمیں یا سنس کے عمل اور مچھوٹے اور ان
کی حالات و صورت پر چھوٹے تیرہ ہی شعور۔ وہ ان کا کہنا کہ ان کی سلیشن سے بہتے ہیں وہ حمد ہی بہت ہی جو
ادبی کمپن کی ایڈیٹر تھی۔ نیشن میں عیدہ فصل (میں جو میں میں کہانیاں کہنے والی مشہور شخصیت)
سے بہت متاثر رہا۔ شاید وہ یہ شعر پڑھیں اور میں نہیں یا آپاں۔ میگزین کے شعری حصے کی
تیار کرنے والی دیکھ کر مراد میں جو میں نے بوٹی (botany) پڑھانی تھیں۔ اس سے غور
ایڈیٹنگ (editing) کے دوران بڑی دل چاہپ شعور رہتی تھی۔ میں سمجھا۔ ان دنوں کے بعد
میں یہ کہ میر کی بہت سے صف ہوئی۔ میر کی اپنی مراد میں سے شعر میں سلیشن میں سمجھا۔ میں نے
تو بہت چرتے ہوئے میں سوچتے ہیں سوچتے رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میر کی آپت میں کہانیاں
۱۹۷۹ میں ہزار ہا کے مضمون کی زاریں ۱۹۹۹ میں ہزار ہا کے مضمون میں کہانیاں ہزار ہا کے
شامل ہے۔

دکھ کے لمحے گزار آئی ہوں
نہیں ہاتھوں نے تھما سیکھا
زخموں کے مکان میں اس حلق
چلتی ہوں جدھر سے زخموں کی

قرض سارے اُتار آئی ہوں
ماں کی آنکھوں میں آئے تلوہ
حق پر یا میرے بچپن کی
مہموں کی راہ میں آتا ہے

جی ہاں میری جی ٹی تخلیقات ایپ ٹولز سے بہت دور ہیں۔ ان سے نہیں مل سکتے ہیں۔ اگر
 اس کا تکرار پڑوں پھر بھی نہیں۔ ۱۹۹۰ء کے بعد نئے نیاں آیدیں۔ اس کے موضوعات ہیں
 پائیاں میں زوئی سیل، "بٹنچل جی" جیسے میں نواں، لکھ میں سے باہر، جی ٹی میں
 جہاں چہ میں نے اپنے، لکھ کی مونی جہاں، واغدا یا۔ کے موضوعات "سیل" میں سے تھے۔
 سب سے زیادہ غیب و یا جی ٹی میں۔ "طرح" کے زمرہ کی جی ٹی میں پائیاں، مونی میں اس سے
 واقعہ، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں۔
 "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں۔
 "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں، "جی ٹی" میں۔

میں نے ان کی اہمیت میں منت و مروت میں نہیں دیکھی۔ میں نے ان کے منہ سے نام نہیں
 سنا۔ میں نے ان کو محترم نہ سمجھا۔ میں نے ان کو "مردانہ" نہیں سمجھا۔

پھر ہمارے اس "مفتے دوس" کہنے لگیں: "مالی خسارے کی بھی خوب رہی۔ قدیم روایت
 یہی تھی کہ "مکتے" میں سارے پتہ نش ہوتا ہے اور کم از کم اپنے اولیٰ شدہ پاروں کے ذریعے رزق
 حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں رہ سکتا۔ بات شہادت "مرد" بھی منہ مانگے مل جاتی ہے۔ خاص طور پر خوش
 ہنستہ دیوانے سے یہ ان مانگتی شہادت بدنامی میں شمار ہونے لگتی ہے۔ ہمارے معاشرے کی یہ بڑی
 بدقسمتی ہے۔ عورت کو گھر کے اندر باہر بھی کسی قسم کے رول (Role) میں بغیر کتہ چھڑکے قبول نہیں
 کرتے۔ عورت اولیٰ و بد قہم اخ کے قیاس رندی کے بار و پتی خانے میں بغیر جارت صحت کراس
 کے سیتے کے ایک ہمارے مکتے مکتے میں دو زبرد چھوڑتے ہیں کہ اس غریب کی پکائی ہوئی
 جمانڈی میں سے شہادت و شہادت کی بواڑ زرگر و والوں کے ذمے کو زور دیا دینا ہے۔ کتنا اچھا ہوتا
 کہ اردو ادب کو اپنا کر صرف ادبی شہرت ملتی۔"

اویس کی مرد و باندی کے متعلق نجمہ نے کہا: "مرد و باندی نے اردو ادب کو صرف اور
 صرف تصانیف چھپایا ہے۔ ہمارے اردو ادب کے اردو نوچا بھانے کے تے اور اپنی برتری ثابت کرنے کے
 لئے بڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ پاکستان سے برطانیہ اور امریکہ تک ایک ہی صورت حال ہے۔
 ہمارے قوائے میں کہہ سکتے ہیں کہ تو ایک کتاب مکمل ہو جائے لیکن میں کسی ایک روپ کی طرف اشارہ
 کر کے ان جیسے ہمارا بھی نہیں چاہتی۔ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں یہ صورت حال ٹیٹلش ٹاک حد
 تک بڑھتی اور بدھمتی ہی جاری ہے۔ ہم کہتے ہیں اپنے مرد میں پھنسنے کا ہے اور اردو سے باہر کچھ بھی
 نہیں۔ صحت مند اپنی انسا کو شہید، ایک قدرتی اور سامعین سب ہی کرتے ہیں۔ میں نے ہفت روزہ
 "نوائی" پر پندرہ دن کے لئے کام کیا، راول میں نہ رکھنے کی پاداش میں بہت کچھ سنا اور بہت کچھ سنا۔
 میری بڑی خوشی ہے کہ میری ریکارڈنگ کے لئے ہی تمام کہنے والی خواتین ایک پیٹ فارم پر جمع
 ہوئی اور ان میں سے ایک اور سے کہنے والے شہ پاروں پر صحت مند تہہ و تریں، مفید رائے دیں
 اور ان خواتین کے اسی قبوں کریں۔ گھر میں ہار کی اور ایک دوسرے پر کچھ اچھا لگنے سے صرف ادبی
 غلبہ و "مکتے" کو فروغ ملے گا اور اردو ادب کو کوئی کام نہ ہوگا۔"

اردو کا کہہ دے سے نجمہ بدھمتی تھیں: "ایک تجویز یہ بھی ہو سکتی ہے کہ "مرد" ہر کہنے
 والے کی اصل و نسب اور حدود کو سامنے رکھ کر کچھ نہ کچھ کہے اور اسے کسی نہ کسی طرح اس تک
 پہنچا دے۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ یورپ امریکہ میں جو اردو بقا کے ہو رہے ہیں ان کی
 خوش مثال آپ خود ہیں، آپ نے آنے والی نسلوں کے لئے ایک مکمل دستہ و دستاویز "مکتے" کے
 نام سے مرتب کی ہے۔ یہ تاویز کی کام نہ صرف اردو ادب کے حوالے سے بلکہ اس نام کو یادگار شہادت
 کے کاجوٹ کتوں میں موجود ہیں بکھریں مل و پتی ترقی مانی سل کو مکتے کے نام سے اور اپنے ادبی

میں نے وہ تمام بھی دیکھے ہیں (۱) غلوں سے حج و (۲) زمرہ میں سے
مختلفہ دھرموں کے لوگوں کے ساتھ فقہی کلام کا مجموعہ۔ (۳) باقی آئینہ ہے (۴) غلوں اور
غلوں (۵) قیصر (۶) یہ زمین میری ہے (۷) غلوں اور (۸) غلوں کے وہ لوگوں
(۹) ایک دوسرے (۱۰) مکی شہر کے لوگوں کے ساتھ قیصر ہے۔

ان تین سیرے سوسوں کی پانچویں ورتھنی ساتوں — سیرے میں بنی تھکے نہیں شامل
 دیں ہیں۔ اس کا اندیشہ کا محمد شاہ کے جیسے اچھی طبیعت کا متعلق ہے۔ اس کا اندیشہ سے متعلق یہاں
 یہ کتاب "عقاب" کا مسودہ تیار ہے۔ یہ زمین میری ہے سہریں بن میں بھی شائع ہوتی ہے۔
 شیعہ فرشتہ یاری نے اس کے بارے میں محمد شاہ کے "تذکرہ" میں دی۔ ہائی قاضی اس کتاب یا ہے۔
 "ان سیرے" میں اس کے پاس بنی تھکے میں ہیں۔ اس کا وہی صورت میں اس کے قدر
 کے برابر ملک ان سے کچھ اور نکلیں گی۔

روشنی ہوئے کہہ رہے تھے

میرے لیے خود ایک "بلی" (بلی) کے متعلق ہے۔ آپ کے پاس یہ بات ہے کہ میری زندگی کا وہ
 یہ کارہ تھا کہ آپ اسے میرے لیے "بلی" کے متعلق ہیں۔ میں نے آپ کو یہ بات (۲۰) سے زائد
 مسودے کے لیے میں نے اس میں (۲۴) کی شامت کوئی ہے۔ ہائی ٹیوٹو میں اس کے لیے
 آپ کے لیے میں نے اسے یہ "بلی" کے متعلق ہیں۔ آپ کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے
 "بلی" کے متعلق ہیں۔ میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے
 میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے
 میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے
 میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے میں نے اس کے لیے

نثر پر تنقید کی روشنی میں ادب کے معنی اور اس کی اہمیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

”اب کے میدان میں جتنی مشقت میں لے کر آئے ہیں وہ سب اُن کے لئے ہے۔“

[illegible]

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔

[illegible]

میں نے بہت دنوں غور کیا۔ بہت سے کام تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ میں کیا کروں۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں۔

[illegible]

۵۶۰



وَأَكْثَرُ النَّاسِ كَالْغَنَمِ لَا يَعْلَمُونَ

دہلی، ہندوستان

۱۱) آخری سے لے کر پہلے تک تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بات ہے کہ
 ۱۲) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۳) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۴) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۵) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۶) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۷) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۸) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۱۹) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ
 ۲۰) ہر بات کی ابتدا ہی بتا دے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے اور اس بات کی کیا وجہ

[illegible]

$\frac{d}{dt} \left(\frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$

یاد رہے کہ اس وقت کے ریلوے کے پاس اس وقت کے پاکستان اور بھارت کے درمیان مسافر ٹرینیں نہیں چلیں تھیں۔

[illegible]

ایسے یہاں کے تمام افراد سے ملاقات کی۔ ملاقاتیں مختلف چارے، دو ملاقات سے زیادہ ملاقات
 کی، نئے وقت چلوں سے گئے، ایسے۔۔۔ نئے کام مقصد یہ ہے۔ قلم سے ایک نچوڑ سے گئے
 اپنے کوئی لکھنا ہوتا ہے یہ تھے، مرنس کا رنگ مرنس کو پاتا تھا۔ یہ داتا ملاقات ہیستہ میر سے
 اس میں بیٹھ کر اس حق رہتی ہے اور کتا ملاقات کی۔ اپنی تندیب سے جزا رہنا۔ قدر خوش
 ورا اس سے ہے۔ شاید ہی سے حضور نے جی گئے، اپنے کی رسم و رسم امیت کی ہے۔ مجھے اس
 ہاتھ، یہ وقت قیامت نہیں جذبات کی قدر کی جاتی ہے۔

وہ ایک عظیم الشان رہا، اپنی اپنی کامیابی کا مقابلہ سعادت حسن منٹو کے افسانوں پر لکھا ہے۔ نگار نے
 بتایا جناب علی سرور جعفری کے مصنفین کی رہا، سچ سچ کہہ سکتا ہے، پھر انہوں نے اپنے پیش سے منٹو کا بھی
 ایسا چہ نکال دیا تھا۔ چھ برسوں کے علی سرور جعفری سے اپنی ملاقاتوں کے واقعات سنا کے جو انہوں
 کے ساتھ ہی "نیا سفر" کے علی سرور جعفری اور مجھ کو ملنے میں "میں سرور، مرہو جوں گا" کے
 عنوان سے ملے ہیں۔ وہ میر جی تھیں۔ "ایک بار وہ اور عظیم صاحب ان سے ملے گئے۔ میں نے دیکھا
 کہ علی سرور جعفری کے ہاتھ بہت خوب صورت ہیں۔ ان کی انگلیوں کی جنبش سے ترنم کا ایک احساس جانتا
 تھا اور یوں نہ جانتا کہ ان کے ہاتھوں کی انگلیوں سے تخلیق کی، کاکھی جس نے کئی نسلوں کو سیراب کیا۔
 یہ جعفری صاحب کے ہی اشعار ہیں۔

میر کا پانی کی آنکھ اشکوں سے تر نہ ہوئی
 مصو کہ اس کے خوں میں جیلی سحر نہ ہوئی
 مصو کہ تو ہاں، سینہ و علم، ہاتھوں کا کام ہوگا
 نکھو کہ ہاتھوں کو حسن رنگ شوق ہوگا
 مصو کہتے کہ دل کو پائین کی نگاہوں کو نور
 ہاں کو رقص کی زر خوشی ملے گی
 نگار نے یہ واقعہ بھی بتایا کہ جعفری صاحب عورتوں کا بڑا شہسوار کرتے تھے۔ ایک ملاقات پر نگار سے کہا،
 "میں تمہارے سے اہل تحفہ" ایسا ہوں نگار نے کہا، آپ نے طلب کیا۔ کتنے گئے، آیا، رکھو جب کسی
 بادشاہ سے، کسی بچے سے یا کسی خوب صورت عورت سے ملنے میں تو کوئی تحفہ ضرور دیتے ہیں۔ اور یہ
 شاعر نہ بات نہیں، تمہارا دل بہت خوب صورت ہے۔

نگار جی میں یہ جعفری صاحب ہم میں نہ مورا جی ہم میں موجود ہیں۔ وہ اور اب وقتا چھی
 اس سے ہیں۔ کائناتی کی نیلیں اس سے ستارہ دہرائی رہیں گی۔ وہ کہہ گئے ہیں،
 میں میں رہا میر آؤں گا، یوں کے ناسن سے ہوں گا، چڑیوں کی زبان سے
 ہوں گا، صدیوں کا پیر، جمیل میاں کا میں مر رہا مرہو جوں گا۔

Dr. Nazir Azmi

11-3 Batla House, Jamia Nagar, Okhla, Delhi, 110025, India



ترکمان سے زیا، زمینیں میں دتر گیا
وہ کیا شمعوں تھا، خاموشیوں میں دتر گیا
کھوف سے کو از مایا رہ نگر، سر سے
دست سجدہ، عیلا مہیوں کی آواز

لغز

نور شہزادی عالم

پتہ برو، انگلینڈ

کہا جاتا ہے کہ جہاں مل کا فتنہ ان ہو وہاں اب کے فتنے پڑے سے سے سے ہیں وہ
دھوکے میں رکھنے کے مترادف ہے۔ اب بالعموم "خسوسا" میں ہو پڑے سے سے سے ہیں وہ
دھوکے ہو رہا ہے جب بچے اپنے گھر کے ماحول سے اپنی آواز کی آواز سے سے سے ہیں وہ
کارکن تک وہ میں رہاں مغرب میں نے والے یہ ہے سے سے سے ہیں وہ
رہاں سے واقف ہی نہیں رہاں سے میں آواز کا شہر کی ماں سے سے سے ہیں وہ
رفت کیا اور کیسے کریں گے۔

ہاں اور اب تا یہاں گہوارہ ہاں کی گود اور گھر کا ماحول ہوتا ہے۔ اس سے وہ
خاندان اور جائے سوزت کا سہہ ہوتا ہے۔ پہلے مائیاں اور وادیاں بچوں کی مائیاں تھیں۔ بعد میں
اسول، کالج اور قصبہ یا شہر کا اپنی ماحول بنے و متاثر ہوتا تھا۔ پھر یہ سے وہ ہیں۔ وہ ہیں
اپنے بڑوں سے مائیاں کی گود کی نشستوں میں آ جا کر اپنے اندر اردو والی رہنمائی کی پرورش کر کے
آستینوں کی گود میں یہ مائیاں تھیں۔ یہ تھیں۔ یہ تھیں۔

نور شہزادی عالم کی یہ مائیاں تھیں۔ یہ تھیں۔ یہ تھیں۔

وہیں وہ روئندگی کے سگے گندہ رنجی قہقہے میں ان ننھیوں میں نہ مانتا کہ وہیں
 نہ روئندگی کے وہ وہاں وہاں یہ جہاں سے کہیں جانیو نہ۔۔۔ ان خوابوں کے میں انوں
 نہ کہ ان کا فائدہ سمجھنا ان دوسروں کو دیا وہ جگہ ہے جو خود روئندگی ماننے، جیتے ہیں۔ ان سورتوں
 میں کہیں روئندگی وہاں وہاں نہ جانتا کہ۔۔۔ ہر ایک ذاتی طور پر میں کی جی روئی پور نہیں وہیں
 ورتہ قدرتی طور پر ان روایتی ماحول سے دور ہوں۔ مگر یہ وہاں وہاں نہ کہ ان روئندگی وہاں سے
 وہاں کے وہاں میں نمایاں طور پر منتقل ہو رہا ہے۔ یہی وہاں وہاں نہ کہ ان روئندگی وہاں سے
 ہیں۔ جہاں یہ جی سے کہ یہ غیر قلم کار شخصانہ طور پر لے لیتے، وہاں نہ ہوسکتا کہ انہیں رستہ۔ یہ صورت
 جس ماحول میں وہاں میں وہاں میں نہ کہ ان روئندگی وہاں سے۔

Ms Noor Shahzadi Alam.

22 Russell Street, Peterborough PE1 1QB, U.K



ماتریا جی کا کہے ہوئے پیر
اچھے صبا کی ۔ ماتریا
اسرار

نیلیم احمد بشیر
دسمبر 2003

نیلیم احمد بشیر

لاہور، پاکستان

نیلیم احمد بشیر پر دین کا شائبہ نے خود کو "نیر" اسٹیٹنگ ہے۔ یعنی خانہ بدوش۔ نیلیم پر دین کا شائبہ نے "نیر" اسٹیٹنگ پر دین کا شائبہ نے "نیلیم" یا "نیلیم" اسٹیٹنگ ہے۔ ابھی لاہور میں ہے تو وہ دینی لیسٹ اسے نیو جری میں پایا۔ دراجی نیو جری کے فون پر اس کی آواز کے سر مدھم نہیں پڑے کہ وہ کاکو سے سنائی ہوئی بنتی ہے۔ "جہاں چاہیے کامیں پائیے گا"۔ وہ حرکت میں برست واسلے نشوے پر بٹین رکتی ہے۔ اس سے اپنی آمدن برتوں سے اپنے تمام دست احباب اور پڑھنے والوں کو وارنتی ہے۔ نیلیم کی صرف ایک پتہ اس کے اپنی خزانے میں نیلیم اور نیلیم ان کا اضافی راتی ہے۔ چاہے وہ "گاؤں" ان گلی" میں آئی کھوئے یا "جہاں" کے قافلے کے ساتھ چلے اس کے قلم سے نکلے قلم سے نیلیم کی محفل میں لے جاتے ہیں جہاں کے حمدی و تہنی چوٹی کے درجی منور چہرے نظر آتے ہیں۔ جن کے مدھم بچے اور بیٹے اس کے ساتھ ساتھ ہیں۔ ان میں نیلیم کے "اور" کی بھی میں نہیں پڑھتے بلکہ نیلیم کے اس میں صرف دینیت پائی ہے۔ وہاں مدھم بھی میں جس کے ساتھ مصلحت میں طرف کا پاور تجھ دیتا ہے۔

پیر دینیت پر دینیت نیلیم نیلیم یہ وقت کے قلم سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنی کتابت کی نہیں

سب سے پہلے ان کی نیکم سے تمام سے بچتے ہیں۔ خاندانی زندگی سے
 دور رہنے کے لئے بھی آہستہ سے آفاقی زندگی سے دور رہتے ہیں۔ رقی کا نام بہت سارے
 نے نیکم کے لئے رکھا۔ اس کے پاس کوئی نام نہ تھا۔ اس کے پاس یہ نام چھوڑ دیا۔

”سرس بھی آہستہ سے ساتھ نیکم کے اور بنی بھائی بھی قریبی رہا۔ چھ نہیں جمع
 کر کے ہی مسمیٰ کے زیر سایہ ۱۹۹۹ء میں اپنی بھینس کا مجموعہ جمع کیا۔ اس میں ”ستم رتبه“ کے
 جو تمام حصے ہیں وہ تو میں بھی سوں کیوں کہ میں بھی سر کیلے ہی میں تھی۔ لیکن مصدقہ یعنی واہ نیکم احمد
 شہ نے جو ان افسانوں کی یاد میں تھی جب کہ میں اس مجلس میں تھی۔ اس مجموعہ ۱۹۹۹ء کی کتاب تھی
 خوف نامہ تھی۔ سچ ہی سچ کی وہی بار بار وہ ہوائی جہازوں کا نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر ورپٹ کون سے
 ٹکرائے۔ اس میں اور کراؤنگھار میں ناوروں کو خاک زمین چومتے ہوئے دکھایا ہے تھے۔ ہم نے یہ منظر
 کی وی پرویجا ورنیکم کے فیڈ کی ٹرمینل اسٹیشن (Terry Terminal Station) نیویارک سے ہم
 آئے اس واقعہ متعلقہ وقت کے اگلے اور زمیں جوں ہوتے دیں۔ پھر اس کے ”ستم رتبه“ کی بھائی
 بھی اور ان کی ۱۹۹۹ء میں یہ بھائی کتابی شکل میں سامنے آئی۔

۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء کو ملتان میں پیدا ہوئے وہاں بخاری نیکم کی خاندانی زندگی بہت اچھی تھی۔
 میں بھائی۔ نیکم نے پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۷۲ء میں تعلیمات میں ایم اے کیا اور اس کی شاہی ہوئی۔
 اس کے شریک سفر امریکہ میں تھے۔ اس سے نیکم نیویارک آئی۔ تیرہ دو سو سال اس نے وہاں
 گزارے۔ تین بچوں کو جنم دیا، جبر، کاشف اور سمیرا۔ پھر ۱۹۸۵ء میں پاکستان واپس آئی۔ اس پر وہ
 پندرہ سو سال میں سے قلم کو بہن باس رہا تھا۔ پھر ۱۹۸۷ء میں اس کا پہلا ناول ”خاک و بارش“ شائع ہوا۔
 اس نیکم نے قلم کو بچا نہیں بیٹھے دیا۔ بھائی اگر واروند ہو تو قلم کہنے بند ہوتی ہے۔ غرض سب اور بچوں
 جتنے سمجھتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی نیکم کی صورت کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ ہو ”دن“ ”پناہ“ ”کامیں“۔

ہم سب نے سرنگیں کھود رکھی ہیں
 تاریک، ٹھنڈی محبوب سرنگیں، آغوشِ مادر کے مانند
 محفوظ رہیں

آندھیوں، طوفانوں، جھڑوں // بے مہر آشنائیوں
 اچھلتی سے مہموں زمانے کے سرد و گرم سے بچانے والی
 کبیل کی شکل جیسی // دوست سرنگیں

ان میں سر پہ پہاڑ پہاڑ سے گزرتے گزرتے وہی ہمارے
 کہاریوں میں ان کی آنکھیں تھیں پاندھیوں میں
 اندھیرا اترتا نہیں ان سرنگوں کے باہر ہم
 سب تک وہاں سب بار بار دہرائے ہیں انہیں

[illegible]

دور تک سفر کرتے کرتے دوپاٹھوں

ایک پرانے قدم و رخت کے نیچے آکر رک گئے

پل مجر کوستانے کے لئے

تب و رخت پر منہی ایک چڑیا نے پوچھا

جیسا تو کسی تم ہو کون؟

یہ سن کر مسافروں نے اپنے شعور کی گہرائیوں میں جھانکا

یہ سیرت میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی اور کو دیکھ کر کہے کہ یہ شخص ایسا ہے، اس کا اجر دس سال کی عمر تک پہنچتا ہے۔

اور اپنی شہریت کے لئے اس میں ہرگز ہرجا نہیں

تیسرے نے کہا "میں تو عیسائیت کا ایک اونی خادم ہوں

چوتھے نے کہا ' الحمد للہ، میں مسلمان ہوں

اللہ کی پادشاہت، یہ میرا یقین ہے

بھرپور بحس سے پانچویں مسافر نے

ایک تنہا سا کیزا زمین سے اٹھایا

Figure 6

میں اک انسان کا بچہ ہوں

تجربہ کاروں کی ایک ٹیم نے

چند روزوں میں یہ کام ختم ہو گیا۔

فہم کی خدمت

یہاں ہمہ وقت سن پڑے بیچتے۔ وہ پورے رشتہ کی باتیں کرتے۔ ان کی باتوں

سے بہتر ہیں ان کی تعلیم سے زیادہ اس شہر میں تو بہتر تعلیم سے بہتر ہے۔

میں نے جو انہوں کو دیکھے تھے، یہاں تمام سائنس دانوں کے پاس ہے۔

سے مر رہا تھا۔ اس کے دور کے بہن بھائی سرت سے ان طرف دیکھنے لگے۔ اس دن اس اسکول سے بھی چھٹی کر دوائی بنی تھی۔

باہر، جہی تھی بھاری دہلی، مومن میں تھکے ہوئے دل ریچا سے تھے۔ پورے اس سلسلے کے لوگوں نے ان شہر میں تھی یہ ان واقعات کے نام آتی تھی۔ مومنوں کے ساتھ ساتھ ان کے دل میں ہمیشہ جتنا رہتا تھا وہاں اس امید سے جڑے ہوئے تھے۔ یہ ان کے ملک کے نامور فنکار کہا جائیں گے۔

”مر آپ تو جانتے ہیں مجھے اس شہر کی سیاق و سباق، یعنی فن کی خدمت کا فن کی حد تک شوق رہا ہے۔ مگر حیرت اور فحش کی بات یہ ہے کہ میرا بھی اپنے باپ کے فی فحش قدم پر چھاپا ہوتا ہے۔ مجھ سے غی بار ہوتا ہے۔ میں سے جی کی دلی کشش کے پاس ان کی دنیا کے رہائشیوں کو اس مگر اس اب آپ نے دیا تو ان سے میں نے آیا ہوں۔ ہر شوق سے اسے ایسے کرنے کا فیصلہ۔

چاندان کے باپ نے فحش یہ انداز میں مارے کہ پورے پورے کو بتایا۔
ریکارڈنگ کا دورانیہ لہا ہوتا چلا تھا۔ نئے شہر کی باریکی میں آ رہی تھی۔ وہاں ہر سمس اپنے باپ کی خواہش چاہتا تھا۔ یہاں رہا کرتے تھے۔

”ابو کب گھر جائیں گے؟“
”ابو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“

ابو مجھے نہ آ رہی تھی۔ اب اس سے مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا۔
”یہاں ابھی شہر میں“ پورے پورے ہیمن کے کریڈٹ سے نظریں اٹھائے بغیر پڑھنا۔

”چند نہیں ہی اپنے سین سے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ بڑا شوق ہے، اسے کام کرنے کا۔ آپ سے ایسے پتا ہوتا ہے کہ باپ نے فحش رشتوں کے سر پر بیت لگاتے ہوئے کہ۔
پورے پورے مومنوں کے دل پر بیت دینے کا۔
”ابو چلیں! میں تم تک گیا ہوں!“ شکیل نے پھر مزہ بھرا۔

”چپکا مینڈر بتا دیا نہیں“ ادا پٹیل نے کہا تھا۔ چار پیسے کے کاغذ پر آٹھ مہمیں ہاں لگا دیا۔ اس کے چار چار لگا دیا۔ اس میں بجلی کی موٹی تھی۔ چار لگے ہی نہیں تھے۔ ہاں امید ہے کہ بجلی سے اور یہ جواب دینے تک یہاں نہ۔
باپ کی آنکھیں آگے بڑھ گئیں۔

کہ کہا اور سمجھا جا رہا ہے۔ میرا ایک شعر عرض ہے

جنم جس دلیں میں اس نے لیا تھا

وہیں اب وہ نہیں

مرد و عورت کی حد سے زیادہ ہے "وہ تئیں مرد و عورتیں ہیں۔ اس
سے ساتھ حال کے مسائل جزاے ہو رہے ہیں۔" یہ باتیں میں "وہیں" سے لگی صوبہ کی حالت نہیں
اس کے عموماً طور پر جو ہم میں اس سے متعلق ہیں وہ ہمدردی سے بھری ہوئی ہیں۔ اس کی طرف سے
اس کی چیزیں ضرور ملتی ہیں جیسا کہ اس وقت کے بارے میں یہ فیہ شکی "عرب میں چھپتے ہیں" پر
جیسا کہ "اثر" ہے۔ اس کے رد و زبان کی بات سے چند چیزیں نکلتے ہیں۔

• گھروں میں اردو تعلیم کا لزوم

• یہاں سے ملتی چھٹی زبانوں اور خصوصاً ان کی زبانوں کی

• مراکز میں دینی تعلیم کے ساتھ اردو تعلیم کا انتظام

• ہر مرکز میں اردو لائبریری اور ایک گوشہ اطفال کا قیام

• عمرانی مسائل میں رہنے والے رقبہ پر اپنے گروہوں میں اردو میں بات چیت کرنا

• اردو پڑھنے کے لیے ایڈیو پیسٹوں کی تیاری اور فروغ

• انٹرنیٹ پر ویدین بیچوں کو اردو ویب سائٹوں سے متعارف کرانا جہاں اردو

انہماک و توجہ دیا جاتا ہے۔ اور اردو کے سرفہرست افراد سے مل کر ان کی رہنمائی کرنا۔

دراصل سمجھتے ہیں کہ بغیر محنت کے سب کام سہولت میں۔ مثلاً یہ قطعاً غلط ہے:

کہنے کو تو ہم سب کو ہے اردو سے بڑا پیار

پر مفت جوت لیتا ہے تو پڑھ لیتے ہیں اخبار

ہے پیار کا دعویٰ تو کریں شمس کم از کم

اردو کے جریدوں کے نہیں ہم بھی خریدار

واجہد ندیم دوستوں کے دوست ہیں۔ بہت با اصول اور وضع دار انسان ہیں اور خوش قسمت

ہیں کہ احباب کا دل بندھے کیوں کہ بقول ان کے۔

بدگمانی بھی عجب شے ہے کہ بیٹھے بیٹھے

دل کے آئینے میں تصویر بدل جاتی ہے

Mr. Ward Nadeem

2528 W. Berkeley Chicago IL 60615 USA



مارت لقاں لہم کہ درختہ دانی می سے اپنا وطن
 اے دیرے لہم کہ

یوسف ناظم
ممبئی، ہندوستان

[illegible]

ہاتھ نہ نہیں اٹھاتا۔ اس میں غلطی میری نہیں تھی۔ اس کی اپنی تھی۔ یہ مجھ سے تو اس وقت پیدا ہوئی تھی۔ نامبرائے حق۔ اس ایک سرکاری ریکارڈ میں۔ جوں جوں اسے یاد آئے۔ وہاں سے میرا استدلال برتن ہے۔ اب آپ مجھ سے میری کارکن پیدائش جانتا یا نہیں۔ تاکہ اندازہ ہو کہ میں یہ کتنا نامعلوم اب مجھ سے کتنے بڑے ہیں۔ سو اب میری کارکن پیدائش جانے بغیر بھی اندازہ لگاتے ہیں۔ یہ صرف ناموں کی تحریری سند تک پہنچنے کے لئے میں بھی خفیہ چل رہی ہوں۔

و غنائم و تحریروں کا حصہ، جس مضمون صورت ہے لیکن حوالہ آمیز شکل میں جو ان کے
مختلف یہ ہے جسے سارے چہرہ اس دنیا پر ریش خند ہو رہا ہو۔

ہم نے جتنے ہیں رفیع ، اسی یکن
تہ منہ و نہایت کے کاموں میں
ظلم خریب کی صورت میں نمودار ہوا
ظلم بے عیب نہیں رسم جیسا ہے شاید
”ظلم و ستم کا جب ’’ میں نے نہیں محسوس کیا
آپ کے لئے جسے شاعر تجھے پر نہ
پارن ، وہ بھی ، تک پہنچنے کا اندیشہ نہ رہا اور یہ“

[illegible]

”خاتونِ یسیتے پر تھمبہ جس کا نام یوسف نام ہے
میرے ان کے تھے کو درمیان سے اٹھاتے ہوئے کہا

آپ خود دعوامر یوسف ہائلم میں آپ کے دوست ذوالحجی الدین عبدقی نے آپ کو
کی کتاب کے ساتھ یاد دیا ہے اور ثابت بھی یہ ہے کہ آپ کو جس طرح زمانہ بیان پر دسترس ہے اور اس
حال میں خیال رکھتے ہیں تو یہ کتاب آپ کے شایان شہ ہے۔
انہوں نے انکساری سے کہا

”یہ ڈاکٹر معنی الدین صدیقی کی محبت ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا۔ مگر جہاں میں پیدا ہوا۔
جائے سابق ریاست حیدر آباد کا ایک تعلق تھا۔ وہ برباست مہاراشٹر کا ضلع ہے۔ جہاں ہائی اسکول سے
نہ صرف وہ اور ملک آباد جان سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء میں جامعہ عثمانیہ،

یہ آپ کے لیے ہے۔ سندھی۔ اس وقت کے محکمہ میں متاثرین بحیثیت مہتمم رہیں گے۔
دسمبر ۱۹۷۱ء میں بحیثیت اسٹنٹ مشنری آف لیبر و ٹینڈ حسن خدمت پر سبداش حاصل کی۔

تو مری ہاتھ پاؤں میں سے جہالتی ہے۔ اس میں یہ کہ حیات پانی (ش) ہے، میں
پانی۔ یا منہ ماری اور تھے کے بعد دوبارہ جان لیوا ریتی فراموش بھی ہو گئے۔

میں نے کہا، میں یوں نہیں چاہتا کہ میری جانب سے کسی ایسی شے ہو جس سے وہ کسی اور شخص کو مل سکے۔ میں یہاں شہر کی ایک عمارت میں بیٹھ رہتا ہوں، اور یہاں سے میں اپنے دوستوں کو ملتا ہوں۔

۱۹۴۱ء میں غائب ہوئے۔ مزاح غائب انٹرنیٹ نیٹ ویجیٹ کی جانب سے اور ہر نیٹ ویجیٹ

کی جانب سے نور مہند، ٹکڑہیری ایو ۱۹۸۹ء میں ملے۔ رحیمہ پریش راولپنڈی، جہاں کا جوہ
آئیٹی ایو ۹۹۸ء - ۹۹۹ء میں ملے۔ مہاراشٹر راولپنڈی ایو ۱۹۸۹ء میں ملے۔

۴۷۳۔ ۴۹۱۔ تصدیق (۷) (۸) میں شام و چاندی۔ ۴۷۴۔

- | | | |
|--------------|------------------------|-------------------|
| ۱۔ کیف و کم | ۲۔ فن و فن | ۳۔ دیوارے |
| ۴۔ زیر غور | ۵۔ سائے ہم سائے (خاکے) | ۶۔ فتنہ |
| ۷۔ الہیہ | ۸۔ ذکر خیر | ۹۔ عیادت |
| ۱۰۔ فی سب | ۱۱۔ فی سب | ۱۲۔ فی حقیقت |
| ۱۳۔ فی زمانہ | ۱۴۔ فی البدیہہ | ۱۵۔ سرحد میں سرحد |
| ۱۶۔ منجملہ | ۱۷۔ درت | |

بچوں کے لئے میری کتابیں ہیں:

۱- پیدائش: (۱۹۷۴ء)۔ مرنی دھپ (۱۹۹۴ء):

۳. ہفت روزہ "نوائے دل" (۱۹۶۳ء) - اردو میں (۱۹۶۲ء)

د۔ الف سے ٹی تک (۱۹۹۲)

میرے منظوم ترے جت بھی ہیں:

اداریہ شہادت (۹۵۹) پر حتمی فیصلہ ہو گا۔

۲۔ نوائے کبیر (۱۹۹۷)، کبیر کے دوسے اور گیت ہیں

یہ مضمین ہر ایک کے لئے ایک نیا اور دلچسپ مطالعہ ہے۔

یہ دو تین سال تک مرتب ہیں (۱) لہذا (۲) ملک سلیک خاکے (۳) پرانے م۔

تاریخ: ۱۳۸۵/۱۰/۱۵

شماره اول، ص ۱۰۳ (۱۹۶۵)؛ دانشنامه‌ی هندوستانی، مجلد ۲ (۱۹۸۵)؛ سه ماهی جمیل، شمار هفتم، شماره

(1939) - (1944)

تو دیکھو وہ پوچھتا ہے۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟ آپ پانی شربت میں سے پیتے ہیں۔
مندانہ پانی میں پانی کے پتے ہیں۔ پانی کی جگہ مرہوں سے پانی ہے۔
وہ دیکھ کر کہتا ہے۔

میں مریخی زندگی میں مریخ میں رقی ہوں۔ ان کے خیمے کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔
پہلے مزید تحقیق کرنے کے بعد صاحب کی سٹیوڈیو میں۔ میں نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔ ”میں نے یہ سب سنا ہے۔“

میں کہتا ہوں۔ ”میں نے یہ سب سنا ہے۔“ میری رائے میں یہ وہ پانی ہے جو
کھانے کے لیے پیا جاتا ہے۔ ”آپ کو پانی ضرور سے وہ پانی پانی چاہتا ہے اور وہ
ایک کوئی نہ ہو۔ اس وقت ٹیبلت سے بہتے ہیں پتوں میں گواہ پتے ہیں اور آپ دیکھ
رہے ہیں۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ترقی پسندی نے ایسوں کو ایک خاص آئیڈیالوجی (ideology) قرار
میں تسلیم کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ اہم پورا شدہ ہے اور وہ ”پانی“ ہے۔
مندانہ آئیڈیالوجی میں رہتے ہیں۔ اور اصل ترقی پر برسوں کو پس ماندہ اور ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان
فرق نہ ہوتا ہے۔ مریخ کے ملکوں کے رات و دن پر بھی بڑا وقت ہمیشہ جاری رہتا ہے
۔ میں یہ کہتا ہوں۔ ترقی پر برسوں میں یہ قہرست یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ رقبے میں بہت بڑے ہوتے ہیں۔
ان کے ان میں ترقی پزیری بھی اس پر کہ ان میں ترقی ہوتی ہے۔ ”چھوٹی مانی“ کہا جاتا ہے۔ اس
پر کہ میں کوئی یہ ہوتی ہے کہ مانتا ہے کہ ہی شہر کہا جاتا ہے اور اس کی کھلی ہوئی پکڑیں سب بند ہو جاتی
ہیں۔ ترقی پزیری بھی ہی شہر زنی ہوتی ہے۔ ہوتی ہے اور رہ جاتی ہے۔“

یہ غلط فہم صاحب کا میرے سوال کے جواب میں اپنا کوئی مضمون پڑھنا چاہتے تھے۔
میں نے تھوڑی سی دھڑکنے والی انداز میں مناسب جانتے ہوئے کہا،

”اب کوئی آپ ضرور کہنے میں رہے ہیں۔ اور جو کچھ کہہ رہے ہیں۔“

انہوں نے فوراً جواب دیا

”سب میرے پیش نہیں۔ لیکن اس کے ذریعے مجھے کچھ پیرہن مل رہا ہے۔ لیکن جنہیں
زیادہ ملا ہے وہ بھی اسے کم سمجھتے ہیں۔“

”ارو کی بٹاکے لئے کیا مشورہ ہے؟“

”میں نے ایک ہی تجویز ہے کہ وہ کوئی اور خط میں پڑھا جائے اور دیوں کے ساتھ ہے
میں قاری زیادہ تھا، میں یہ دیکھتا ہوں۔“

اب یہ کہتا ہے کہ ۱۹۶۲ء سے آپ کی کتابیں شائع ہو رہی ہیں جب کہ غالب ایو رفا آپ
۱۹۶۹ء میں آیا۔ یا یہ کہ ۱۹۶۹ء میں آیا۔“



محبیوں کا سفیر محمد شفیق موزک

تعارف: مبارک کا پڑی، مہی

میں بھی نئی دہائی کے اصل مقصدی سے ہوا تھا۔ میں اپنی تندرستی کو بچتے ہیں۔
میں زندگی کا تصور ہوتا ہے کہ وہاں زندگی اور اس کی تسکین۔ لیکن انہی باتوں میں زندگی کو پرکھتے
ہوتے ہیں۔ جیسے کہ بھارت ہوتی ہے جو اپنی زندگی کو دوسروں کے لیے نفع بناتے ہیں۔ انہیں
بہاوت کی بات ہے۔ انہیں ہمارے بہت بھری نیوٹن کے خزانے سے متاثر ہونے کے
ساتھ رہتے ہیں۔

محمد شفیق موزک یہ نئی خوش بخت انسان ہیں جن کے شب و روز محض دوسروں کی اندھیری
تاریکیوں میں گزرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ جو بات کہتے ہیں اور بااخلاق بھی۔ علم کی ترویج سے
میں ہر وقت ہے، انہیں ان کی زندگی میں۔ اور ان کی معاشقہ ہے۔ بدھان کا دھن بکھا جا رہا
ہے۔ ان پنداریوں میں ہے میں جو راہ و جنوں کی مدد سے زیادہ پاتے ہیں۔

محمد شفیق موزک پہلے پہل رشتہ کے نفع رشتہ کی ایک تھوڑی سی (kadwai) میں
میں ۲۵ جنوری ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ انہیں بچپن سے روحانی کے عالم میں گزارا۔ بالآخر ان کی
تاریکیوں میں ۱۹۵۵ء میں کاروبار کے سلسلے میں اندھیشیا کی طرف ہجرت کر لی۔ ۱۹۶۱ء میں رشتہ روادان
میں ایک نیا، حقیقی، ملحقہ راہروں کی تعارفی قوت زبیدہ کے ساتھ بندھ گئے۔ ایک نئی خاتون کے ساتھ
جو ہمارا اس کی سب سے بہتر نہیں ہے اس کی خود ایک بازو بنی ان کی قوت بنی، توانائی بنی، اور سی
یہ زندگی کے مصطفیٰ میں ان کا ساتھ دیا۔ ان سے دو بیٹے اسلم، تدیم اور دو بیٹیاں اسما اور فردوس
ہیں۔ اسلم امریکا میں بس رہے، تدیم، مناورین اور ان کا چار اندھیشیا میں ان کے ساتھ کاروبار میں
شریک ہیں۔ زندگی بڑی خوشحال تھی کہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۶ء کو ان کی شریک سفر زبیدہ کا رکے حادثے میں
قتل ہو گیا۔ ان کی زندگی بھر رشتہ بنی۔ انہیں اس طرح کہ شفیق موزک کی زندگی کے احوال کا سورت



یہ گفتنی کا چمن ضیاء خان، لاس اینجلس

فلک پہ اردو کے تابندہ اک ستارہ نو
بے وسعتوں میں جہاں کی ترا مقام نو

ترے وجود سے قائم ہے رونق اردو
ذوق شعر و ادب ہے ترا پیام نو

خُن و رُس بہت تندرے ہوئے پہلے
یہ ”گفتنی“ کا چمن اور یہ اہتمام نو

آج کی شاعرات

اس کتاب سے شاعرات میں سے کتاب آج کی شاعرات میں سے ایک کتاب ہے۔
 جو کہ آج کی شاعرات میں سے ایک کتاب ہے۔
 اس کتاب سے شاعرات میں سے ایک کتاب ہے۔
 (سکندر میر)

فہرست بوئے گل

| | | |
|------------------|------------------------|---------------------|
| ۱۔ راہیل اختر | ۱۷۔ عشرت جہاں آفرین | ۳۳۔ پروین شاکر |
| ۲۔ اختر بیگم | ۱۸۔ خورشید اعظم پروانہ | ۳۴۔ خاتون حجاب |
| ۳۔ ظیق تبسم | ۱۹۔ ربیعہ روضی | ۳۵۔ خورشید فاطمہ |
| ۴۔ ثریا دیا | ۲۰۔ سکندر حیات پوری | ۳۶۔ شمس |
| ۵۔ شمس الدین | ۲۱۔ شتیق | ۳۷۔ شمس |
| ۶۔ ریحانہ ریحانی | ۲۲۔ شمس | ۳۸۔ بشری شمس |
| ۷۔ سید شمس | ۲۳۔ شمس بانہ پوری | ۳۹۔ فہیم اختر شمس |
| ۸۔ خورشید باغ | ۲۴۔ شمس | ۴۰۔ صائمہ فیضی |
| ۹۔ شمس الدین | ۲۵۔ شمس | ۴۱۔ عظمت عزمی |
| ۱۰۔ شمس الدین | ۲۶۔ شمس | ۴۲۔ محترم عشرت جہاں |
| ۱۱۔ شمس الدین | ۲۷۔ شمس | ۴۳۔ میر نگار تیموری |
| ۱۲۔ شمس الدین | ۲۸۔ شمس | ۴۴۔ عابدہ ناز |
| ۱۳۔ شمس الدین | ۲۹۔ شمس | ۴۵۔ شمس الدین |
| ۱۴۔ شمس الدین | ۳۰۔ شمس | ۴۶۔ شمس الدین |
| ۱۵۔ شمس الدین | ۳۱۔ شمس | ۴۷۔ شمس الدین |
| ۱۶۔ شمس الدین | ۳۲۔ شمس | ۴۸۔ شمس الدین |

| | | |
|--------------------|----------------------|-------------------|
| ۴۹۔ شہزادہ پیری | ۵۳۔ شہزادہ صدیقی | ۵۰۔ فیض احمد فیضی |
| ۵۰۔ رشیدہ بانو | ۵۴۔ تیمور زمانہ شہید | ۵۱۔ رنست انساہا |
| ۵۱۔ زیب گلشن مولوی | ۵۵۔ عابدہ بانو صبا | ۵۹۔ نصیرہ ملک |
| ۵۲۔ سعیدہ روشن | ۵۶۔ عزیزہ یونی | ۶۰۔ فیضیہ |

نالیہ مول

| | | |
|---------------------|-----------------------|---------------------|
| ۶۱۔ ادا جعفری | ۶۹۔ طلعت اشعارت | ۷۷۔ گشور تابید |
| ۶۲۔ تماہ قباہ | ۷۰۔ فہمیدہ ریاض | ۷۸۔ ادا جعفری |
| ۶۳۔ شہزادہ زیدی | ۷۱۔ منور سلطانہ مہتمم | ۷۹۔ ثریا ریاض |
| ۶۴۔ پروین سید فانا | ۷۲۔ زہرا بانو | ۸۰۔ رشیدہ بانو سیم |
| ۶۵۔ معینہ انور محسن | ۷۳۔ ربیعہ فخری رزمی | ۸۱۔ میمونہ غزل |
| ۶۶۔ وحیدہ نسیم | ۷۴۔ محمودہ جمیں سوز | ۸۲۔ سعیدہ عروج مظہر |
| ۶۷۔ سیدہ حنا | ۷۵۔ عرفانہ عزیز | ۸۳۔ ثریا محمود غزلت |
| ۶۸۔ انوار سلطانہ | ۷۶۔ ثریا بانو محبوب | |

دو چراغ محفل

| | | |
|----------------------------|---------------------------|-----------------------|
| ۸۴۔ زہرا بانو محسن | ۹۱۔ سرورہ فیضی نادرہ | ۹۸۔ درجہ |
| ۸۵۔ بلقیس جمال بریلوی | ۹۲۔ میمونہ غزل | ۹۹۔ درجہ پنجم |
| ۸۶۔ تراب النساء علوی | ۹۳۔ نور الصباح بیگم | ۱۰۱۔ خیاب حوی |
| ۸۷۔ رشیدہ بیگم عیاں | ۹۴۔ بغدادی بیگم | ۱۰۱۔ حذر علی |
| ۸۸۔ سیدہ نسیم فاطمہ بریلوی | ۹۵۔ تیمور شہزادہ احمد قلی | ۱۰۲۔ قمر جہاں چند سہی |
| ۸۹۔ رضیہ انور امروہوی | ۹۶۔ صفیہ شمیم علی | ۱۰۳۔ نور بدین |
| ۹۰۔ کنیرہ فاطمہ حیا | ۹۷۔ بیگم قمر انوار علی | |

تذکرہ شعرا و شاعرانہ تخیل و خیال ۱۹۹۹ء

مبصر
ڈاکٹر فرمان فتح پوری
مستند
مبصر

مبصر
مبصر
مبصر
مبصر

| | | | |
|----------------------------|-----------|-----------------------------|--------------|
| ۱۔ اظہار اثر | دلی | ۲۳۔ عقیل دانش | لندن |
| ۲۔ اختر سعید خان | بھوپال | ۲۴۔ اظہار دانش | لندن |
| ۳۔ سید ضیف اختر | نویارک | ۲۵۔ علی طباطبائی راز نکستوی | لاس انجلس |
| ۴۔ ارشد عثمانی | کنیڈا | ۲۶۔ محمد ممتاز راشد | دوحہ قطر |
| ۵۔ ارم انصاری | مشئی مکن | ۲۷۔ رائی شہابی | بجے پور |
| ۶۔ سید اسد اللہ حسین ی | لاس انجلس | ۲۸۔ سید شمیم رجز | لاس انجلس |
| ۷۔ انصاف فردوس | ہیوسٹن | ۲۹۔ رحمت قرنی | لندن |
| ۸۔ اکبر حیدر آبادی | لندن | ۳۰۔ رحمن صدیقی | لاس انجلس |
| ۹۔ عتیق انظر | دوحہ قطر | ۳۱۔ رشی خان | جرمنی |
| ۱۰۔ باقر زیدی | میری لینڈ | ۳۲۔ رئیس الدین رئیس | علی گڑھ |
| ۱۱۔ گل فراتی رانی | کنیڈا | ۳۳۔ تسلیم الہی زلفی | کنیڈا |
| ۱۲۔ بشر حبیبی | بھوپال | ۳۴۔ سائل صدیقی | راہ تو افایت |
| ۱۳۔ سید ساجد پٹیل | نیلسن | ۳۵۔ رحمن والکے سائر | لاس انجلس |
| ۱۴۔ یعقوب تصور | ابوظہبی | ۳۶۔ احمد مدنی | لندن |
| ۱۵۔ جاوید اختر | ممبئی | ۳۷۔ مجید علی مراد | دوحہ قطر |
| ۱۶۔ حسن چشتی | شکاگو | ۳۸۔ رفعت سریش | دلی |
| ۱۷۔ زبیرہ بیس رضوی | لندن | ۳۹۔ ساجد اسٹن فراتی | اتھینز |
| ۱۸۔ حمیرا رحمن | نویارک | ۴۰۔ اتراف شاہ | آسٹریا |
| ۱۹۔ ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی | سعودی عرب | ۴۱۔ شام علی خات شاہ | بحرین |
| ۲۰۔ حیدر شمیم | دوحہ قطر | ۴۲۔ انیس سائید | دلی |
| ۲۱۔ سید قریشی | جرمنی | ۴۳۔ مرتضی شمیم | سری لنکا |
| ۲۲۔ ڈاکٹر خالد سہیل | کنیڈا | ۴۴۔ انیس شمیم | کنیڈا |

| | | | |
|--------------------------------|-------------|-------------------------|-------------|
| ۵۷۔ مرزا شمس الدین | جرمنی | ۷۶۔ افتخار نسیم | شکاگو |
| ۵۸۔ فرات شاہ | لاس انجلس | ۷۷۔ نسیم سید | کنیڈا |
| ۵۹۔ شمس الدین | ڈنمارک | ۷۸۔ تیسرے کلثوم | الے ٹائے |
| ۶۰۔ نسیم خان | سعودی عرب | ۷۹۔ آصف نشاط | لاس انجلس |
| ۶۱۔ سید محمد سعید | شکاگو | ۸۰۔ نعیم ضیاء الدین | جرمنی |
| ۶۲۔ آصف خان | بحرین | ۸۱۔ رفیع زورانی | مدینہ منورہ |
| ۶۳۔ نسیم طبعی | دوحہ قطر | ۸۲۔ نور جہاں توری | لندن |
| ۶۴۔ سید امجد سعید | مسقط عمان | ۸۳۔ نوش | ممبئی |
| ۶۵۔ بہار عفری | کنیڈا | ۸۴۔ نیر جہاں | لاس انجلس |
| ۶۶۔ بہار کریم | ویت نام | ۸۵۔ نیر جہاں | ممبئی |
| ۶۷۔ عبدالرحمن عبد | ویت نام | ۸۶۔ شیدا | لاہور |
| ۶۸۔ خواجہ یحیٰٰں الدین عطش | سعودی عرب | ۸۷۔ شیدا | لاہور |
| ۶۹۔ عتیقہ نیازی | لاس انجلس | ۸۸۔ سیدہ نسیم جہاں | لاہور |
| ۷۰۔ استاد ابراہیم العریض عنایت | بحرین | ۸۹۔ شمس الدین | لاہور |
| ۷۱۔ نسیم خان | الے ٹائے | ۹۰۔ محمد اختر | لاس انجلس |
| ۷۲۔ سعید قیس | بحرین | ۹۱۔ نسیم خان | لاہور |
| ۷۳۔ امت غوری | ویت نام | ۹۲۔ محمد آفاق صدیقی | لاہور |
| ۷۴۔ سیدہ نسیم فیصلہ | آسٹریلیا | ۹۳۔ اسد محمد خان | کراچی |
| ۷۵۔ نسیم خان | امریکی | ۹۴۔ اسلم کولسری | لاہور |
| ۷۶۔ گلزار | ممبئی | ۹۵۔ محمد اشرف شاہین | کراچی |
| ۷۷۔ گلشن کھنہ | برطانیہ | ۹۶۔ محمد حسن | لاہور |
| ۷۸۔ مرزا محبوب بیگ | لاس انجلس | ۹۷۔ اقبال مجیدی | لاہور |
| ۷۹۔ بہار طیف خان | سعودی عرب | ۹۸۔ امجد اسلام امجد | کراچی |
| ۸۰۔ افتخار الدین احمد | برطانیہ | ۹۹۔ احمد نظامی | کراچی |
| ۸۱۔ محمود سعیدی | دہلی | ۱۰۰۔ ثاقب انجمان | اسلام آباد |
| ۸۲۔ جمشید مسرور | اوسلو ناروے | ۱۰۱۔ انور مسعود | کراچی |
| ۸۳۔ نسیم سیما | لاس انجلس | ۱۰۲۔ سید صابر علی بھٹری | کراچی |
| ۸۴۔ نسیم شہاب | نیویارک | ۱۰۳۔ ثروت سلطانہ ثروت | کراچی |
| ۸۵۔ افشانی | سعودی عرب | ۱۰۴۔ ثریا نوباتی | لندن |
| ۸۶۔ نسیم خان | دہلی | | |

| | | | |
|---------------------|----------------|-----------------------|-----------------|
| ۱۸۔ جاوید آفتاب | لاہور | ۳۹۔ عظمیٰ جون | کراچی۔ بلوچستان |
| ۱۹۔ مسعود جاوید | کراچی | ۵۰۔ عمر شریف | کراچی |
| ۲۰۔ جمال نقوی | کراچی | ۵۱۔ عقیل عباس جعفری | اسلام آباد |
| ۲۱۔ جوہری غوری | لاس انجلس | ۵۲۔ رشید عیاض | نیو جرسی |
| ۲۲۔ اقبال حیدر | پاکستان | ۵۳۔ سید عابد | پاکستان |
| ۲۳۔ امین خیال | پاکستان | ۵۴۔ سید غفر | پاکستان |
| ۲۴۔ رفیع الدین | پاکستان | ۵۵۔ فخر الحق | پاکستان |
| ۲۵۔ زین صدیقی | دہران | ۵۶۔ قاطر حسن | کراچی |
| ۲۶۔ امتیاز ساغر | کراچی | ۵۷۔ کاوش عیاض | ریاض |
| ۲۷۔ سندرسام | بریتانیا | ۵۸۔ پیر محمد | پاکستان |
| ۲۸۔ رشید صدیقی | کراچی | ۵۹۔ سید محمد آرمہ | لاہور |
| ۲۹۔ حیدر روشن | ایڈنبرا | ۶۰۔ قمر نبیل | کراچی |
| ۳۰۔ محمود شام | کراچی | ۶۱۔ ریحانہ قمر چودھری | لاس انجلس |
| ۳۱۔ شہباز صدیقی شاہ | کراچی | ۶۲۔ ایڈیٹری | کراچی |
| ۳۲۔ شاہد حسن | کراچی | ۶۳۔ مقصد آبادی | مشکی ٹکمن |
| ۳۳۔ شعیب رانی | حیدرآباد۔ سندھ | ۶۴۔ منصور متانی | کراچی |
| ۳۴۔ انور شعور | کراچی | ۶۵۔ جاوید منظر | کراچی |
| ۳۵۔ شمس وارثی | کراچی | ۶۶۔ سید محمد عباس | لاس انجلس |
| ۳۶۔ عبدالعلی شوکت | کراچی | ۶۷۔ رحمت النساء ماز | کراچی |
| ۳۷۔ شعیب عالمی | نیو جرسی | ۶۸۔ سید وک | مشکی ٹکمن |
| ۳۸۔ محمد سبکدین صبا | کراچی | ۶۹۔ اصغر سید | لاہور |
| ۳۹۔ عبدالقوی ضیہ | کنیڈا | ۷۰۔ راجہ آرمہ | لاہور |
| ۴۰۔ ضیاء الحق قاسمی | کراچی | ۷۱۔ نقاش عالمی | کراچی |
| ۴۱۔ سعید اختر | انڈیا | ۷۲۔ سید عیاض | کراچی |
| ۴۲۔ افتخار عارف | اسلام آباد | ۷۳۔ سید سعید | کراچی |
| ۴۳۔ عارف شفیق | کراچی | ۷۴۔ رحمت نور | لاہور |
| ۴۴۔ لیاقت علی عاصم | پاکستان | ۷۵۔ شہناز نور | کراچی |
| ۴۵۔ عاصی کرمالی | پاکستان | ۷۶۔ سید فہم | کراچی |
| ۴۶۔ ہزار عیاض | کراچی | ۷۷۔ اکیل نصاری | نیو یارک |
| ۴۷۔ الیاس شفیق | حیدرآباد۔ سندھ | ۷۸۔ سید علی نقوی | کراچی |
| ۴۸۔ مرزا عظیم بیگ | مشکی ٹکمن | ۷۹۔ محمد نبیل | کراچی |
| | | ۸۰۔ سید نبیل | لاہور |
| | | ۸۱۔ سید نبیل | لاہور |
| | | ۸۲۔ سید نبیل | لاہور |

نخن ورحصہ چہارم تذکرہ شعرا اور شاعری

| | | | |
|-------------------------|--------------------------------------|--------------------------------------|--------------------------------------|
| ۱۔ ایدہ ایچہ اشنگ | ۲۹۔ خالید یوسف | ۱۔ تاج بندہ | ۱۔ تاج بندہ |
| ۲۔ احمد علی | ۳۰۔ سیدہ شیدہ رامہ | ۲۔ سیدہ شیدہ رامہ | ۲۔ سیدہ شیدہ رامہ |
| ۳۔ احسان سہیل | ۳۱۔ ڈاکٹر انوار صدیقی | ۳۔ ڈاکٹر انوار صدیقی | ۳۔ ڈاکٹر انوار صدیقی |
| ۴۔ ملک ارشد اقبال آرٹس | ۳۲۔ اوم کرشن راحتہ | ۴۔ اوم کرشن راحتہ | ۴۔ اوم کرشن راحتہ |
| ۵۔ اشفاق حسین | ۳۳۔ محمد نجیب اللہ رازی | ۵۔ محمد نجیب اللہ رازی | ۵۔ محمد نجیب اللہ رازی |
| ۶۔ ق۔ س۔ اجاز | ۳۴۔ رشید عالم آبادی | ۶۔ رشید عالم آبادی | ۶۔ رشید عالم آبادی |
| ۷۔ ن۔ م۔ صدیقی | ۳۵۔ س۔ م۔ ق۔ | ۷۔ س۔ م۔ ق۔ | ۷۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۸۔ ن۔ م۔ ق۔ | ۳۶۔ س۔ م۔ ق۔ | ۸۔ س۔ م۔ ق۔ | ۸۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۹۔ س۔ م۔ ق۔ | ۳۷۔ س۔ م۔ ق۔ | ۹۔ س۔ م۔ ق۔ | ۹۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۱۰۔ س۔ م۔ ق۔ | ۳۸۔ س۔ م۔ ق۔ | ۱۰۔ س۔ م۔ ق۔ | ۱۰۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۱۱۔ س۔ م۔ ق۔ | ۳۹۔ س۔ م۔ ق۔ | ۱۱۔ س۔ م۔ ق۔ | ۱۱۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۱۲۔ ڈاکٹر سیدہ پل آنند | ۴۰۔ رئیس وارثی | ۱۲۔ رئیس وارثی | ۱۲۔ رئیس وارثی |
| ۱۳۔ سیدہ انور کمال رضوی | ۴۱۔ ریحانہ دمی | ۱۳۔ ریحانہ دمی | ۱۳۔ ریحانہ دمی |
| ۱۴۔ ماسون امین | ۴۲۔ س۔ م۔ ق۔ | ۱۴۔ س۔ م۔ ق۔ | ۱۴۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۱۵۔ ڈاکٹر شہزی | ۴۳۔ عبد اللہ احمد ساز | ۱۵۔ عبد اللہ احمد ساز | ۱۵۔ عبد اللہ احمد ساز |
| ۱۶۔ بخش اعلیٰ پوری | ۴۴۔ ساقی فاروقی | ۱۶۔ ساقی فاروقی | ۱۶۔ ساقی فاروقی |
| ۱۷۔ جاوید اختر بیدی | ۴۵۔ پروفسر خدام حسین عمر | ۱۷۔ پروفسر خدام حسین عمر | ۱۷۔ پروفسر خدام حسین عمر |
| ۱۸۔ تاجہ رحمان | ۴۶۔ پروفسر فرید قریشی عمر اکبر آبادی | ۱۸۔ پروفسر فرید قریشی عمر اکبر آبادی | ۱۸۔ پروفسر فرید قریشی عمر اکبر آبادی |
| ۱۹۔ س۔ م۔ ق۔ | ۴۷۔ ابو الفیض عمر | ۱۹۔ ابو الفیض عمر | ۱۹۔ ابو الفیض عمر |
| ۲۰۔ سیدہ جہتی | ۴۸۔ سیدہ شہزی | ۲۰۔ سیدہ شہزی | ۲۰۔ سیدہ شہزی |
| ۲۱۔ توفیق احمد سہیل | ۴۹۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۱۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۱۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۲۲۔ توفیق محمد علی | ۵۰۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۲۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۲۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۲۳۔ تمیز جاوید | ۵۱۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۳۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۳۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۲۴۔ جاوید بیدی | ۵۲۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۴۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۴۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۲۵۔ س۔ م۔ ق۔ | ۵۳۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۵۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۵۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۲۶۔ س۔ م۔ ق۔ | ۵۴۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۶۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۶۔ س۔ م۔ ق۔ |
| ۲۷۔ سیدہ ملی حیدر | ۵۵۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۷۔ س۔ م۔ ق۔ | ۲۷۔ س۔ م۔ ق۔ |

گفتنی اوّل، نثر نگاروں کا تذکرہ ۲۰۰۰ء

| | |
|----------------|------------------|
| ۱۔ گفتنی اوّل | ڈاکٹر جمیل جالبی |
| ۲۔ بزبان شاعر | حمایت علی شاعر |
| ۳۔ نیابت | ابراہیم جلیس |
| ۴۔ میں سرخوردی | سلطانہ مہر |

| | | |
|-----------------------|---------------------------|---------------|
| ۱۔ احمد خان | ۲۲۔ شریا شہاب | جمنی |
| ۲۔ احمد سہیل خان | ۲۳۔ جاوید اختر چودہری | برطانیہ |
| ۳۔ اختر جمال | ۲۴۔ ڈاکٹر جمیل جالبی | کراچی |
| ۴۔ ارشاد احمد صدیقی | ۲۵۔ جمیل زبیری | کراچی |
| ۵۔ ارمان ششی | ۲۶۔ جوگندر پال | دہلی |
| ۶۔ آصف الرحمن طارق | ۲۷۔ حیدر ربو | برطانیہ |
| ۷۔ امراؤ طارق | ۲۸۔ جیلانی بانو | حیدرآباد، دکن |
| ۸۔ پروفیسر آفاق احمد | ۲۹۔ چاند کرن شرما | برطانیہ |
| ۹۔ اکرام ہریلوی | ۳۰۔ حسن ہاشمی | کراچی |
| ۱۰۔ انور خواجہ | ۳۱۔ ڈاکٹر شان الحق حقی | کنیڈا |
| ۱۱۔ انور سلیمی | ۳۲۔ سیدہ حنا | پشاور |
| ۱۲۔ انور شیخ | ۳۳۔ حیدر طہا طہانی | برطانیہ |
| ۱۳۔ انور نذہت | ۳۴۔ حیدر قریشی | جمنی |
| ۱۴۔ ایوب جوہر | ۳۵۔ ڈاکٹر خاور جمیل | کراچی |
| ۱۵۔ بانوارشد | ۳۶۔ ڈاکٹر خلیق انجم | دہلی |
| ۱۶۔ بشری رحمان | ۳۷۔ خورشید عالم | کنیڈا |
| ۱۷۔ بشیر مالیر کونلوی | ۳۸۔ خورشید علی خان | کراچی |
| ۱۸۔ پروین کمال | ۳۹۔ ڈاکٹر خیر النساء مہدی | ممبئی |
| ۱۹۔ تسنیم شاخان | ۴۰۔ ذکیہ مشہدی | پٹنہ |
| ۲۰۔ تصدق سہیل | ۴۱۔ رائفہ رسل | برطانیہ |
| ۲۱۔ تقی عابدی | ۴۲۔ رحیم انجمان | کنیڈا |

| | | | |
|---------------------------|----------------|------------------------------|-----------------|
| ۴۳۔ ڈاکٹر رشید امجد | رام پٹنڈی | ۷۱۔ فردوس حیدر | کراچی |
| ۴۴۔ رشید مظفر حسین | کنیڈا | ۷۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری | کراچی |
| ۴۵۔ رضیہ البجار | کنیڈا | ۷۳۔ ڈاکٹر فیروز عالم | کیلیفورنیا |
| ۴۶۔ رضیہ فصیح احمد | شکاگو | ۷۴۔ فیروز مگرچی | برطانیہ |
| ۴۷۔ رفیع منظور الامین | حیدر آباد دکن | ۷۵۔ قرۃ العین حیدر | نویڈا، ہندوستان |
| ۴۸۔ ریحان الطہر | ریاض | ۷۶۔ قمر علی عباسی | نیویارک |
| ۴۹۔ سائیں سچا | سوڈن | ۷۷۔ قیصر تمکین | برطانیہ |
| ۵۰۔ سجاد حیدر | انڈیا | ۷۸۔ کنول شین پرواز | برطانیہ |
| ۵۱۔ سعید انجمن | ناروے | ۷۹۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ | دہلی |
| ۵۲۔ سعیدہ افضل | ذریعہ غازی خان | ۸۰۔ ڈاکٹر گیان چند جین | کیلیفورنیا |
| ۵۳۔ ڈاکٹر سلیم اختر | لاہور | ۸۱۔ لطف اللہ خان | کراچی |
| ۵۴۔ سلیم شہزاد | مالیگاؤں | ۸۲۔ محبتی حسین | دہلی |
| ۵۵۔ سیدہ جعفر | بھوپال | ۸۳۔ محسنہ جیلانی | برطانیہ |
| ۵۶۔ شمس۔ صغیر ادیب | برطانیہ | ۸۴۔ ڈاکٹر محمد حسن | دہلی |
| ۵۷۔ شفیقہ فرحت | بھوپال | ۸۵۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی | کراچی |
| ۵۸۔ شکیل عادل زادہ | کراچی | ۸۶۔ محمود ہاشمی | برطانیہ |
| ۵۹۔ شکیلہ رفیق | کنیڈا | ۸۷۔ مختار زمن | کراچی |
| ۶۰۔ سباحۃ مشتاق | مٹان | ۸۸۔ قاضی مشتاق | پونے |
| ۶۱۔ ڈاکٹر صغریٰ مہدی | دہلی | ۸۹۔ ڈاکٹر مصطفیٰ کریم | برطانیہ |
| ۶۲۔ صدیہ صدیقی | برطانیہ | ۹۰۔ ڈاکٹر مظفر الدین فاروقی | شکاگو |
| ۶۳۔ صہبا لکھنوی | کراچی | ۹۱۔ ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی | کراچی |
| ۶۴۔ طلعت سلیم | برطانیہ | ۹۲۔ مقصود الہی شیخ | برطانیہ |
| ۶۵۔ طہ آفندی | بحرین | ۹۳۔ منظور الامین | حیدر آباد دکن |
| ۶۶۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان | پشاور | ۹۴۔ ڈاکٹر نعیم چودھری | شکاگو |
| ۶۷۔ عبدالغنی شیخ | لداخ | ۹۵۔ نعیم ضیاء الدین | جرمنی |
| ۶۸۔ عذرہ اصغر | راولپنڈی | ۹۶۔ ڈاکٹر ابوسعید نور الدین | ڈھاکا |
| ۶۹۔ سید عرفان علی عابدی | کراچی | ۹۷۔ ڈاکٹر وزیر آغا | سرگودھا |
| ۷۰۔ عطیہ خان | برطانیہ | ۹۸۔ برجہان چاؤلہ | ناروے |
| | | ۹۹۔ سید محمد یعقوب نقوی | برطانیہ |

رو میں ہے رخس عمر.....

| | |
|---------------|---|
| خانہ دانی نام | قلم |
| قلمی نام | سلطانہ صبر |
| مقام پیدائش | ممبئی ہندوستان |
| تعلیم | ایم۔ اے (صحافت) کراچی یونیورسٹی 1971ء |
| پہلا افسانہ | 6 ستمبر 1953ء میں روزنامہ "انقلاب" ممبئی میں شائع ہوا۔ |
| صحافت | روزنامہ "انجام" کراچی 1965ء تا 1967ء
روزنامہ "جنگ" کراچی 1967ء تا 1979ء
مدیرہ اعلیٰ ماہنامہ "روپ" کراچی 1980ء تا 1990ء |
| تصانیف | 1۔ "داغ دل" (ناول 1962ء)
2۔ "تاجور" (ناول 1966ء)
3۔ "ایک کرن اُجالے کی" (ناول 1969ء)
4۔ "جب بسنت رت آئی" (ناول 1972ء)
5۔ "آج کی شاعرات" (تذکرہ 1973ء)
6۔ "بند سپہاں" (افسانے 1976ء)
7۔ "اقبال دور جدید کی آواز" (تالیف 1977ء)
8۔ "نخن ور" حصہ اول (تذکرہ شعراء 1978ء)، دوسرا ایڈیشن 1979ء
تیسرا ایڈیشن 2000ء
9۔ "دھوپ اور سائبان" (افسانے 1980ء)
10۔ "دل کی آبروریزی" (افسانے 1988ء)
11۔ "ساحر کافن اور شخصیت" (تالیف 1989ء)
12۔ "نخن ور" حصہ دوم (بیرون پاکستان بسنے والے شعراء و شاعرات کا تذکرہ 1996ء)
13۔ حرفِ معتبر۔ کلام کا مجموعہ (1996ء)
14۔ "نخن ور" حصہ سوم (پاکستانی شعراء و شاعرات کا تذکرہ 1998ء)
15۔ نخن ور چہارم (شعراء و شاعرات کا تذکرہ 2000ء)
16۔ "گفتنی اول" (نثر نگاروں کا تذکرہ 2000ء)
17۔ نخن ور پنجم 2004ء
18۔ گفتنی دوم 2004ء |

زیر تصنیف:



”جو لوگ خدا کو نہیں مانتے، وہ لوگ اگر خدا کی ایک چھوٹی سی، بے ضرری، معصوم سی بستی
سلطان مہر کو اسے کام کرتے اور سلیقے سے ان کاموں کو سنبھالتے رہنے کا انداز دیکھ لیں
تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے پایاں قدرتوں، ندرتوں اور عطاؤں پر یقین لے آئیں گے۔“
(رشیدہ عیالہ، سخن در پنجم)

Published by
MEHER BOOK FOUNDATION
U.S.A.